حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی حالاتِ زندگی پر خوبصورت کتاب

سیرت
حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ

تالیف:
مولانا ناصر حسین قادری عطاری

اسلام بک ڈپو
042-37112941

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سیرت حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ

مرتب .... مولانا ناصر حسین قادری عطاری

بار اول	....	مارچ 2014ء
پرنٹرز	....	آصف صدیق پرنٹرز
تعداد	....	1100/-
ناشر	....	چوہدری غلام رسول۔ میاں جواد رسول میاں شہزاد رسول
قیمت	....	120/= روپے

ملنے کے پتے

فیصل مسجد اسلام آباد Ph: 051-2254111

E-mail: millat_publication@yahoo.com

پروگریسو بکس

6۔ یوسف مارکیٹ ۔ غزنی سٹریٹ اُردو بازار ۔ لاہور

فون 042-37124354 فیکس 042-37352795

دوکان نمبر 5- مکہ سنٹر نیو اردو بازار لاہور 0321-4146464

Ph: 042-37239201 Fax: 042-37239200

فہرست

اِنتساب

آپ رحمۃ اللہ علیہ (حضرت پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ) کے ماموں پیر مرشد حضرت پیر سید فضل الدین رحمۃ اللہ علیہ کے نام جنہوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت کی بشارت آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت سے قبل سنائی۔

عرضِ ناشر

نیکی اور بدی کی جنگ ازل سے جاری ہے اور ابد تک جاری رہے گی۔حق و باطل کی اس جنگ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر اس دنیا میں مبعوث فرمائے جنہوں نے بھٹکے ہوئے بندوں کو نیکی کی راہ دکھائی۔ان کے بعد ان کے خلفا صحابہ تابعین اور پھر اللہ کے اولیا کرام نے اس مشن کو جاری رکھا۔

یہ بات حقیقت ہے کہ آخری نبی ﷺ کے بعد قیامت سے پہلے کئی انسانی نسلوں کو ابھی معرض وجود میں آنا تھا لہٰذا ان لوگوں تک ہدایات کو پہنچانے کے متبادل طریقے کی ضرورت تھی۔ بھٹکے ہوئے لوگوں کو دین کی باتیں بتائیں یعنی جو فرض پیغمبروں کے ذمے تھا وہ فریضہ ادا کریں۔اس کے لیے اولیاء اور ولی وہ برگزیدہ ہستیاں تھیں جو اس فریضہ کو احسن طریقے سے انجام دے سکتی تھیں۔ ماضی میں یہ برگزیدہ ہستیاں اپنا اپنا کام کر کے واپس اپنے خالق حقیقی کے پاس چلی گئیں، ان کے حالات و واقعات اور ان کے روشن کارناموں سے تاریخ کے اوراق بھرے پڑے ہیں ان کے بارے میں اور ان برگزیدہ ہستیوں کی سیرت کے بارے میں ادارے نے حضرت پیر مہر علی شاہ جیسی عظیم اور برگزیدہ ہستی کا انتخاب کیا ہے، ادارہ اس کاوش میں کہاں تک کامیاب ہوا ہے یہ ہمارے کرم فرما بہتر طور پر بتا سکتے ہیں، ہمیں اپنے قارئین کی آراء اور تجاویز کا شدت سے انتظار رہے گا۔

ناشر

لاہور، 18 اگست 1933ء

مخدوم و مکرم حضرت قبلہ۔السلام علیکم

اگر چہ زیارت اور استفادہ کا شوق ایک مدت سے ہے، تاہم اس سے پہلے شرف نیاز حاصل نہیں ہوا۔اب اس محرومی کی تلافی اس عریضہ سے کرتا ہوں۔گو مجھے اندیشہ ہے کہ اس خط کا جواب لکھنے یا لکھوانے میں جناب کو زحمت ہوگی۔بہر حال جناب کی وسعت اخلاق پر بھروسہ کرتے ہوئے یہ چند سطور لکھنے کی جرأت کرتا ہوں کہ اس وقت ہندوستان بھر میں کوئی اور دروازہ نہیں جو پیش نظر مقصد کے لیے کھٹکھٹایا جائے۔

میں نے گزشتہ سال انگلستان میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ پر ایک تقریر کی تھی جو وہاں کے ادا شناس لوگوں میں بہت مقبول ہوئی۔اب پھر ادھر جانے کا قصد ہے اور اس سفر میں حضرت محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ پر کچھ کہنے کا ارادہ ہے۔نظر بایں حال چند امور دریافت طلب ہیں۔جناب کے اخلاق کریمانہ سے بعید نہ ہوگا اگر سوالات کا جواب شافی مرحمت فرمایا جائے۔

1۔ اول یہ ہے کہ حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ نے تعلیم حقیقت زماں کے متعلق کیا کہا ہے اور ائمہ متکلمین سے کہاں تک مختلف ہے۔

2۔ یہ تعلیم شیخ اکبر رحمۃ اللہ کی کون کون سی کتب میں پائی جاتی ہے اور کہاں کہاں۔اس سوال کا مقصود یہ ہے کہ سوال اول کے جواب کی روشنی میں خود بھی اس مقامات کا مطالعہ کرسکوں۔

3۔ حضرات صوفیہ میں اگر کسی بزرگ نے بھی حقیقت زمان پر بحث کی ہو تو ان بزرگ کے ارشادات کے نشان بھی مطلوب ہیں۔مولوی سید انور شاہ صاحب مرحوم و مغفور نے مجھے عربی کا ایک رسالہ مرحمت فرمایا تھا اس کا نام تھا درایۃ الزمان۔جناب کو ضرور اس کا علم ہوگا۔میں نے یہ رسالہ دیکھا ہے۔مگر چونکہ یہ رسالہ بہت مختصر ہے اس لیے مزید روشنی کی ضرورت ہے۔

میں نے سنا ہے کہ جناب نے درس و تدریس کا سلسلہ ترک فرما دیا ہے اس لیے مجھے یہ عریضہ لکھنے میں تامل تھا۔لیکن مقصود چونکہ خدمت اسلام ہے، مجھے یقین ہے کہ اس تصدیعہ کے لیے جناب معاف فرمائیں گے۔باقی التماس دعا۔

عرض مؤلف

حضرت قبلۂ عالم پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ نام ہے اس علمیت وقابلیت، ذہانت وفطانت کا شاہکار صاحب جمال وخوش پوش مگر درویش صفت اللہ کے باکمال وباکرامت برگزیدہ ولی ،سلسلہ تصوف کے مایہ ناز ومشہور ومعروف پیر طریقت کا جس کا عشق ومحبت دنیاوی نہیں تھا بلکہ جس کی وارفتگی وخود سپردگی ،جس کا محور حیات ومقصود نظر اپنے خالق ومالک ،قادر مطلق رب عزوجل سے ہی وابستہ تھا یہ ان نفوس قدسیہ میں سے تھا جو اپنے رب عزوجل کی رضا وخوشنودی پانے کے لیے اس کے بھٹکے ہوئے بندوں کو سیدھی راہ دکھانے اور برائیوں سے بچانے کے لیے ہمہ وقت کوشاں رہتے ہیں ، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ سفیر تھا جو دین اسلام کی تبلیغ وترویج اور اس پر اٹھنے والے اعتراضات کے جوابات دینے کے لیے ہمہ تن کمر بستہ رہا اور اسی عزم عظیم کی پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے جس نے اپنی زندگی عیش وآرام وگھربار سب کچھ وقف کر دیا۔ یہ وہ زندہ جاوید ہستی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی ولایت کے لیے منتخب فرمایا اور اپنے مقربین اولیائے کاملین میں شامل فرمایا۔ یہ وہ شمع ولایت ہے جس نے بچپن ہی سے اپنا وقت دنیاوی مشاغل ،کھیل کود، میلے تماشے ،اور دیگر دنیاوی مصروفیات میں ضائع کرنے کی بجائے محض یاد الٰہی ،حصول دین وتبلیغ دین اور انسانیت کو رشد وہدایت ،نیکی اور بھلائی کے راستے پر گامزن کرنے اور پیغام حق کو عام کرنے کے لیے مختص کر دیا تھا۔ الغرض اس نے ایسی عظیم الشان دین کی خدمات جلیلہ سرانجام دیں جنکے فیضان سے انسانیت آج بھی فیضیاب ہو رہی ہے اور ان شاء اللہ عزوجل ہمیشہ ہوتی رہے گی۔

مجھ حقیر فقیر کو دنیائے تصوف کے اس عظیم اور جلیل القدر صاحب کرامت ومنبع برکت شخصیت کی داستان حیات مبارک لکھنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے جو کسی اعزاز سے کم نہیں ، گو کہ یہ حقیر فقیر علم وقابلیت کے فقدان اور اپنی کم مائیگی وکمتری کا دل سے معترف ہے مگر پھر بھی فقیر نے اپنے طور پر یہ جسارت کی ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت مبارکہ کے اہم گوشوں سے پردہ اٹھائے

تاکہ اہل طلب ان گوشوں سے پھوٹنے والی کرنوں کی روشنی میں اپنی اصلاح وفلاح وہدایت کی روشن منزل مقصود تک پہنچ جائیں ۔چناچہ اس سلسلہ میں ممکنہ حدتک تحقیق کاراستہ اپنائے رکھااورکوشش کی کہ آپ رحمۃ اللہ کی حیات مبارکہ کومن گھڑت اورفرضی واقعات سے دوررکھتے ہوئے صحیح اورحقیقی معلومات کوقارئین تک پہنچایا جائے۔چنانچہ جومعلومات بھی مصدقہ ذرائع سے ن سکیں قارئین کے پیش خدمت ہیں۔

زیرنظر کتاب ''تذکرہ حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ '' آپ کے ہاتھوں میں ہے کتاب میں جوکچھ بھی کمی پائیں وہ اس فقیر کی کم علمی کے سبب جانیں ورنہ تو آپ رحمۃ اللہ کا مبارک نام وشخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔

اللہ عزوجل سے دعا ہے کہ اپنے اولیائے کاملین کے صدقے میری اس کاوش کومقبول فرماکرمیرے لیے ،اس کتاب کی طباعت واشاعت میں حصہ لینے والوں اوراس کے پڑھنے والوں کے لیے صدقہ جاریہ اورسبب حصول جنت بنائے اور جوخطائیں وکوتاہیاں نقائص وغلطیاں مجھ سے اس ذکرخیر کے سلسلے میں ہوئیں اپنے کرم سے معاف فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

سگ درعطار

محمد ناصرالدین ناصرعطاری مدنی

ولادت سعادت

قبلہ عالم حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ یکم رمضان المبارک 1275ھ بمطابق 14 اپریل 1859ء بروز پیر شریف دنیا میں جلوہ افروز ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ کی ولادت باسعادت ان پرآشوب دنوں میں ہوئی جب کہ 1857ء کے بعد گویا انگریزوں نے پورے ہندوستان پر اپنا قبضہ جما لیا تھا مؤرخین نے اس خونی دور کو غدر دہلی کا نام دیا جس میں سلطنت مغلیہ کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ ہو چکا تھا اور برصغیر علم وہدایت کے چمکتے تاروں سے محروم ہو چکا تھا۔

آپ رحمۃ اللہ کی پیدائش منزہ و منور ساعت میں ہوئی۔ سوموار کا متبرک دن اور رمضان المبارک کا مقدس مہینہ آپ رحمۃ اللہ کی ولادت باسعادت کا امین تھا۔ یہ 1275 ہجری کے ماہ رمضان کی یکم تاریخ تھی جب آپ رحمۃ اللہ پیر نذر دین شاہ رحمۃ اللہ کے گھر تولد ہوئے۔

چونکہ پوٹھوہاری زبان میں والد کو ''اجی'' کہتے ہیں اس لئے حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ کے والد محترم ہونے کی نسبت سے حضرت پیر نذر دین شاہ رحمۃ اللہ ''اجی صاحب'' کے لقب سے مشہور و معروف ہوئے۔

حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ کے والد محترم اپنے وقت کے جید عالم، متقی اور نامور ولی اللہ تھے۔ مؤرخین انہیں مادرزاد ولی اللہ کی حیثیت سے یاد کرتے تھے۔ ان کے دور نوجوانی میں ایک ایسا عجیب وغریب اور ایمان افروز واقعہ پیش آیا کہ جس کی وجہ سے گیلانی سادات کے اس خاندان کو ایسی شہرت وعزت اور قدر ومنزلت نصیب ہوئی کہ جس کا چرچا آج بھی سینہ بہ سینہ ہوتا ہوا زندہ و تابندہ ہے۔

حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ کے والد ماجد حضرت پیر سید نذر دین شاہ رحمۃ اللہ اپنی حیاتِ ناپائیدار کے لیل ونہار اپنی آبائی مسجد میں ہی گزارتے تھے۔ وہاں آپ رحمۃ اللہ نوافل ادا کرتے، قرآن الحکیم کی تلاوت فرماتے۔ کتب کا مطالعہ کرتے اور اعتکاف میں بیٹھتے۔ شرعی علوم اور سیرتِ رسول رحمت رحمۃ اللہ کے بارے میں کتابیں آپ رحمۃ اللہ کی دلچسپی کا خاص عنصر تھیں۔

حضرت پیر سید نذر دین شاہ رحمتہ اللہ کا خاندان اس علاقے میں نوارد ہونے کے باوجود اپنی لیاقت' دیانت' شرافت اور دین داری کی وجہ سے کافی مقبول و معروف ہو گیا تھا۔ خدمت خلق آپ رحمتہ اللہ کے خاندان کی خاصی پہچان تھی اور اسی باعث لوگ انتہائی قدر و منزلت اور عقیدت و احترام کے جذبات کا مظاہرہ کرتے تھے۔ جس مسجد میں حضرت پیر مہر علی شاہ رحمتہ اللہ کے والد محترم اپنی نوجوانی کے ایام میں عبادت و ریاضت میں مشغول و مستغرق رہتے تھے۔ حضرت پیر مہر علی شاہ رحمتہ اللہ نجیب الطرفین گیلانی سید تھے۔ آپ رحمتہ اللہ کا سلسلہ نسب 25 واسطوں سے حضرت غوث الاعظم رحمتہ اللہ اور 36 واسطوں سے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے۔ آپ رحمتہ اللہ کی والدہ ماجدہ بھی اسی گیلانی سادات خاندان سے تھیں۔ آپ رحمتہ اللہ کے والد ماجد کی شادی حسن ابدال کے گیلانی سادات خاندان میں ہوئی تھی جو حجرہ شاہ مقیم ضلع ساہی وال کے مشہور بزرگ حضرت بہاء الدین عرف بہاول شیر قلندر گیلانی رحمتہ اللہ کی اولاد سے ہیں جبکہ حضرت بہاول شیر رحمتہ اللہ، حضرت سیدنا غوث الاعظم رحمتہ اللہ کے صاحبزادے سید عبدالرزاق رحمتہ اللہ کی اولاد میں سے ہے۔

محد سے لحد تک سیکھنے کا قول حضرت پیر مہر علی شاہ رحمتہ اللہ پر حرف بہ حرف صادق آتا تھا۔ والدہ محترمہ نے انتہائی اوائل عمری ہی میں آپ رحمتہ اللہ کی تربیت پر بھرپور توجہ دینا شروع کر دی تھی۔ آپ رحمتہ اللہ کی والدہ محترمہ نے اس وقت سے کلام الٰہی آپ رحمتہ اللہ کے کانوں میں ڈالنا شروع کر دیا تھا جب آپ رحمتہ اللہ کی پیدائش ہوئی تھی۔

کم سنی میں والدہ ماجدہ نے آیاتِ قرآنی پڑھانا اور یاد کرنا شروع کر دی تھیں۔ آپ رحمتہ اللہ اپنی والدہ ماجدہ کی زبان سے جو کچھ سنتے فوراً یاد کر لیتے۔ اسی طرح والد محترم نے بھی آپ رحمتہ اللہ کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ دی جبکہ آپ رحمتہ اللہ کے والد ماجد کے ماموں حضرت پیر سید فضل دین رحمتہ اللہ بھی آپ رحمتہ اللہ کی شخصیت کی تعمیر میں روز اول ہی سے دلچسپی رکھتے تھے۔

حضرت پیر مہر علی شاہ رحمتہ اللہ ابھی محض چار سال ہی کے تھے کہ عربی کا پہلا قاعدہ پڑھنا شروع کر دیا تھا۔ آپ رحمتہ اللہ گھر سے باہر نکل جاتے اور تنہا گوشوں میں بیٹھ کر سبق یاد کرتے اور کوشش کرتے کہ روزانہ زیادہ سے زیادہ سبق حاصل کریں اور اس کی مکمل تیاری کریں۔

حضرت پیر مہر علی شاہ رحمتہ اللہ ایک روز قاعدہ پڑھنے کی غرض سے خانقاہ کے قریب والی جھاڑیوں

میں گئے اور وہاں سبق یاد کرنا شروع کر دیا۔گرمی کا موسم تھا۔حدت و حرارت اپنی شدت و شرارت سے معمور تھی۔تاہم ایسے میں پڑھتے پڑھتے حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ کو وہاں نیند آ گئی اور آپ رحمۃ اللہ وہیں زمین پر ہی سو گئے۔

اتفاقاً وہاں سے حضرت پیر سیّد فضل دین رحمۃ اللہ نماز ظہر کی تیاری کے سلسلہ میں باہر نکلے تو آپ رحمۃ اللہ نے دیکھا کہ حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ قاعدہ سینے پر رکھے دھوپ میں سوئے ہوئے ہیں۔انہوں نے دوڑ کر اپنے چھاتہ سے ننھے مہر علی شاہ رحمۃ اللہ پر سایہ کیا اور خادم کو بلا کر گھر بھجوایا تاہم وہ بہت خوش ہوئے کہ کم سن مہر علی شاہ رحمۃ اللہ میں کس قدر ذوق وشوق کے ساتھ تعلیم کا جذبہ پایا جاتا ہے۔

حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ بچپن ہی سے تنہائی پسند تھے۔بہت کم بولتے تھے، یوں محسوس ہوتا تھا جیسے "پہلے تو لو۔ پھر بولو" والا اصول اپنایا ہوا ہے۔درحقیقت یہی اصول ہی زندگی کا سنہری اصول ہے اور وہی لوگ ہی کامیاب رہتے ہیں جو بولتے کم لیکن عمل زیادہ کرتے ہیں حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ کم سنی ہی میں تنہائی کی تلاش میں گھر سے نکل پڑتے تھے۔رات کے پُر سکون لمحات میں آپ رحمۃ اللہ دروازے کی کنڈی کھول کر باہر نکل جاتے تھے۔شروع میں انتہائی چھوٹی عمر ہونے کے باعث آپ رحمۃ اللہ کا ہاتھ دروازے کی کنڈی تک نہیں پہنچتا تھا تو آپ رحمۃ اللہ نیچے کوئی چیز رکھ کر اس پر چڑھ کر دروازہ کی کنڈی کھول لیتے تھے اور پھر رات کا بیشتر حصہ گھر کے قریب ہی پہاڑی نالے کے پاس یا پھر جھاڑیوں میں گزارتے۔

اس دوران آپ رحمۃ اللہ پر اک عجیب سی انجانی سی کیفیت طاری ہوتی۔آپ رحمۃ اللہ محسوس کرتے کہ کوئی خاص قوت ہے جو آپ رحمۃ اللہ کو ایسا کرنے پر مجبور کر رہی ہے۔ایسے عالم میں آپ رحمۃ اللہ اپنے جسم میں اک خاص قسم کی حرارت محسوس کرتے۔بعض اوقات یہ حرارت و حدت اس قدر بڑھ جاتی کہ آپ رحمۃ اللہ نالے کے ٹھنڈے یخ بستہ پانی سے غسل کرتے۔دراصل یہ عشق الٰہی کی حرارت تھی، یہ حبِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدت تھی، یہ معرفت کی منزل پر رواں دواں ہونے کی گرمی تھی جو آپ رحمۃ اللہ کو بے قرار و بے تاب رکھتی تھی۔

ربّ ذوالجلال کے منتخب بندے بچپن ہی سے نرالی اور انہونی خصوصیات کے مالک ہوتے

ہیں۔ چنیدہ و چیدہ روحوں کا ڈھنگ جدا اور انوکھا ہوتا ہے۔ ان کی عادات، ان کے اطوار، ان کے خصائل، ان کا کردار دوسرے انسانوں سے مختلف بھی ہوتا ہے اور منفرد بھی۔ وہ انسانیت کے خوبصورت ترین معنی و مفہوم میں انسان ہوتے ہیں۔ ان کا ہر فعل و عمل اس امر کی عکاسی کرتا ہے کہ وہ واقعی مسجود ملائک ہیں۔

حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ کا کردار اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ بچپن اور کم سنی ہی میں قربِ الٰہی کے تمنائی تھے۔ نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے شیدائی تھے اور منزل سلوک و معرفت کے راہی تھے۔ ایسے افراد کی ایک علامت و نشانی یہ بھی ہوتی ہے کہ شیطانی طاقتیں انہیں راہ سے بھٹکانے کی حتی المقدور کوشش کرتی ہیں مگر خدا کے یہ بندے شیطان کو مار بھگاتے ہیں حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ قرآن کریم کی تعلیم خانقاہ کے درس میں حاصل کرتے تھے جبکہ اردو اور فارسی زبان کی تعلیم کے لئے مدرسہ میں جاتے تھے۔ ان دونوں تعلیمات کے لئے الگ الگ اوقات مقرر تھے تاہم ان دونوں کے درمیان قدرے وقفہ ہوتا۔ حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ اس وقفہ میں آرام کرنے کی بجائے ایک گوشے میں بیٹھ کر سبق دہراتے تھے۔ پچھلا سبق دہرا کر آئندہ کے سبق پر بھی نظر ڈال لیتے تھے تاکہ اس میں کوئی مشکل پیش آئے تو استاد محترم سے پوچھ سکیں۔

قوّت حفظ و حافظہ اک خداداد صلاحیت ہے۔ ربّ قادر و قدیر جسے چاہتا ہے فراوانی سے عطا کرتا ہے۔ اسی قوّت و اہلیت کا یہ عملی ثبوت ہے کہ آج پوری دنیا میں کلام الٰہی کے حفّاظ کی تعداد کروڑوں میں ہے۔ یہ افراد بالا رادہ قرآن پاک کو حفظ کرتے ہیں۔ پہلے ناظرہ پڑھتے ہیں پھر حفظ کا مرحلہ آتا ہے۔

مگر حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ کو خدائے بزرگ و برتر نے صلاحیت حافظہ کا انوکھا و نرالا رنگ عطا کیا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ جس قدر ناظرہ پڑھتے، قرآن خود بخود سینے میں محفوظ ہوتا چلا جاتا تھا۔ یوں آپ رحمۃ اللہ کا ناظرہ و حفظ کا عمل ایک ساتھ جاری رہتا تھا۔ یہ منفرد صلاحیت آپ رحمۃ اللہ کا خاصہ تھی۔

حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ کے استاد مکرّم روزانہ آپ رحمۃ اللہ کو جس قدر ناظرہ قرآن پاک

پڑھاتے تھے اگلے روز آپ رحمۃ اللہ اسے زبانی سنا دیتے تھے۔

صرف ونحو کی تعلیم کے لیے مولوی غلام محی الدین رحمۃ اللہ کو حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ کا استاد مقرر کیا گیا۔ وہ علاقہ پکھلی ہزارہ سے تعلق رکھتے تھے۔ صرف ونحو میں خصوصی مقام رکھتے تھے۔ انہوں نے آپ رحمۃ اللہ کو کافیہ تک تعلیم دی۔ ان استاد محترم کے ساتھ بھی حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ کی تقریباً یہی صورت حال رہی کہ جو سبق بھی استاد محترم دیتے تھے وہ آپ رحمۃ اللہ زبانی یاد کر کے آتے تھے مگر بالا رادہ یاد کرتے تھے۔ جب آپ رحمۃ اللہ اپنے استاد مکرم کو تمام سبق زبانی سناتے تو وہ مسرت و حیرت کی ملی جلی کیفیت سے سرشار ہو کر آپ رحمۃ اللہ کو شاباش دیتے تھے۔

حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ کے استاد محترم مولوی غلام محی الدین رحمۃ اللہ نے آپ رحمۃ اللہ کی خداداد صلاحیتوں کو اچھی طرح جان اور پہچان لیا تھا۔ انہیں یقین تھا کہ یہ طالب علم اپنے وقت کا ولی وقلندر بنے گا۔ چنانچہ استاد مکرم آپ رحمۃ اللہ کی تعلیم پر خصوصی توجہ دیتے اور انتہائی ذوق وشوق سے پڑھاتے تھے جبکہ آپ رحمۃ اللہ بھی از حد انہماک واشتیاق کے ساتھ پڑھتے تھے۔

اپنے بزرگوں کی ہدایت کے مطابق آپ رحمۃ اللہ نے گولڑہ شریف کو خیر باد کہا اور رب کائنات سے یہی دعا کی کہ جو درس آپ رحمۃ اللہ کے لیے بہتر ہے اس کی طرف رہنمائی فرما۔

آپ رحمۃ اللہ محو سفر رہے۔ راستے میں ایک ٹیلہ آیا۔ اس ٹیلہ سے تین جانب راستے نکلتے تھے اور تینوں راستے وہاں کی معروف ومشہور درس گاہوں کی جانب جاتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ دل ہی دل میں فیصلہ نہیں کر پا رہے تھے کہ کس درس میں داخلہ لیں اور جس درس میں داخلہ لیں اسے کس بنا پر منتخب کریں۔

حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ اس ٹیلہ پر چڑھ گئے اور غور وفکر کرنے لگے کہ کس راستے کا رخ کریں۔ یکدم آپ رحمۃ اللہ کی نظر ان راستوں پر سوکھتے ہوئے ان کپڑوں پر پڑی جو وہاں کی عورتوں نے دھوپ میں دیواروں پر ڈالے ہوئے تھے۔

حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ نے ایک راستے کی جانب نگاہ کی تو آپ رحمۃ اللہ کو وہاں سوکھتے ہوئے کپڑے مختلف رنگوں کے نظر آئے۔ دوسری جانب نظر دوڑائی تو وہی صورت حال پائی اور پھر جب تیسری جانب نگاہ کی تو آپ رحمۃ اللہ نے دیکھا کہ اس جانب تمام کپڑے سفید اور روشن تھے۔

یہ تیسرا راستہ موضع بھوئی علاقہ حسن ابدال کی جانب جاتا تھا اور اس طرف مشہور و معروف عالم و فاضل حضرت مولانا محمد شفیع قریشی رحمۃ اللہ کا درس تھا۔ حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ نے ان کپڑوں کی سفیدی اور چمک سے یہی تاثر لیا کہ یہ راستہ روشنی اور نورانیت کی جانب جاتا ہے چنانچہ آپ رحمۃ اللہ اس راستے کی جانب چل پڑے اور حضرت مولانا محمد شفیع قریشی رحمۃ اللہ کے درس میں پہنچ گئے۔ اس درس میں پہنچ کر آپ رحمۃ اللہ نے حضرت مولانا محمد شفیع قریشی رحمۃ اللہ کی خدمت اقدس میں حاضری دی اور ان سے ان کے درس میں شمولیت کا عندیہ ظاہر کیا تو انہوں نے کسی توقف و تامل کے بغیر آپ رحمۃ اللہ کو اپنے درس میں داخل فرما لیا۔

حضرت مولانا محمد شفیع قریشی رحمۃ اللہ کے درس میں حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ نے کوئی دو اڑھائی سال تک تعلیم حاصل کی۔ اس دوران آپ رحمۃ اللہ نے رسائل منطق قطبی تک اور نحو اور اصول کے درمیانہ اسباق کی تدریس سے استفادہ کیا۔

حضرت مولانا محمد شفیع قریشی رحمۃ اللہ کے درس میں آپ رحمۃ اللہ نے انتہائی انہماک و اشتیاق کا مظاہرہ کیا۔ لحہ لحہ اور لحظہ لحظہ تعلیم کے حصول میں مصروف و مستغرق رہے اور اپنی طرف سے پوری کوشش و کاوش کی کہ استاد محترم حضرت مولانا محمد شفیع قریشی رحمۃ اللہ کے علم و فضل سے زیادہ سے زیادہ مستفید و مستفیض ہوں۔

موضع بھوئی میں دورانِ تعلیم حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ نے اپنی ذہانت و فطانت اور قابلیت و اہلیت کا ایسا بے مثل و بے مثال مظاہرہ کیا کہ اس کی شہرت دور دور تک پھیلی اور حیرت و حیرانی کی ایسی فضا قائم ہوئی کہ مشاہدہ کرنے والے اسے تاحیات فراموش نہ کر سکے بلکہ دوسروں کو سناتے رہے اور ربّ کریم و عظیم کی عطا کا اعتراف کرتے رہے۔

حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ نے موضع بھوئی علاقہ حسن ابدال میں مولانا محمد شفیق قریشی رحمۃ اللہ کے درس میں شبانہ روز محنت و مشقت سے کام لیتے ہوئے تعلیم کے عمل کو تیزی و سُرعت کے ساتھ مکمل کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ آپ رحمۃ اللہ نصاب کی کتب کے علاوہ بھی مدرسہ کی لائبریری میں موجود کتب سے استفادہ کرتے تھے۔

حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ زمانہ طالب علمی کے دوران اپنے ہم جماعت طلباء سے روزانہ کے

سبق کے حوالے سے تبادلہ خیالات کرتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہم جماعت طلباء کو جن باتوں کے بارے میں کسی قسم کی تشریح وتوصیف مطلوب ہوتی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ ان کی رہبری و رہنمائی فرماتے۔ سچ ہے کہ علم تقسیم کرنے سے بڑھتا ہے اور یہ بات حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ پر حرف بہ حرف صادق آتی تھی۔

حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ جس درس میں بھی رہے اور جہاں بھی رہے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا خرچ خود برداشت کیا۔ درس والوں سے لینے یا ان کے خرچے پر گزارہ کرنے کی بجائے نہ صرف یہ کہ اپنے اخراجات خود پورے کیے بلکہ ہو سکا تو اپنے ہم مکتب طالبعلموں کی مدد واعانت بھی کی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ہر ماہ کا خرچ اپنے گھر سے پہنچ جاتا تھا۔ جسے آپ رحمۃ اللہ علیہ محض اس وقت ہی خرچ کرتے تھے جب اس کے بغیر گزارا نہیں ہو سکتا تھا وہاں تمام رقم میں سے زیادہ تر دوسروں پر خرچ کرنے کو ترجیح دیتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اچھی طرح جانتے تھے کہ دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر و برتر ہوتا ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ مدرسہ ومکتبہ میں تعلیم کے دوران زیادہ تر روزہ سے رہتے تھے۔ سحری وافطاری بھی واجبی سے کرتے تھے۔ بعض اوقات جان بوجھ کر فاقہ بھی کر لیتے تھے تاکہ فاقہ زدہ افراد کی کیفیت وحالت کا اندازہ لگا سکیں۔

ایسا بھی ہوا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی رقم تو نادار طلباء میں تقسیم کر دی مگر جب خود بھوک برداشت سے باہر ہوئی تو طلباء کے جمع کردہ ٹکڑوں سے پیٹ بھر لیا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اس عادتِ سخاوت وعنایت کی وجہ سے اکثر طلباء آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ایسی نگاہِ قدر ومنزلت سے دیکھتے تھے اور اس قدر عزت ووقعت دیتے تھے جیسے وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدت و ارادت مند ہوں۔ مزید یہ کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ریاضت ومجاہدہ سب پر عیاں تھے۔ یوں آپ رحمۃ اللہ علیہ جس درس اور جس مکتب و مدرسہ میں بھی رہے منفرد وممتاز حیثیت لیے رہے اور ہم مکتب طلباء کے دلوں میں قیام ومقام بنا کر رہے۔ سچ ہے کہ کسی کے دل میں مقام پیدا کرنا مشکل ترین کام ہے جبکہ کسی کی نظر سے گرنا ازحد آسان ہے۔ کس قدر نادر ونایاب ہوتے ہیں وہ افراد جو لوگوں کے دلوں کو جیتتے اور ان کے ذہنوں کو اپنے کردار سے مسخر کرتے ہیں اور ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات

کے مصداق حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کم سنی ہی میں ایسی خوبیاں تھیں کہ لوگوں کے دل موہ لیتے تھے۔ اسلام اسی طرح کی خصوصیات اور اسی طرح کا ایثار و قربانی چاہتا ہے اور یہ خوبیاں حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ میں بچپن ہی سے بدرجہ اتم موجود تھیں۔ حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ تو ایسے شجر سایہ دار کی طرح تھے کہ جو خود دھوپ میں جلتا ہے مگر دوسروں کو سایہ فراہم کرتا ہے۔ ایسے پھل کی طرح تھے جو بغیر تمنا و خواہش کئے نیچے بیٹھے شخص کی جھولی میں آ گرتا ہے۔ ایسے بادل کی طرح تھے جو بن ساون کے بھی برستا ہے۔ ایسی شمع کی مانند تھے جو خود جل جاتی ہے مگر دوسروں کو روشنی فراہم کرتی ہے۔

حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ حد درجہ تنہائی پسند تھے مگر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تنہائی پسندی قطعی طور پر مخلوقِ خدا سے دوری کے پیش نظر نہیں تھی بلکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ خلوت میں زیادہ آسانی اور سکون کے ساتھ عبادت و ریاضت کر سکتے تھے چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ جہاں بھی جاتے ایسی جگہ کی تلاش میں رہتے کہ جہاں آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک ہوں تو وہاں دوسرا نہ ہوتا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ رب ذوالجلال سے لو لگائیں۔ حمد و ثنا کریں۔ تسبیح پڑھیں یا نوافل ادا کریں کوئی خلل ڈالنے والا نہ ہو۔

حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ خداداد ذہانت و فطانت کے مالک ہونے کے ساتھ ساتھ علم کے حصول میں شب و روز مصروف رہتے تھے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا تھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نماز عشا کی ادائیگی کے بعد مطالعہ شروع کرتے تھے تو نماز فجر کی اذان ختم کرتے تھے۔ تعلیم کا انہماک و اشتیاق اس قدر ہوتا تھا کہ موسم سرما کی لمبی راتیں یوں محسوس ہوتا تھا جیسے پل بھر میں گزر گئی ہوں۔ استغراق کا یہ عالم کسی کسی کو نصیب ہوتا ہے۔

حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے مطالعہ کے ساتھ ساتھ اپنے سے چھوٹے درجہ کے طلبا کو پڑھایا بھی کرتے تھے۔ بے شک علم تقسیم کرنے سے بڑھتا ہے اور پھر وہ وقت آیا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پڑھنے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی۔

ایسا بھی دور آیا کہ حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے شکر کوٹ میں رہائش اختیار کر لی۔ یہ سب آپ رحمۃ اللہ علیہ نے شکر کوٹ کے ان طلبا کے اصرار پر کیا جو آپ رحمۃ اللہ علیہ سے درس لیتے تھے۔ ان ایام میں آپ رحمۃ اللہ علیہ پڑھنے کے لئے دن کے وقت انگہ تشریف لے آتے اور شام کو شکر کوٹ پہنچ کر

وہاں کے طلبا کو پڑھاتے۔ ایک ہی وقت میں آپ ایک جگہ شاگرد اور دوسری جگہ استاد تھے جبکہ موضع انگہ کے مدرسہ میں تو آپ رحمۃ اللہ شاگرد اور استاد دونوں مراتب کے حامل تھے اور دونوں حیثیتوں کو انتہائی احسن و افضل طریقے سے نبھاتے تھے۔

حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ کو ربّ قادر و قدیر نے جہاں عشقِ الٰہی کی دولت فراوانی سے عطا کی تھی علم و عمل کی نعمت بے پایاں سے نوازا تھا وہاں خوش الحانی اور شیریں بیانی کی اہلیت و صلاحیت بھی ارفیعت کے ساتھ بخشی تھی۔

آپ رحمۃ اللہ کی عام گفتگو میں ایسی مٹھاس او چاشنی ہوتی تھی کہ سامع و مخاطب کا دل چاہتا تھا کہ آپ رحمۃ اللہ بولتے رہیں اور وہ سنتا رہے۔ آپ رحمۃ اللہ کردار و گفتار کا ایک ایسا حسین و جمیل مرقع تھے کہ جس پر زندگی بجا طور پر فخر و ناز کر سکتی ہے۔

ان دنوں جبکہ آپ رحمۃ اللہ جنگلوں اور ویرانوں میں جانے سے راحت و فرحت محسوس کرتے تھے تو آپ رحمۃ اللہ اکثر و بیشتر وہاں بلند آہنگ میں عشقِ الٰہی میں ڈوبے ہوئے اشعار اس سوز و گداز سے پڑھتے تھے کہ آپ رحمۃ اللہ کے ہم جماعت و ہم مکتب طلبا کے ساتھ ساتھ قرب و جوار کے لوگ آپ رحمۃ اللہ کی لاعلمی میں آپ رحمۃ اللہ کی خوش الحانی سے لطف اندوز ہوتے تھے اور چھپ چھپ کر منتظر رہتے تھے کہ کب آپ رحمۃ اللہ تشریف لائیں گے اور وہ آپ رحمۃ اللہ کی خوش گلوئی سے مستفید و مستفیض ہونگے۔

حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ جہاں خود خوش الحانی کی دولت سے مالا مال تھے وہاں دوسروں کی خوش الحانی کو بھی پسند کرتے تھے اور برملا تعریف کرتے تھے۔ محفل سماع میں آپ رحمۃ اللہ کی کیفیت دیدنی ہوتی تھی۔ عشقِ الٰہی کی شدت وحدت ان لمحاتِ سعادت آفریں میں آپ رحمۃ اللہ کو سرشاری کے حصار میں لے لیتی تھی۔ اس سرشاری کے ہمرکاب اک ناقابل بیان بے قراری آپ رحمۃ اللہ کے جسم کے انگ انگ سے اپنا رنگ دکھاتی تھی۔

جن ایام میں حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ دن کو انگہ میں بطور طالب علم اور رات کو شکر کوٹ میں بطور استاد اپنے علم و عمل کی جولانیاں اور رعنائیاں بکھیرتے تھے۔ انہی لمحات و اوقات میں آپ رحمۃ اللہ نے شکر کوٹ میں ایک درویش منش بزرگ بابا تور ماہی کو دیکھا جو ہر ماہ کی گیارہ تاریخ

کو حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کے حُسن کردار کو مدنظر رکھتے ہوئے رب رحمٰن ورحیم کے نام پر ایک عدد دنبہ ذبح کرتے تھے۔ بعض اوقات بکرا بھی بسم اللہ اور اللہ اکبر پڑھ کر بارگاہ رب العزت میں قبولیت کی خاطر پیش کر دیتے تھے۔ ساتھ ہی روٹیاں اور حلوہ وغیرہ بھی غربا و فقراء میں تقسیم کرتے تھے۔

بابا نور ماہی کو حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے خاص عقیدت اور بے پایاں اُنس ومحبت تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اصرار کر کے دعوت میں شریک کرتے اور خوش ہوتے اور یہ کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے حال احوال کی مکمل خبر رکھنے کی کوشش کرتے۔

بابا نور ماہی کا یہ معمول تھا کہ ایک بکرا یا دنبہ ذبح کرنے کے فوراً بعد دوسرا خرید لیتے اور اسے پورا ماہ پالتے رہتے۔ ایک دفعہ حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ شکر کوٹ سے انگہ جا رہے تھے تو راستے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بابا نور ماہی کو دیکھا جو اس دنبے کے ساتھ کھیل کود میں مشغول تھے جو انہوں نے گیارہویں شریف کو ذبح کرنا تھا۔

حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا کہ بابا نور ماہی کبھی دنبے کو کندھے پر اٹھاتے تو کبھی اسے زمین پر کھڑا کر دیتے۔ کبھی اس کے سارے جسم پر ہاتھ پھیرتے تو کبھی اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر ہلکی سی سیٹی بجاتے۔ غرض بابا نور ماہی اور دنبے کی باہمی محبت اک عجیب اور حیرت افروز منظر پیش کر رہی تھی۔

حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ اس منظر کو قریب تر دیکھنے کی خاطر بابا نور ماہی کے پاس پہنچے۔ اس وقت آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دنبے کو مخاطب ہو کر بابا نور ماہی کو یہ کہتے سنا کہ ''اے میرے محبوب کے دنبے!''

انہی لمحات میں یکا یک حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں خیال آیا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ حصول علم سے فراغت کے بعد تدریس کی بجائے صرف گوشۂ خلوت میں کتب کا مطالعہ کریں گے۔

یہ خیال دل میں سمائے جب حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی جانب غور سے دیکھا اور خلوص و محبت بھرے لہجے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کو مخاطب ہو کر کہا:

''جو آدمی علم حاصل کرنے کے بعد آگے تقسیم نہیں کرتا وہ ایسے درخت کی طرح ہوتا

ہے جو پھل نہیں دیتا۔"

اس عقیدت و محبت بھرے جملے کا حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ پر از حد اثر ہوا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے وہ خیال ترک کر دیا۔

علم اور سفر کا ہمیشہ سے چولی دامن کا ساتھ رہا ہے۔ علم کے حصول کی خاطر سفر کی صعوبتیں اللہ کے نیک بندوں کیلئے کوئی معنی نہیں رکھتیں۔ صحابہ عظام رضی اللہ عنہم محض ایک حدیث کے حصول یا تصدیق و توثیق کیلئے طویل و دشوار گزار سفر کرتے تھے۔ نبی رحمتؐ کے فرمان کے مطابق علم حاصل کیا جائے چاہے چین ہی کیوں نہ جانا پڑے۔

حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی علم کے حصول کیلئے گھر سے دوری اور مسافری اختیار کی۔ بہتر سے بہتر مدرسہ و مکتب اور اعلیٰ سے اعلیٰ استاد کی تلاش میں رہے۔ علم کے نگینے اور ہیرے جہاں سے بھی ملنے کا امکان پیدا ہوا آپ رحمۃ اللہ علیہ دوڑے ہوئے گئے اور جو کچھ ایک جگہ سے ملا وہ لے کر دوسری جگہ کا عزم کر لیا۔ بیشک علم کی کوئی حد اور سرحد نہیں۔ یہ مومن اور مسلمان کی گمشدہ میراث ہے جہاں سے بھی ملے اسے حاصل کر لینا چاہیے۔

حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے موضع انگہ میں مولانا سلطان محمود رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ و مکتب میں تقریباً اڑھائی سال حصول علم میں صرف کیے۔ اس دوران آپ رحمۃ اللہ علیہ درس نظامی کا نصاب پڑھتے رہے البتہ اسے اتنا ہی پڑھ سکے جتنا وہاں پڑھایا جاتا تھا۔ یوں درس نظامی کے کورس میں سے فلسفہ، معقول، ریاضی اور فقہ کی آخری کتب باقی رہ گئیں، اسی طرح حدیث پاک میں صحاح ستہ اور تفسیر میں بیضاوی وغیرہ کی تعلیم بھی ابھی رہتی تھی۔ ان کتب کی تعلیم کے لئے اس دور میں عمومی طور پر طلباء ہندوستان کے مختلف مدارس میں داخلہ لیتے تھے۔

حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے خوش نویسی بھی سیکھی ہوئی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خوش نویسی کے استاد مشہور و معروف خوش نویس منشی غلام احمد ساکن کھبیکی تھے جو مروّجہ تمام خطوط پر کامل دسترس رکھتے تھے۔

حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی عالمانہ قابلیت اور فاضلانہ لیاقت کی مہک اس قدر تیز اور اثر انگیز تھی کہ ہر صاحب بصیرت و بصارت اسے دور ہی سے پہچان لیتا تھا اور اکثر و بیشتر ایسا ہوتا کہ

زبانِ خاص و عام سے بے اختیار ''پیر جی'' ادا ہوتا تھا۔ یہ وہ لقب تھا جو اس قدر مشہور و معروف ہوا کہ رہتی دنیا تک آپ رحمۃ اللہ کے نام کا جزو لازم بن گیا۔

علی گڑھ میں قیام کے دوران حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ حسب معمول شب و روز مطالعہ میں اس طور مصروف و مشغول رہتے تھے کہ تحقیق کا عمل بھی بالا رادہ جاری رہتا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ اپنے نصاب کی ہر کتاب کے ہر سبق کے ہر نکتے پر تفصیلی غور و فکر کرتے تھے اور معاملے کی تہہ تک پہنچنے کی ہر ممکن کوشش و کاوش فرماتے تھے۔

تاریخ اسلام شاہد ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے مقبول بندوں نے ہمیشہ کم کھانے پر زور دیا ہے۔ روزہ اور فاقہ ان کا معمول رہا ہے۔ وہ خود کم کھاتے ہیں مخلوقِ خدا کو زیادہ کھلاتے ہیں۔ خود محض اتنا کھاتے ہیں کہ جس سے خالق و مخلوق کا رشتہ قائم رہے۔ جسم و جاں میں اتنی سکت ضرور باقی رہے کہ عبادت و ریاضت کر سکیں۔ حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ کا بچپن سے دمِ آخریں تک یہی معمول اور یہی اصول رہا۔

حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ بے پناہ صلاحیتوں اور قابلیتوں کے باوجود از حد منکسر المزاج تھے۔ آپ رحمۃ اللہ نے ہمیشہ اپنے آپ کو طالب علم ہی سمجھا اور علم کی طلب و جستجو ہی میں زندگی گزاری، آپ رحمۃ اللہ جہاں خود عاجزانہ طبیعت کے مالک تھے وہاں دوسروں سے بھی یہی توقع رکھتے تھے کہ وہ عاجزی و انکساری کو اپنا شعار اور وقار بنائیں۔

یہ حقیقت ہے کہ مُشک کی مہک کسی صورت چھپائے نہیں چھپتی۔ وہ ہمہ وقت پھیلتی چلی جاتی ہے اور اپنی مہک سے پورے ماحول کو معطر و مطہر کر دیتی ہے۔ یہی صورتحال حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ کی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ کی قابلیت و لیاقت اور ذہانت و فطانت کی خوشبو سے سہارنپور مہک اٹھا تھا۔ گویا روحانی حوالے سے اک بہار کا سا سماں تھا۔

سہارن پور میں مختلف مکتبہ ہائے فکر کے علماء تشریف لایا کرتے تھے۔ بعض اوقات یہ علماء اختلافی امور پر بحث چھیڑ دیتے تھے۔ فریقین اپنے نقطہ نظر کے حق میں دلائل دیتے تھے اور اکثر و بیشتر بحث لاحاصل رہتی تھی۔ کوئی بھی فریق دوسرے کے دلائل سے قائل ہونے کیلئے تیار نہیں ہوتا تھا۔ یوں کوئی نتیجہ نہیں نکلتا تھا۔

حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ کے استاد مکرم حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ نے آپ رحمۃ اللہ کو بخاری شریف اور مسلم شریف دونوں کی سند عطا کی۔ یہ 1295 ہجری کا سال تھا۔ یوں اس وقت حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ کی عمر مبارک تقریباً بیس برس تھی۔ اس قدر کم عمری میں آپ رحمۃ اللہ نے حیران کن حد تک بہت زیادہ تعلیم حاصل کر لی تھی۔

حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ اپنے استاد معظم حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ سے سند حدیث حاصل کرنے کے بعد گھر واپس لوٹے۔ آپ رحمۃ اللہ اپنے سابقہ استاد حضرت مولانا لطف اللہ رحمۃ اللہ سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد کسی قسم کی کوئی سند حاصل نہیں کی تھی۔ اس بات کو ایک معقول عرصہ گزر چکا تھا اور آپ رحمۃ اللہ کا اپنے استاد حضرت مولانا لطف اللہ رحمۃ اللہ سے کوئی رابطہ بھی نہیں تھا۔

اس دوران حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ کو پتہ چلا کہ آپ رحمۃ اللہ کے استاد معظم حضرت مولانا لطف اللہ رحمۃ اللہ کافی ضعیف العمر ہیں اور یہ کہ آپ رحمۃ اللہ سے ملاقات کی دل میں کسک محسوس کرتے ہیں۔ یہ بات حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ کو آپ رحمۃ اللہ کے فرزند ارجمند حضرت سیّد غلام محی الدین شاہ رحمۃ اللہ المعروف ''بابو جی'' نے بتائی جو 1916ء میں جب ہندوستان گئے تو انہوں نے حضرت مولانا لطف اللہ رحمۃ اللہ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔

یہ سن کر آپ رحمۃ اللہ نے اک عجب اضطراب اور بے قراری سی محسوس کی اور عزم مصمم کر لیا کہ آپ رحمۃ اللہ اپنے استاد معظم سے ملاقات کیلئے ضرور تشریف لے جائیں گے۔

اور پھر کچھ مدت بعد موقع ملتے ہی حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ نے رخت سفر باندھا۔ اپنے استاد معظم کیلئے کافی سارے تحائف ساتھ لئے اور منزل کی جانب چل پڑے۔

اس وقت حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ کے علم و معرفت کی شہرت دور دور تک پھیل چکی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ جب اپنے استاد معظم حضرت مولانا لطف اللہ رحمۃ اللہ کی قیام گاہ پہنچے تو وہاں آپ رحمۃ اللہ کے استاد مکرم کی محفل میں علماء کرام کی ایک کثیر تعداد موجود تھی۔

استاد اور شاگرد ایک عرصہ کے بعد آپس میں ملے تھے تو اک والہانہ عقیدت اور اس مشفقانہ محبت کا اک روح پرور منظر دیکھنے والوں نے دیکھا۔ اک عجب کیفیت تھی جسے الفاظ بیان کرنے سے عاجز و عاری ہیں۔ حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ نے اپنے استاد معظم کی از حد تعظیم و تکریم کی۔

اک عرصہ بعد آنے کی وجہ اور اپنی مصروفیات کا حال بیان کیا۔

دونوں استاد اور شاگرد تخلیہ میں تشریف لے گئے اور مختلف علمی و اسلامی موضوعات پر گفتگو کی اور بیتے دنوں کی یادیں تازہ کیں اور ان ایام کی روداد ایک دوسرے کو سنائی جن ایام میں دونوں استاد اور شاگرد ایک دوسرے سے دور رہے تھے۔

دور و نزدیک کے علماء کرام کو جب حضرت پیر مہر علی شاہ رحمتہ اللہ کی آمد کا علم ہوا تو وہ دوڑے ہوئے پہنچے اور حضرت پیر مہر علی شاہ رحمتہ اللہ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ علمی مباحث اور تبادلہ خیالات کی محافل منعقد ہوئیں اور کئی روز تک جاری و ساری رہیں جن میں علماء کرام نے حضرت پیر مہر علی شاہ رحمتہ اللہ کے علم سے فیض حاصل کیا۔

ان محافل میں علماء کرام رحمتہ اللہ نے حضرت پیر مہر علی شاہ رحمتہ اللہ سے اتفاقی و اختلافی دونوں مسائل پر بات کی۔ انہوں نے اپنے علم میں اضافہ کی خاطر آپ رحمتہ اللہ سے مختلف قسم کے سوالات کئے جن کے آپ رحمتہ اللہ نے شافی جوابات دیئے۔ یہ محافل کیا تھیں حضرت پیر مہر علی شاہ رحمتہ اللہ کے علم کا ایک چشم کشا اور علم افروز مظاہرہ تھا جو بھی اس محفل میں شریک ہوا اس نے تاحیات اس کی حدت و حرارت اور خوشی و خوشبو کو محسوس کیے رکھا۔

علی گڑھ میں قیام کے دوران آپ رحمتہ اللہ کے استاد معظم حضرت مولانا لطف اللہ رحمتہ اللہ نے آپ رحمتہ اللہ کو جو اسناد اور اجازت نامے مرحمت فرمائے۔ ان میں اجازت نامہ کتب حدیث صحاح ستہ' اجازت نامہ مشکوٰۃ شریف' اجازت نامہ قرآن مجید' ترجمہ و تفسیر اور اجازت نامہ حدیث ضیافت الاسودین خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اس اجازت میں متعلقہ کتب کی تدریس و تعلیم اور روایت کے ساتھ ساتھ تحقیق و استفادہ کی تمام صورتیں شامل تھیں اور ان اساتذہ کا ذکر بھی تھا کہ جن سے حضرت مولانا لطف اللہ رحمتہ اللہ نے یہ اجازت حاصل کی تھی اور حسب روایت اساتذہ کے اسمائے گرامی سلسلہ وار درج کیے گئے تھے۔

حضرت پیر مہر علی شاہ رحمتہ اللہ کے استاد مکرم حضرت مولانا لطف اللہ رحمتہ اللہ نے آپ رحمتہ اللہ کو یہ اجازت نامے ازحد خوشی و مسرت کے ساتھ عنایت کیے۔ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے اپنی حیات ناپائیدار کے تجربات و مشاہدات کا نچوڑ حضرت پیر مہر علی شاہ رحمتہ اللہ کو بتایا کیونکہ حضرت

لطف اللہ رحمۃ اللہ علیہ اب اپنی عمر مستعار کے آخری حصہ میں تھے اور تھوڑے ہی عرصہ بعد انہوں نے جہان فانی کو خیر باد کہہ دیا تھا۔

حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بھی خوش قسمتی وخوش بختی قابل رشک رہی کہ رب کریم وعظیم نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ان اساتذہ کے فیض سے نوازا کہ جو اپنی حیات مستعار کے آخری عرصہ میں تھے کہ جس میں ایک عالم و فاضل اپنے علم و فضل کی انتہا پر ہوتا ہے۔ حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ بھی محض دو سال بعد انتقال فرما گئے تھے اور یہ ایک قابل غور حقیقت ہے کہ حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ طریقت حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ سے خلافت بھی ان کی زندگی کے آخری دور میں ہی حاصل کی تھی۔

حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ 1295 ہجری بمطابق 1878 عیسوی میں مختلف مقامات سے تحصیل علم کے بعد اپنے وطن گولڑہ شریف پہنچے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد محترم حضرت پیر سید نذر دین شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور سلسلۂ عالیہ جدیہ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ طریقت اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد محترم کے ماموں حضرت پیر سید فضل دین شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ المعروف ''بڑے پیر صاحب'' نے انتہائی خوشی و خوشنودی کے ساتھ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو خوش آمدید کہا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی علمی قابلیت ولیاقت اور ذہانت و فطانت پر مسرت وانبساط کا اظہار کیا کیونکہ دونوں حضرات مکرم رحمۃ اللہ علیہ اپنے فرزند عظیم حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیت وصلاحیت کی شہرت سن چکے تھے اور ذات باری تعالیٰ کے ممنوع و شکر گزار تھے کہ جس نے انہیں ایسے نیک سیرت اور با کردار و باصفا فرزند سے نوازا تھا۔

حضرت پیر سیّد نذر دین شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت پیر سیّد فضل دین شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ دونوں نے متفقہ طور پر یہی فیصلہ کیا ہے کہ حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو وہی کام کرنے دیا جائے جس کیلئے رب کائنات نے انہیں منتخب کیا ہے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کو حصول روزگار کے جھنجھٹ میں نہ الجھایا جائے بلکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو پورا پورا موقع دیا جائے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ دین اسلام کی اشاعت وتبلیغ اور عوام الناس کی فلاح واصلاح کیلئے اپنی حیات ناپائیدار کے لمحہ لمحہ اور لحظہ لحظہ کو مکمل طور پر وقف کر دیں۔

درحقیقت یہ امر ربی اور منشاء الٰہی ہونے کی نشانی ہوتی ہے کہ بعض پسندیدہ افراد کو دین اسلام کی خدمت اور انسانیت کی فلاح واصلاح کیلئے منتخب کر لیا جاتا ہے۔ یہ رب قادر وقدیر کی مرضی پر

منحصر ہے کہ جس سے چاہے جو کام لے۔ انسان کا کام محض سر تسلیم خم کرنا ہے اور سرخرو بھی وہی ہوتے ہیں جو سر تسلیم خم کرنے کا ہنر جانتے ہیں۔

حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ کو ربّ کائنات نے بے پناہ صلاحیتیں عطا کرنے کے بعد انسانیت کی فلاح و اصلاح کیلئے منتخب کر لیا تھا چنانچہ آپ رحمۃ اللہ نے منشاء خداوندی سے اس کام کا سفر آغاز کیا اور عبادت و ریاضت، مجاہدہ و مشقت کے ساتھ ساتھ درس و تدریس شروع کر دی۔

علم کی تقسیم سے علم میں اضافہ ہوتا ہے۔ حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ نے اس اصول پر عمل کرتے ہوئے اپنے آپ کو تعلیم و تدریس کیلئے ہمہ تن وقف کر لیا۔ آپ رحمۃ اللہ نے درس و تدریس کا یہ عمل قصبہ گولڑہ کی آبائی مسجد میں شروع کیا۔ آغاز میں 50 کے قریب طلباء آپ رحمۃ اللہ سے دینی علوم کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ اپنے تلامذہ کو از حد انہماک و اشتیاق سے پڑھاتے تھے اور طلباء بھی بھرپور محنت اور لگن کے ساتھ پڑھتے تھے' مسجد و مکتب جب ایک ہی مقام پر باہم بغلگیر ہوتے ہیں تو مشیتِ ایزدی سے تشنگانِ علم و معرفت کے مقدر بدل کر رہ جاتے ہیں بے شک تعلیم و تدریس ایک مقدس فریضہ ہے۔ انسان کو قرآن کے ذریعے رحمٰن کی جانب سے پہلا حکم یہی دیا گیا کہ ''پڑھو'' اور روزِ اوّل جب خالق کائنات نے آدمؑ کو تخلیق کیا تو اسے بھی سب سے پہلے اسماء کی تعلیم دی گئی۔ حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ نے بھی اسی پیغمبرانہ پیشہ کو اپنانے کا فیصلہ کیا تو والد محترم اور ان کے ماموں جان دونوں کی جانب سے آپ رحمۃ اللہ کو بصد خوشی و مسرت اس امر کی اجازت دی گئی اور واضح طور پر بتا دیا گیا کہ ربّ رازق و رزاق ہی رزق دینے والا ہے لہٰذا رزق کی فکر نہ کرو بلکہ لحہ لحہ ذکر الٰہی اور فکر آخرت میں گزارو۔ نونہالان وطن کی تعلیم و تربیت کرو اور اپنا وقت عبادت و ریاضت میں صرف کرو۔

حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ تعلیم و تدریس کے فن اور رموز سے بخوبی آشنا و آگاہ تھے۔ آپ رحمۃ اللہ کو ربّ رحمٰن و رحیم نے وہ تمام خوبیاں اور وہ تمام اوصاف ودیعت کر دیئے تھے جو ایک اعلیٰ و ارفع مقام کے حامل استاد میں ہونا چاہئیں۔

حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ اپنے تلامذہ میں انتہائی آسان اور عام فہم زبان میں سمجھاتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ کے سمجھانے کا انداز اس قدر دلفریب' دلچسپ اور دلنشیں ہوتا تھا کہ ہر طالب علم اس

میں گہری دلچسپی اور گہرے انہماک کا مظاہرہ کرتا تھا۔

آپ رحمۃ اللہ دوران تدریس ایسی سلیس اور آسان زبان استعمال کرتے تھے کہ ہر ذہنی سطح کا طالب علم اسے بخوبی سمجھ لیتا تھا۔ جب کبھی آپ رحمۃ اللہ کے ہم عصر علماء کو اس بات کا اتفاق ہوا کہ وہ آپ رحمۃ اللہ کو درس دیتا سن سکیں تو وہ آپ رحمۃ اللہ کی تدریس کی تکنیک میں طلباء کے ساتھ ساتھ خود بھی منہمک ہو جاتے تھے اور پھر جگہ جگہ آپ رحمۃ اللہ کے فن تدریس کی تعریف وتوصیف میں رطب اللسان رہتے تھے۔

تدریسی تنظیم کے تحت حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ نے یہ طریقہ وسلیقہ بھی استعمال کیا کہ ذہین و فطین طلباء کو اعلیٰ درجات کی کتب خود پڑھاتے تھے اور پھر انہیں کہتے تھے کہ ابتدائی جماعتوں کے طلباء کو وہ پڑھائیں تاکہ پڑھنے کے ساتھ ساتھ پڑھانے کا طریقہ بھی انہیں حاصل ہوتا رہے اور یوں وہ دونوں میدانوں میں بیک وقت مہارت حاصل کرتے رہیں۔

ان ذہین وفطین طلباء میں مولوی دوست محمد سکنہ بھوپڑ تحصیل چکوال، سید ممتاز علی شاہ سکنہ ریاست پونچھ مولوی فقیر محمد سکنہ راجڑ تحصیل فتح جنگ اور مولوی حضرت پیر سکنہ کھنگر ضلع ہزارہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ کا تدریسی عمل معلم کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے اس ارشاد کی جیتی جاگتی تصویر تھا کہ جس میں آپ ﷺ نے واضح طور پر اعلان کیا کہ ''میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں''۔

حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ کی تدریس کی نمایاں خوبی اور ممتاز وصف یہ تھا کہ آپ رحمۃ اللہ جہاں ذہین سے ذہین طلباء کو پڑھا اور سمجھا لیتے تھے وہاں کمزور ذہن اور بے ذوق و بے رغبت طلباء کو بھی نگاہ التفات اور زبان محبت وشفقت سے اس طور پڑھاتے کہ وہ نہ صرف پڑھائی میں حد درجہ دلچسپی لینے لگتا بلکہ بیشتر اوقات دوسرے ذہین طلباء سے آگے نکل جاتا اور ایک اچھے استاد کی یہی خوبی ہوتی ہے جو اسے ممتاز ومنفرد اور معروف ومقبول کرتی ہے اور حقیقی طور پر تدریس کے عمل کا کمال فن بھی یہی ہے۔

تحصیل علم کے بعد حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ جب ہندوستان سے واپس اپنے وطن لوٹے تو

آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی نکتہ سنجی، حاضر جوابی اور تبحر علمی کے باعث مقامی علما کی اکثریت کے حسد و عناد کا سامنا کرنا پڑا۔ وہ علما جنہوں نے برسوں اس میدان میں عرق ریزی کی تھی۔ انہوں نے جب دیکھا کہ ایک کم عمر عالم علمیت میں ان سے کہیں افضل و بہتر و برتر ہے تو وہ بغض و حسد کا شکار ہو گئے تاہم محدود تعداد میں ایسے علما بھی تھے جو حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمی قابلیت اور روحانی منزلت کے معترف تھے اور اس کا برملا اظہار بھی کرتے تھے کیونکہ وہ قدر شناسی کی دولت سے مالا مال تھے۔ بے شک ہیرے کی قدر و قیمت جوہری ہی جانتا ہے اور جو شخص جاننے کے باوجود بھی ماننے سے انکار کر دے وہ یقینی طور پر حسد و بغض و عناد جیسی بیماریوں کا شکار ہوتا ہے۔

حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ معمول و اصول اور کوشش اکثر و بیشتر یہی رہی کہ خاص طور پر اُن علما کے نظریات و خیالات کی اصلاح کی جائے جو کم علمی کے باعث عوام الناس کو بہکا و بھٹکا رہے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی خداداد ذہانت و فطانت اور لیاقت و قابلیت کے بل بوتے پر ایسے علما سے مناظرے و مذاکرے کیے اور مضبوط و مستحکم دلائل سے انہیں قائل کیا۔ اس سے ان کی اصلاح بھی ہوئی اور عوام الناس کی فلاح کے در بھی وا ہوئے۔ سلسلۂ اولیاء اللہ کے حوالے سے یہ زہ منفرد کام تھا جسے حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے ربِ خبیر و علیم کی مرضی و منشا سے انتہائی خوش اسلوبی کے ساتھ سر انجام دیا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کو جب بھی کسی ایسی صورتحال کا علم ہوتا تھا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ بلا توقف و تکلف متعلقہ مقام پر تشریف لے جاتے تھے اور ربِ کریم و عظیم کے فضل و کرم اور الطاف و عنایات سے کامیاب و کامران لوٹتے تھے۔

حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے اُستادِ معظم حافظ سلطان محمود رحمۃ اللہ علیہ کے ہمرکاب کئی بار سیال شریف جانے اور حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کرنے کا وافر موقع میسر آیا تھا۔ یوں اُن سے قربت و عقیدت کی تمازت حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے قلب و روح کو گرمائے رکھتی تھی۔ حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ پر خصوصی دستِ شفقت اور نگاہِ التفات رکھتے تھے۔

شفقت و التفات اور محبت و عقیدت کے اسی باہمی ربط ضبط کا نتیجہ تھا کہ حضرت پیر مہر علی

شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے ہندوستان سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد واپسی پر سیال شریف حاضری کا قصد فرمایا کیونکہ اب وہ وقت آ گیا تھا کہ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ سے محبت وعقیدت کو ارادت میں بدلنا ضروری سمجھا۔

حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ خصوصی اہتمام کے ساتھ سیال شریف پہنچے اور حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر حلقۂ ارادت میں شمولیت کا عندیہ ظاہر کیا۔ اس بات پر حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے خوشی وخوشنودی کا اظہار فرمایا۔ یوں حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ سلسلۂ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت کے اعزاز سے معزز ومشرف ہوئے جبکہ سلسلۂ عالیہ قادریہ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے خاندان میں ہی بیعت تھے۔

حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو رب کریم وعظیم نے یہ خاص ملکہ عطا کیا تھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنی بات کو ٹھوس دلائل سے مدلل ومستحکم کرتے تھے اور اپنے خیالات کی عمارت ایسے نکات پر استوار کرتے تھے کہ جنہیں سننے والا ہر صورت تسلیم کرنے پر مجبور ہو جاتا تھا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی علمی قابلیت وصلاحیت کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔

یہ حقیقت ہے کہ عالم سلوک ومعرفت کی ارفع واعلیٰ منازل درس وتدریس اور تعلیم وتعلم کی مرہون منت نہیں ہوتیں بلکہ اس ضمن میں مرشد ورہبر کی توجہ مرکزی کردار ادا کرتے ہیں۔ مرید کو مرشد سے سچی عقیدت ہو تو منزل کا حصول آسان اور سہل ہو جاتا ہے۔ پیر ومرشد کی مدد حاصل ہو تو تمام حجاب اور پردے پل بھر میں دور ہو جاتے ہیں اور مشکل سے مشکل نکات آسان تر ہو جاتے ہیں۔ یہی صورتحال حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ پیش آئی جب آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ''تحقیق الحق فی کلمۃ الحق'' تحریر کی۔ یہ کتاب 1315 ہجری میں بمطابق 1897 منظرِ عام پر آئی اور لمحۂ موجود تک اس کی اہمیت وافضلیت قائم وبرقرار رہے۔ تشنگانِ علم ومعرفت اب بھی اس سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں اور اپنے قلوب واذہان کو منزہ ومنور ومطہر کرتے ہیں۔

حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ منفرد اعزاز اور طرۂ امتیاز رہا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جس کسی کے ساتھ بھی مکالمہ ومذاکرہ ومناظرہ کیا اُسے شکست تسلیم کرنے پر مجبور کیا۔ بعض نے بابانگ دہل

شکست قبول کی۔ بعض مناظرہ سے پہلے ہی بھاگ گئے۔ بعض نے خاموشی اختیار کر لی جبکہ بعض کا منصفین حضرات نے فیصلہ دیا اور وہ فیصلہ ہمیشہ آپ رحمۃ اللہ کے حق ہی میں رہا۔

حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ کے رہبر و رہنما اور پیر و مرشد حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ نے اپنے وصال سے کچھ عرصہ قبل آپ رحمۃ اللہ کو تمام اشغال و وظائف کی اجازت مرحمت فرما دی تھی اور بیعت وارشاد کا منصب جلیلہ بھی عطا کر دیا تھا۔ یہ سب آپ رحمۃ اللہ کے علمی کمالات اور تبحر علمی کا اعتراف تھا۔ آپ رحمۃ اللہ جس مقام و مرتبہ کے اہل تھے وہ آپ رحمۃ اللہ کو عطا کر دیا گیا تھا واقفانِ حال یہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ کو حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ کا آخری خلیفہ ہونے کا اعزاز و افتخار حاصل ہوا۔

یہ بھی اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ کی حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ پر خاص شفقت' خاص عنایت اور خاص توجہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ رحمۃ اللہ کی تربیت بھی حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ نے از حد منفرد اور جداگانہ انداز میں کی اور آپ رحمۃ اللہ کو دوسرے عقیدت و ارادت مندوں کی نسبت زیادہ مراعات و اعزازات سے نوازا۔

اگر چہ حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ کے دوسرے عقیدت و ارادت مندوں کو یہ اجازت نہیں تھی کہ وہ سیال شریف میں آپ رحمۃ اللہ کے ہوتے ہوئے کسی کی بیعت کریں۔ اسے خلافِ ادب سمجھا جاتا تھا مگر حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ نے باقاعدہ حکم دے کر ہزارہ کے ایک معروف و مستند عالم مولوی سید احمد کو سیال شریف ہی میں حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ سے بیعت کروایا جس کی وجہ سے دوسرے عقیدت و ارادت مند حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ کو رشک اور قدر و منزلت کی نگاہوں سے دیکھتے تھے۔

اسی طرح حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ کے عقیدت و ارادت مند آپ رحمۃ اللہ کی پیروی میں سر کے بال کٹواتے تھے اور ٹوپی و تہبند پہنتے تھے لیکن حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ نے خصوصی طور پر حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ کو اپنا لباس اور وضع قطع تبدیل کرنے سے روک دیا تھا۔ یوں حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ نے اپنے لمبے اور گھنگھریالے بالوں کو اسی طرح قائم رکھا اور یہ کہ کلاہ و دستار و شلوار بھی زیب تن کیے رکھی جس کی وجہ سے حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ

کی شخصیت واضح طور پر نمایاں نظر آتی تھی۔ بے شک ہیرے اور نگینے کی قدر و قیمت جوہری ہی جانتا ہے اور حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ اس امر سے بخوبی آگاہ و آشنا تھے کہ حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کس قدر اعلیٰ وارفع مقام و مرتبہ کے حامل ہیں۔

استاد اور شاگرد کا مقدس و محترم رشتہ اور مرشد و مرید کا باہمی رابطہ وقت کے ساتھ ساتھ مضبوط و مستحکم ہوتا رہا اور یہ رشتہ و رابطہ اس وقت منقطع ہوا جب 24 صفر المظفر 1300 ہجری کو حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد ان کے فرزند ارجمند حضرت خواجہ محمد دین المعروف حضرت ثانی سیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے رابطہ و واسطہ اسی سلیقہ و طریقہ سے برقرار رکھا جس طرح ان کے والد محترم نے استوار رکھا تھا۔

حضرت خواجہ محمد دین ثانی سیالوی رحمۃ اللہ علیہ خط و کتابت کے ذریعے حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق قائم رکھتے تھے۔ ان خطوط میں محبت و شفقت اور عقیدت و الفت کا رنگ نمایاں اور گہرا ہوتا تھا۔ حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ بھی ہر خط کا جواب باقاعدگی کے ساتھ روانہ فرماتے تھے اور تحریر میں آداب کے تمام حسین قرینے ملحوظ خاطر رکھتے تھے۔ یہ خطوط کبھی طویل ہوتے تھے اور کبھی مختصر ہوتے تھے۔ خط آنے میں کبھی دیر ہو جاتی تھی تو حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ اک عجب سی بے قراری و بے چینی محسوس کرتے تھے اور ڈاکیا کی آمد کے منتظر رہتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ خط کے لفافے کو دیکھتے ہی پہچان جاتے تھے کہ یہ ان کے پیر و مرشد حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلف الرشید حضرت خواجہ محمد دین ثانی سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کا خط ہے۔

حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا معمول رہا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ سیال شریف عرس کے موقع پر تشریف لے جاتے تھے اور بھرپور انداز میں مکمل عقیدت و ارادت مندی کے ساتھ عرس کی محافل میں شرکت کرتے تھے۔ بعض اوقات اپنے ہمراہ اپنے ساتھیوں اور دوستوں کو بھی عرس پر لے جاتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ عرس کے انتظام و انصرام میں بھی سرگرمی سے حصہ لیتے تھے۔ اس موقع پر آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے پیر و مرشد اور رہبر و رہنما حضرات خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کو یاد کر کے مغموم و اداس ہو جاتے تھے تاہم پھر بھی یہ امر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے لئے خوش کن تھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنی حیات

مستعار و ناپائیدار کے ہر موڑ پر اپنے پیر و مرشد کے وصال کے بعد بھی ان کو اپنے قریب تر پاتے تھے۔ ان کی رہبری و رہنمائی اب بھی انہیں میسر تھی اور یہی بات آپ رحمۃ اللہ کے لئے سرمایۂ افتخار تھی۔

ایک دفعہ عرس کا موقع آیا تو حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ کی طبیعت ناساز تھی۔ آپ رحمۃ اللہ اپنے اندر اتنی ہمت و سکت نہیں پاتے تھے کہ لمبا سفر کر سکیں۔

اس صورت حال کے پیش نظر آپ رحمۃ اللہ نے حضرت خواجہ محمد دین ثانی سیالوی رحمۃ اللہ کے نام خط لکھا اور اپنی معذوری و مجبوری کا اظہار کرتے ہوئے عرس میں شرکت نہ کر سکنے کی اطلاع دی۔ قبلۂ عالم حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ کی وضع قطع، لباس و پوشاک اور رہن سہن کا طریقہ و سلیقہ چونکہ اپنے پیر و مرشد کے دوسرے مریدوں اور ارادت مندوں سے مختلف ہوتا تھا اس لئے حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ کے عقیدت و ارادت مند آپ رحمۃ اللہ کو حیرت و استعجاب سے دیکھا کرتے اور دل ہی دل میں سوچتے کہ حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ آخر ایسا کیوں کرتے ہیں؟ چونکہ مرشد کے ساتھ حد ادب کا سوال پیدا ہوتا تھا اس لئے خاموشی اختیار کئے رکھتے۔

حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ کو اپنے رہبر و رہنما اور پیر و مرشد حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ سے بے پناہ عقیدت و محبت تھی۔ اپنے پیر و مرشد کے وصال پر حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ کی حالت، ہجر و فراق اور غم و اندوہ کے باعث اس قدر غمناک ہو گئی تھی کہ لمحہ لمحہ تمناک ہو کر رہ گیا تھا۔ کسی پل چین نہیں پاتے تھے۔ بے قراری و بے چینی جسم و روح کو گھائل کئے دیتی تھی۔

حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ کو ربّ کریم و عظیم نے حُسن معنوی اور جمال ظاہری سے فراوانی کے ساتھ نوازا تھا، یہی وجہ تھی کہ جو بھی دیکھتا تھا پہلی نظر ہی میں آپ رحمۃ اللہ کے لئے عقیدت و عزت اس کے دل میں گھر کر جاتی، پھر یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اس کے من میں نور و سرور موجزن ہو گیا ہو اور یہ محبت و احترام یکطرفہ نہیں تھا بلکہ حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ بھی عوام الناس سے محبت و شفقت کا فراواں جذبہ رکھتے تھے۔ دوسروں کا غم اور دکھ دور کر کے آپ رحمۃ اللہ کو راحت و فرحت محسوس ہوتی تھی۔ جب بھی آپ رحمۃ اللہ کے کسی عقیدت و ارادت مند کو کوئی تکلیف ہوئی تو آپ رحمۃ اللہ نے

اس کی مدد و معاونت بقدر استطاعت کرنے کی بھرپور کوشش کی۔

اولیاء کرام رحمہ اللہ اور بندگانِ خدا کا یہی طریقہ ہوتا ہے کہ وہ ربّ قادر و قدیر کی عطا کردہ قوت وطاقت سے اپنی کسی کرامت کا انسانی فلاح و اصلاح کے لئے اظہار کرنے پر مجبور ہوتے ہیں تو پھر ان کی کوشش یہی ہوتی ہے کہ اسے زیادہ مشہور نہ کیا جائے۔ مزید یہ بھی خیال ان کے ذہن میں ہوتا ہے کہ لوگ اس کرامت کو ان کا ذاتی کرشمہ نہ سمجھ بیٹھیں اور ربّ وحدہٗ لاشریک کی قدرت و حکمت کا اعتراف کرنے کی بجائے ان کے گن نہ گانا شروع کر دیں حالانکہ ربّ کائنات کی مرضی ومنشاء کے بغیر تو درخت کا ایک پتہ تک متحرک نہیں ہوسکتا۔ جو کچھ بھی ہے اللہ کے اختیار میں ہے۔ وہ اپنے جس نیک بندے کو چاہے اسے کرامت عطا کر دے تاکہ اس سے وہ خدا کی وحدانیت اور مخلوقِ خدا کی خدمت کا کام لے سکے۔

حضرت پیر مہر علی شاہ رحمہ اللہ روحانی نعمت و دولت کے ساتھ ساتھ علم وقلم کے بھی شہسوار تھے۔ آپ رحمہ اللہ نے کئی نادر و نایاب کتب لکھیں جن میں مسئلہ وحدت الوجود کے بیان پر ''تحقیق الحق فی کلمۃ الحق'' مشہور کتاب ہے اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ آسمان پر تشریف لے جانے اور قیامت کے قریب واپس زمین پر نزول فرمانے کے موضوع پر قرآن وسنّت کی روشنی میں تحریر کی گئی کتاب ''شمس الہدایہ'' حوالہ کا درجہ رکھتی ہے۔

مسائل نذر و نیاز اور اسی نوع کے دوسرے موضوعات پر آپ رحمہ اللہ کی مشہور کتاب ''اعلاء کلمۃ اللہ'' ہے جبکہ حضرت پیر مہر علی شاہ رحمہ اللہ کے خطوط اور تحریروں کا مجموعہ ''مکتوباتِ طیّبات'' کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

آپ رحمہ اللہ کے مخالفین کی طرف سے کئے گئے دس مشکل سوالات کے جوابات پر مشتمل کتاب ''الفتوحات الصمدیہ'' ہے۔ آپ رحمہ اللہ کے علمی ارشادات وملفوظات کا مجموعہ ''ملفوظات طیّبات'' ایک قابل قدر کتاب ہے اسی طرح آپ رحمہ اللہ کا عارفانہ اور روحانی کیفیات سے بھرپور منظوم کلام ''مراۃ العرفان'' کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

11 مئی 1937ء بمطابق 29 صفر 1356 ہجری کو حضرت پیر مہر علی شاہ رحمہ اللہ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

ولادت باسعادت سے متعلق بشارتیں

حضرت پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت سے قبل ہی آپ کے والد محترم جو خود بھی اہل اللہ میں سے تھے اور جلیل القدر اولیاء کرام میں آپ کا شمار ہوتا ہے جانتے تھے کہ ان کے گھر میں ایک ایسا سورج طلوع ہونے والا ہے جس کی چمک دمک و آب و تاب سے عالم اسلام جگمگا اٹھے گا۔

آپ کے خاندان مکرم میں دیگر بزرگ بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت کی بشارتیں سنا چکے تھے جس میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد کے ماموں اور پیر مرشد حضرت پیر سید فضل الدین رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہیں۔

نیز آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت سے کچھ دن پہلے ایک مجذوب دولت کدہ میں آ کر قیام پذیر ہوئے اور اس دوران اس علم وہدایت نورانی چراغ کے عنقریب روشن ہونے کی بشارت سناتے رہتے چنانچہ جب حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ دنیا میں تشریف لائے تو ان مجذوب نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو باہر اٹھالانے کی خواہش کا اظہار فرمایا اور پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ کو باہر منگوا کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی دست بوسی وقدم بوسی فرمائی اور رخصت ہو گئے۔

نام مبارک وسلسلہ نسب

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نام نامی اسم گرامی حضرت پیر ''سید مہر علی'' شاہ جیلانی قدس سرہ ہے حروف ابجد کی رو سے آپ کے نام ''سید نا مہر علی شاہ'' کے اعداد 786 نکلتے ہیں جو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے اعداد بھی ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ نسب پچیس واسطوں سے پیران پیر حضور غوث الاعظم دستگیر رحمۃ اللہ علیہ سے جب کہ چھتیس واسطوں سے حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔

شجرہ نسب والد کی طرف سے

سیدنا مہر علی شاہ ابن سید نذر دین شاہ ابن سید غلام شاہ ابن سید روشن دین شاہ ابن سید عبدالرحمٰن نوری ابن سید عنایت اللہ ابن سید غیاث علی ابن سید فتح اللہ ابن سید اسد اللہ ابن سید فخر الدین ابن سید احسان ابن سعید درگاہی ابن سید جمال علی ابن سید محمد جمال ابن سید ابو محمد ابن سید میرا کلاں ابن سید میراں شاہ قادر ابن سید ابی الحیات ابن سید تاج الدین ابن سید بہاؤ الدین ابن سید جلال الدین ابن سید داؤد ابن سید علی ابن سید ابی صالح نصر ابن سید تاج الدین

ابوبکر عبدالرزاق ابن سیدنا غوث الاعظم محی الدین عبدالقادر جیلانی ابن سید ابوصالح موسیٰ ابن سید عبداللہ جیلی ابن سید یحییٰ زاہد ابن سید شمس الدین زکریا ابن سید ابوبکر داؤد ابن سید موسیٰ ثانی ابن سید عبداللہ صالح ابن سید موسیٰ الجون ابن سید عبداللہ محض ابن سید حسن مثنیٰ ابن سید امام حسن المجتبیٰ ابن سید علی کرم اللہ وجہہ الکریم رضی اللہ عنہم

شجرہ نسب والدہ کی طرف سے

حضرت معصومہ بنت پیر سید بہادر شاہ ابن سید شیر شاہ ابن سید چراغ شاہ ابن سید امیر شاہ ابن سید عبداللہ شاہ ابن سید مبارک شاہ ابن سید حسین شاہ ابن سید امیر شاہ ابن سید محمد مقیم شاہ ابن سید عبدالمعانی ابن سید نور شاہ ابن سید لعل بہاؤالدین المعروف بہاول شیر قادری ابن سید محمود ابن سید علاؤالدین ابن سید مسیح الدین ابن سید صدرالدین ابن سید ظہیرالدین ابن سید شمس العارفین قادری ابن سید مؤمن ابن سید مشتاق ابن سید علی ابن سید ابی صالح نصر ابن سید تاج الدین ابوبکر عبدالرزاق ابن سیدنا پیران پیر حضور غوث الاعظم محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہم اجمعین ۔

حضرت پیر سید مہر علی شاہ کی اپنے نسب شریف کے متعلق تحریر مبارکہ

سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو سب جہانوں کا پالنے والا ہے اور صلوٰۃ وسلام جناب خاتم النبیین ﷺ پر اور آپ ﷺ کی جملہ آل رضی اللہ عنہم پر اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے سلسلہ کو پکڑنے والا بندہ المعروف بہ مہر علی شاہ (قدس سرہ) اللہ تعالیٰ اسے معاف فرمائے عرض گزار ہے کہ نوع انسانی میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک جو چیز شرف کا باعث اور عروہ ووثقی ہو سکتی ہے وہ کلمۃ التقوی یعنی پرہیزگاری ہے اس کی شہادت اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

''جو شخص اپنے پروردگار کے حضور میں جواب دہی سے ڈرا اور اپنے نفس کو حرص و ہوس سے بچاتا رہا اس کا ٹھکانہ جنت ہے''

دلالت کر رہا ہے۔

اور بے شک اس عظیم مقصد کا دارومدار اس ذات کے ساتھ نسبت اور تعلق کا حصول ہے جو صاحب مقام قاب قوسین ہے اور آپ ﷺ پر اور آپ ﷺ کی آل پر اللہ تعالیٰ کا درود وسلام ہو یہ نسبت اور تعلق خواہ کامل ہو یعنی حسب ونسب دونوں کے لحاظ سے ہو یا فقط حسب کے لحاظ سے۔

احادیث مبارکہ

جس نے ان کے ساتھ یعنی میرے اہل بیت کے ساتھ محبت رکھی میری ہی محبت کی وجہ سے رکھی اور جس نے ان کے ساتھ بغض رکھا میرے ساتھ ہی بغض کی وجہ سے رکھا۔

اور ''میرے اہل بیت کشتی نوح کی مانند ہیں جو اس میں سوار ہوا نجات پا گیا'' اس کو ثابت کر رہے ہیں۔

میں اس ملک یعنی ہندوستان سادات کی سیادت کے متعلق ہمیشہ تردد میں ہی رہتا تھا یہاں تک کہ خود اپنے حسب یعنی کمالات کسبیہ کے متعلق بھی مجھے ایسے ہی خیالات متردد رکھتے، حالانکہ

علم غیب کے متعلق وہ تمام کتب جو معتبر شمار کی جاتی ہیں میرے جد بزرگوار اور مرشد طریقہ قادریہ سید السادات پیر فضل دین قدس سرہ کے پاس سند کے طور پر موجود تھیں اور آپ اپنی شفقت کے سبب مجھے اس ضمن میں مطمئن کرنے کی کوشش فرماتے رہا کرتے تھے حتیٰ کہ انہوں نے سیدی و شیخی ، پابند شریعت مصطفوی ﷺ حضرت مسکین شاہ رحمۃ اللہ سے بھی روایت فرما کر مجھے ظن غالب اور حد یقین تک پہنچا دیا تھا کہ آپ کے عم بزرگ شیخ الشیوخ حضرت پیر سید رسول شاہ کو بغداد شریف میں حضرت سید حبیب مصطفیٰ ابن سید قاسم قادری سجادہ نشین بارگاہ غوثیہ نے اس امر کی سند عطا فرمائی تھی کہ انکا نسبی تعلق حضرت سیدنا غوث الاعظم دستگیر رحمۃ اللہ کی ذات گرامی سے درست ہے۔

اس تمہید کے بعد حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ نے اس طویل سند کی نقل فرمائی جو آپ رحمۃ اللہ کے شجرہ نسب کے ساتھ دربار گولڑہ شریف میں محفوظ ہے اس سند کا سنہ تحریر 1211ھ ہے۔ اس سند میں حضرت سجادہ نشین بغداد شریف نے تحریر فرمایا ہے کہ ترجمہ "یہ دونوں حضرات پیر سید روشن دین صاحب اور پیر سید رسول شاہ صاحب حسب و نسب کے لحاظ سے حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ کی اولاد سے ہیں اور فیض و برکت میں آپ رضی اللہ عنہ کے وارث ہیں اور میرے لئے بمنزلہ اپنی اولاد کے ہیں۔ سلسلہ عالیہ قادریہ کے متوسلین ان کے ہاتھ کو میرا ہاتھ اور انکی زبان کو میری زبان سمجھیں۔"

حضرت پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ کے نسب شریف کی بارگاہ رسالت سے تصدیق

مدینہ منورہ کے مبارک سفر کے دوران ایک مرتبہ آپ رحمۃ اللہ اپنے قافلے کے ساتھ رات گزارنے وادی حمرا میں قیام فرما ہوئے۔ قذاقوں کے حملہ آور ہونے اور قافلے والوں کی اضطرابی و بے چینی اور انکے ڈر و خوف کے سبب آپ رحمۃ اللہ عشاء کی ابتدائی سنتوں کو ادا نہ فرما سکے جب رات سوئے تو خواب میں سید عالم ﷺ کی زیارت باسعادت سے مشرف ہوئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آل رسول کو سنت نہیں چھوڑنی چاہیئے یعنی خواب میں آ کر خود سید عالم ﷺ نے آپ رحمۃ اللہ کے آل رسول ہونے کی تصدیق فرمائی۔ اور یہ بات تو حق ہے کہ جس نے خواب میں حضور پر نور ﷺ کی زیارت کی اس نے واقعی آپ ﷺ کی ہی زیارت کی جیسا کہ حدیث مبارکہ ہے

من رانی فقد رای الحق

''جس نے مجھے دیکھا اس نے حق دیکھا''

پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ کے آجداد کرام

مولا علی مشکل کشا حضرت علی رضی اللہ عنہ

آپ رحمۃ اللہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد سیدہ بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے شوہر اور حضرات حسنین کریمین کے والد ماجد ہیں۔ مسلمانوں کے چوتھے خلیفہ اور حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب کے بیٹے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ بچوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے ہیں۔ دین اسلام کی سربلندی کے لئے آخری دم تک کوشاں رہے اور حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں شریک رہے اور بے شمار کارنامے انجام دیئے ۲۱ رمضان المبارک کو مرتبہ شہادت پا کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کے دونوں فرزند حضرت امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما نے دین کی سربلندی میں کارہائے نمایاں انجام دیئے جو تاریخ اسلام میں ہمیشہ سنہری حرفوں سے قلمبند کئے جاتے رہیں گے۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا ایک اور عظیم کارنامہ خلافت سے دست بردار ہو کر مسلمانوں کو خانہ جنگی و خون خرابے سے بچانا ہے اس عظیم کارنامے کی پیشن گوئی پہلے ہی حضور دانائے غیوب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دی تھی۔

حضور غوث الاعظم دستگیر رحمۃ اللہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد کرام میں حضور غوث الاعظم سید محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ ہیں جو تمام اولیاء کرام کے سردار ہیں اور تمام اولیاء اللہ کے گردن پر آپکا قدم مبارک ہے۔

سید تاج الدین عبد الرزاق

آپ جناب رضی اللہ عنہ حضور غوث الاعظم دستگیر رضی اللہ عنہ کے منجھلے فرزند دلبند ہیں اور پیر سید مہر علی شاہ کے جد امجاد میں سے ہیں آپکا شمار اپنے وقت کے مشائخ کبار میں ہوتا ہے آپکا سلسلہ طریقت

قادریہ رزاقیہ چہار عالم میں پھیلا ہوا ہے مفتی عراق آپ کا لقب مبارک ہے۔

سید جمال اللہ حیات المیر

آپ رضی اللہ عنہ سید تاج الدین عبدالرزاق رضی اللہ عنہ کے فرزند ارجمند اور حضور غوث الاعظم کے پوتے ہیں حضور غوث الاعظم دستگیر رضی اللہ عنہ کی بے حد محبت وشفقت کے حصار میں تھے۔ غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی دعا ہی سے آپ رضی اللہ عنہ کو لمبی عمر عطا ہوئی۔ حضور غوث الاعظم دستگیر رضی اللہ عنہ آپکو گود میں لے کر ارشاد فرمایا کرتے بیٹا جب حضرت امام مہدی سے ملاقات ہو تو انہیں سلام کہنا۔ حضور غوث الاعظم دستگیر رضی اللہ عنہ کے وصال ظاہری کے کچھ عرصہ بعد آپ رضی اللہ عنہ عام لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہو گئے لیکن حضور غوث اعظم دستگیر رضی اللہ عنہ کی دعا سے آج بھی زندہ بقید حیات ہیں یہ الگ بات ہے کہ عام لوگ آپ کو دیکھ نہیں سکتے۔

سید ابو صالح طاہر نصر

سید ابو صالح حضرت سید عبدالرزاق رضی اللہ عنہ کے دوسرے فرزند دلبند اور حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے پوتے ہیں اور عراق میں افتاء کے منصب جلیل پر فائز تھے۔

سید علی بغدادی رضی اللہ عنہ

آپ رضی اللہ عنہ حضرت سید ابو صالح طاہر نصر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں آپ رضی اللہ عنہ کئی کتابوں کے مصنف ہیں جن میں اسرار شرح فصوص الحکم، شرح قصیدہ خمریہ و فارضیہ، اوراد فتحیہ وغیرہ شامل ہیں۔

سید تاج الدین محمود رحمۃ اللہ علیہ

سید تاج الدین محمود رحمۃ اللہ علیہ حضرت سید علی قادری کی چوتھی پشت میں ہیں اور نویں صدی ہجری میں سب سے پہلے بنگال میں سلسلہ طریقت قادریہ رزاقیہ شروع فرمایا اس وقت سلطان فیروز شاہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ کے لئے جگہ کا انتظام کیا جہاں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے عرصہ دراز تک تبلیغ دین کی بے پایاں خدمات انجام دیں اور اسکے بعد اپنے فرزند ارجمند سید ابی الحیات کو اپنی مسند پر بٹھایا اور واپس بغداد تشریف لے گئے۔

حضرت میراں شاہ قادر قمیص رحمۃ اللہ

حضرت سید ابی الحیات رحمۃ اللہ کے وصال کے بعد آپ رحمۃ اللہ کے فرزند دلبند حضرت میراں شاہ قادر قمیص رحمۃ اللہ انکے جانشیں مقرر ہوئے اور اپنے دینی کارناموں کے سبب تمام برصغیر میں مشہور ومعروف ہوئے۔ پھر ہمایوں بادشاہ اور شیر شاہ وسوری کی جنگوں کے سبب پھیلنے والی بدامنی کی وجہ سے آپ رحمۃ اللہ بغداد تشریف لے گئے۔ اور کچھ سالوں کا عرصہ گزرنے پر جب حالات سازگار ہوئے تو واپس گنگوہ پہنچے جہاں حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ کی عظمت وروحانیت کا شہرہ دچرچا تھا۔ چنانچہ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ نے حضرت میراں شاہ قادر رحمۃ اللہ کو سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ کے اوراد ووظائف عطا فرمائے۔

حضرت شاہ محمد فاضل قلندر رحمۃ اللہ

حضرت شاہ محمد فاضل قلندر رحمۃ اللہ حضرت میراں شاہ قادر قمیص رحمۃ اللہ کے پوتے ہیں جنہوں نے سلسلہ قادریہ قمیصیہ کو فروغ دے کر درجہ شہرت پر پہنچا دیا۔ ۹ رمضان المبارک ۱۰۴۲ کو وصال فرمایا اور ساڈھورہ کے قریب ایک جگہ سپرد خاک ہوئے جو فاضل پور کے نام سے مشہور ومعروف ہوئی۔

پیر سید روشن دین شاہ رحمۃ اللہ

حضرت میراں شاہ قادر قمیص رحمۃ اللہ کی بارھویں پشت میں حضرت پیر سید روشن دین شاہ رحمۃ اللہ کے والد ماجد سید عبدالرحمٰن نوری حج سے واپسی پر بصرہ کے مقام پر وصال فرما گئے اور ساتھ ہی وصیت فرمائی کہ میرے اوراد ووظائف کی کتابیں میرے ساتھ ہی دفن کر دی جائیں چنانچہ آپکی وصیت پر عمل کیا گیا پھر جب آپکے صاحبزادے پیر سید روشن دین شاہ اور آپکے برادر پیر سید رسول شاہ رحمۃ اللہ کو جب اسکی اطلاع ہوئی تو پیدل ہی بصرہ روانگی اختیار فرمائی اور وہاں پہنچ کر تقریباً چھ ماہ کا عرصہ مزار شریف پر ہی مقیم رہے پھر ایک روز اچانک اوراد ووظائف کی وہ کتابیں جو آپکے والد ماجد کی وصیت کے مطابق آپکے ساتھ ہی دفن کر دی گئیں تھیں خود بخود مزار شریف سے باہر نکل آئیں جنہیں پیر سید روشن دین شاہ رحمۃ اللہ اور آپکے بھائی حضرت پیر سید رسول شاہ رحمۃ اللہ لے کر حج کی ادائیگی کے لئے روانہ ہو گئے پھر وطن واپسی پر گولڑہ شریف میں سکونت پذیر ہو گئے۔

حضرت پیر سید روشن دین شاہ رحمۃ اللہ حضرت پیر سید مہر علی گولڑوی کے دادا حضرت پیر سید غلام

شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد تھے۔

حضرت پیر سید نذر دین رحمۃ اللہ علیہ والد ماجد حضرت پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ ''حضرت اجی صاحب'' کے نام سے معروف ہیں۔ پوٹھواری زبان میں والد کو ''اجی'' کہا جاتا ہے اس لئے اس لقب سے پکارے گئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت مبارک 1234-35ھ بمطابق 1815ء میں گولڑہ شریف میں ہوئی۔

کرامت کے ذریعے تہمت سے خلاصی

حضرت پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ والد ماجد کا شروع جوانی سے ہی عبادت وریاضت کا معمول رہا آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنی آبائی مسجد میں ہی مصروف عبادت رہا کرتے تھے اس مسجد کے قرب وجوار میں ہی سکھوں کا محلہ تھا۔ ایک سکھ کی رشتہ دار لڑکی پر حاملہ ہو جانے کے سبب بد چلنی کا الزام لگایا گیا۔ مقامی مخالفین جو والد ماجد سے بغض وحسد کے سبب سخت عداوت رکھتے تھے انہوں نے اس موقعہ سے فائدہ اٹھایا اور اس قبیح فعل کو والد ماجد سے نسبت دینے لگے اور آپ کو اس معاملے میں ملوث کر دیا لہٰذا بغیر کسی ثبوت کے آپ کو گرفتار کر لیا گیا اور زندہ جلا ڈالنے کی سزا سنادی گئی۔ قرب وجوار کے مسلمانوں نے سکھ سردار سے درخواست کی کہ یہ الزام غلط ہے تو اس نے کہا سجادہ نشین یعنی والد صاحب کے ماموں حضرت پیر سید فضل دین شاہ رحمۃ اللہ علیہ خود آکر یقین دہانی کرائیں کہ لڑکا بے قصور ہے۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اسکی اطلاع دی گئی تو فرمایا سکھ سردار سے کہہ دو اگر یہ گناہ گار ہے تو اس کا جل جانا ہی بہتر ہے میں ہرگز نہیں جاؤں گا۔

چنانچہ سزا کی تاریخ مقرر ہو گئی مسلمان مردوں عورتوں میں اضطراب پھیل گیا۔ شارع عام پر لکڑیاں چن کر چتا تیار کی گئی فوج نے اس جگہ کو اپنے حصار میں لے لیا۔ بدھ کا دن تھا اس رات والد صاحب کو حضور غوث الاعظم دستگیر رضی اللہ عنہ کی زیارت باسعادت ہوئی انہوں نے فرمایا کہ چتا پر جانے سے پہلے غسل کرنا اور نیا لباس جو موجود ہو پہن کر دو نفل ادا کرنا چنانچہ سکھ سپاہیوں نے آخری خواہش پوری کرنے کے لئے غسل کے پانی کا انتظام بھی کر دیا اور گھر سے نیا لباس بھی منگوا دیا جسے پہن کر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دو رکعت نفل ادا فرمائی اور چتا پر جا کر بیٹھ گئے اس کے بعد لکڑیوں پر تیل ڈال کر آگ لگانی چاہی لیکن آگ نہ لگی ہر چند کوشش کر ڈالی مگر ناکامی ہوئی یہ دیکھ کر تہمت لگا

نے والے شخص نے والد ماجد کے کپڑوں اور بالوں پر کافی تیل ڈالا اور ایک برتن میں خشک بنولے ڈال کر جلائے اور جب شعلے بلند ہونے لگے تو اس برتن کو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے تیل تر بالوں کے نیچے رکھ دیا مگر شعلے تو لپکتے لیکن بال آگ کے اثرات سے محفوظ لہراتے رہے۔ بالآخر اس جلتے ہوئے بنولوں کو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے تیل میں تربتر کپڑوں پر الٹ دیا گیا لیکن وہ بنولے جسم مبارک پر اثر ڈالے بغیر لکڑیوں پر گر کر بجھ گئے۔ یہ دیکھ کر لوگ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بے گناہی کے نعرے بلند کرنے لگے پھر قلعدار نے اس بہتان لگانے والے کو چتا پر جلا ڈالنے کا حکم سنایا اور خود ہاتھ جوڑ کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں معافی کا طالب ہوا۔ والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ نے سکھ سردار سے فرمایا کہ میں چتا سے اس وقت تک نہیں اتروں گا جب تک اس بہتان لگانے والے شخص کو معاف نہ کر دیا جائے۔

والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کا اس واقعہ کے تمام عمر یہ معمول رہا کہ بدھ کی رات کو بوقت تہجد غسل فرمایا کرتے، اور اسی عمل کو مشکلات کے حل کے لیے بطور وظیفہ بتلایا کرتے تھے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ارادت مندوں اور متوسلین کا حلقہ بہت وسیع ہے اور ان کی اولادیں آج بھی حصول حاجات کے لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف پر حاضری دیتی ہیں، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے 24 رجب 1324ھ یعنی 1905ء میں دنیا سے پردہ فرمایا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے وصیت فرمائی تھی کہ میری قبر پر روضہ نہ بنوانا اور مجھے مسجد کے قریب دفن کرنا تاکہ اذان کی آواز آتی رہے چنانچہ آپ کی وصیت پر عمل کیا گیا آپ کا مزار مبارک مسجد کے متصل مدرسہ کی وسیع عمارت کے اندر واقع ہے اس وقت آپ رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند حضرت پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ دو اور صاحبزادے حضرت پیر سید محمود شاہ اور حضرت پیر سید ولایت شاہ رحمۃ اللہ علیہم اور ایک صاحبزادی تھیں۔

ابتدائی حالات

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عمر مبارک ابھی چار برس بھی نہ ہوئی تھی کہ آپ کا عربی کا پہلا قاعدہ شروع کروا دیا گیا ایک مرتبہ گرمی کے دن حضرت پیر سید فضل دین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نماز ظہر کی تیاری کے لیے باہر تشریف لے گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ خانقاہ اقدس سے باہر والی جھاڑیوں میں عربی قاعدہ لیے استراحت فرما رہے ہیں جگہ سایہ دار نہ ہونے کے سبب زمین سورج کی حدت کی وجہ سے تپ رہی تھی حضرت پیر سید فضل دین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فوراً اپنی چھتری سے آپ

رحمۃ اللہ پر سایہ کیا اور انہیں اٹھا کر گھر بھجوانے کے لیے خادم کو بلایا اور خادم کے آنے تک آپ ان پر سایہ کیے رہے اور ارشاد فرمایا کہ اسے نہیں معلوم کہ یہ کیا بننے والا ہے۔

آپ کا یہ ارشاد اپنے اندر بہت معنی لیے ہوئے تھا جن لوگوں نے اسے سنا انہوں نے اپنے ملنے جلنے والوں کو بھی سنایا یہ فرمان اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ آپ رحمۃ اللہ ولایت کے بلند ترین مقام پر فائز ہوں گے۔

شیطان سے مقابلہ

جب آپ رحمۃ اللہ سات برس کے تھے تو ان دنوں کا ایک واقعہ خود ارشاد فرماتے ہیں کہ:۔

"میرے خواب میں شیطان نے مجھے کہا کہ آؤ میرے ساتھ کشتی لڑو جب میں اسے گرانے کے قریب ہوتا تو دل میں خوشی پیدا ہوتی کہ میں اس پر غالب آرہا ہوں مگر اچانک رخ بدل جاتا اور جب وہ مجھے گرا لینے کے قریب ہوتا تو تائید الٰہی سے میری زبان پر لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم جاری ہو جاتا اور وہ مغلوب ہونے لگتا، تین چار بار ایسا ہی ہوا اور بالآخر اللہ تعالیٰ کی مدد سے میں اسے گرانے میں کامیاب ہو ہی گیا۔"

آبادی سے وحشت ویرانے میں دلبستگی

آپ رحمۃ اللہ اپنے بچپن کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بچپن میں مجھے آبادی سے ایک گونہ وحشت اور ویرانوں میں دل لگنے کا احساس ہوتا تھا میں ابھی اتنا چھوٹا تھا کہ گھر کے دروازوں کی اندر والی درمیانی زنجیر تک میرا ہاتھ نہ پہنچتا تھا یعنی میں کسی چیز پر کھڑے ہوئے بغیر دروازے کی زنجیر کھول نہ سکتا تھا، اس لیے میں شام ہی کو ایک پتھر دھکیل کر دروازے کے قریب رکھ دیا کرتا تھا، رات جب میں دیکھتا کہ گھر والے سب سو چکے ہیں تو اس پتھر پر چڑھ کر زنجیر کھول کر باہر نکل آتا اور رات کا بیشتر حصہ سامنے والی پہاڑی نالے کے گڑھوں اور جھاڑیوں میں گزارتا، کبھی ساتھ والے جنگل میں پھرتا رہتا پھر جب ذرا بڑا ہوا تو اس وحشت کے ساتھ ساتھ طبیعت میں گرمی اور حدت زیادہ ہو جاتی کہ سخت سردی کے ایام میں بھی بعض اوقات نالے کے ٹھنڈے پانی میں غسل کیا کرتا نالے کے ٹھنڈے اور یخ بستہ پانی کو اپنے جسم پر ملا کرتا کبھی جب

رات گئے مطالعہ اسلامی سے فارغ ہوکر کمرہ سے باہر نکلتا تو موسم سرما کی سرد پہاڑی ہواؤں کے جھونکوں سے ایسی تسکین حاصل ہوتی جیسے گرمیوں میں کسی تشنہ کام کو آب سرد سے ہوتی ہے۔

مطالعہ کا شوق

آپ رحمۃ اللہ کو مطالعہ کا اس قدر شوق تھا کہ گھنٹوں اس میں منہمک رہتے اور وقت کا پتہ ہی نہ چلتا آپ رحمۃ اللہ بعد نماز عشاء مطالعہ کے لیے بیٹھتے تو اتنے مستغرق ہو جاتے کہ اذان فجر ہو جاتی اور انہیں وقت گزرنے کا احساس ہی نہیں ہوتا، کم عمری ہی سے نیند سے رغبت نہ تھی موسم سرما میں لحاف استعمال نہ فرماتے اور گرمیوں میں پانی کا پیالہ پاس رکھتے اور منہ پر چھینٹے مارے تاکہ غنودگی نہ ہو جب بڑی کتب مطالعہ میں شامل ہوئیں تو نیند خود ہی دور ہوگئی اور آپ بغیر کسی دقت کے مطالعہ میں مصروف رہتے۔

ابتدائی تعلیم

آپ رحمۃ اللہ کو قرآن حکیم کی تعلیم کے لیے خانقاہ میں ہونے والے درس میں شرکت اور اردو اور فارسی کی تعلیم کے لیے مدرسہ میں داخل کروادیا گیا اس وقت آپ رحمۃ اللہ اتنے کم سن تھے کہ خادم آپ کو گود میں اٹھا کر لے جاتا اور یوں ہی واپس لاتا امتحان کے لیے مدرسہ کے طلباء راولپنڈی گئے جبکہ آپ کو جمعہ چوکیدار اپنے کندھوں پر سوار کر کے لے گیا امتحانی مرکز کا ممتحن ایک انگریز تھا اس نے سب سے پہلے آپ رحمۃ اللہ سے سوال کیا کہ بائیدٔ مصدر کیا ہے آپ رحمۃ اللہ نے اس کا بالکل صحیح جواب دیا ممتحن نے آپ رحمۃ اللہ کا جواب سن کر جماعت کے سارے طلبہ کو کامیاب قرار دے دیا اور کہا جب اس قدر کم سن بچے کی قابلیت کا یہ حال ہے تو اس جماعت باقی بچے بھی لائق ہی ہونگے اور ان طلباء کو پڑھانے والا استاد بھی قابلیت میں اعلیٰ ہوگا۔

بے مثال حافظہ

آپ رحمۃ اللہ بے مثال حافظے کے مالک تھے قرآن مجید کا روزانہ سبق آپ حفظ فرمالیا کرتے اور استاد کو سنایا کرتے اور یوں جب آپ رحمۃ اللہ نے قرآن مجید ختم کیا تو اس وقت تمام قرآن پاک آپ رحمۃ اللہ کو بغیر محنت اور مشقت کے حفظ ہو چکا تھا۔

آپ رحمۃ اللہ کی عربی و فارسی صرف ونحو کی تعلیم کے لیے ہزارہ کے قابل ترین استاد مولوی غلام

محی الدین مقرر ہوئے جنہوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو کافیہ تک تعلیم دی ،آپ رحمۃ اللہ علیہ اس دور کا واقعہ سناتے ہوئے بیان فرماتے ہیں کہ:۔

''ایک روز استاد صاحب نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ مطالعہ کر کے آئے ہو یا نہیں ؟ مجھے اس وقت لفظ مطالعہ کا صحیح مطلب معلوم نہیں تھا میں سمجھا مطالعہ زبانی یاد کرنے کو کہتے ہیں اس لیے اگلے روز تمام سبق زبانی سنایا تو استاد صاحب کی حیرانی کی کوئی انتہاء نہ رہی۔''

غیبی مدد

ایک اور موقعہ پر استاد صاحب مولوی غلام محی الدین صاحب نے زیر سبق کتاب ''قطر الندی '' کی ایک عبارت یاد کرنے کو دی لیکن عبارت کی حالت اتنی بوسیدہ تھی کہ پڑھنے میں نہیں آرہی تھی جب آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے استاد محترم کی توجہ اس جانب مبذول کروائی کہ جو عبارت کتاب میں ہے ہی نہیں وہ کیسے یاد کروں؟ تو استاد صاحب نے فرمایا میں کچھ نہیں جانتا اسے کل یاد کر کے آنا ورنہ سزا ملے گی چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:۔

''میں آبادی سے باہر ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر مطالعہ کیا کرتا تھا میں نے وہاں اس کتاب کی اس بوسیدہ عبارت کو سمجھنے کی کوشش کی مگر کچھ سمجھ نہ آیا بالآخر سر اٹھا کر کہا یا اللہ تجھے معلوم ہے کہ عبارت کیا ہے اگر تو مجھے بتا دے تو میں استاد کی سزا سے بچ جاؤں گا یہ کہنا تھا کہ اچانک درخت کے پتوں سے ایک سبزی مائل عبارت نمودار ہوئی جسے میں نے حفظ کر لیا اور اسی وقت جا کر وہ عبارت استاد محترم کو سنا دی انہوں نے اس میں کچھ شک وشبہہ کا اظہار فرمایا تو میں نے کچھ ظاہر کیے بغیر کہا کہ مجھے اس کے درست ہونے میں اس قدر یقین ہے کہ اگر اس کتاب کا مصنف بھی قبر سے نکل کر کہے کہ یہ غلط ہے تو میں نہ مانوں گا چنانچہ استاد صاحب اس کی صحت کے لیے اسی دن راولپنڈی چلے گئے اور ایک مکمل نسخہ سے میری بتائی ہوئی عبارت کو صحیح پا کر بہت حیران ہوئے اور اس کی درستگی کا اعتراف فرمایا۔

موضع بھوئی کے درس میں داخلے کا انتخاب

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے استاد مولوی غلام محی الدین نے مذکورہ بالا واقعہ کے کچھ دنوں بعد آپ کے

بڑے پیر صاحب حضرت پیر فضل دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے والد ماجد کی خدمت میں عرض کی کہ صاحبزادے کو اللہ تعالی نے بہترین حافظے اور عمدہ صلاحیتوں اور قابلیتوں سے مالا مال فرمایا ہے یہ عبارت نہ صرف فوراً حفظ کر لیتے ہیں بلکہ بعض اوقات ایسے دقیق سوالات کر دیتے ہیں جن کا جواب دینے سے میں اپنے آپ کو عاجز پاتا ہوں انہیں کسی بہت بڑے قابل و فاضل استاد کی شاگردی میں ہونا چاہیے چنانچہ دونوں حضرات رحمۃ اللہ تعالی علیہما نے یہی فیصلہ کیا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو گھر سے دور حصول تعلیم کے لیے روانہ کرنا چاہیے خود آپ رحمۃ اللہ علیہ کو بھی یہی خواہش تھی کہ باہر جا کر تعلیم حاصل کرنے کا شوق پورا کریں چنانچہ کم عمری میں ہی نحو کی تعلیم حاصل کر کے گولڑہ شریف چھوڑ کر موضع بھوئی جا کر درس میں داخلہ لیا اس کا انتخاب بھی یوں فرمایا کہ خود فرماتے ہیں کہ:

اس نواح میں تین مشہور درس جاری تھے جب میں ان میں سے کسی ایک درس کو پسند کرنے کے خیال سے ادھر جا رہا تھا تو راستے میں ایک ٹیلہ کے پاس سے تینوں طرف راستہ نکلتا تھا میں نے اس ٹیلہ پر چڑھ کر دیکھا تو ہر سہ جانب عورتوں نے کپڑے دھو کر دھوپ میں ڈالے ہوئے تھے دو جانب کے کپڑوں کے رنگ مختلف تھے مگر بھوئی کی سمت والے تمام کپڑے سفید رنگ کے تھے جس سے میں نے یہ تاثر لیا کہ ادھر اجلا پن اور نورانیت زیادہ ہے۔

چنانچہ موضع بھوئی جا کر فاضل جناب مولانا محمد شفیع قریشی کے درس میں داخلہ لے لیا اور دواڑھائی سال تک وہاں تعلیم حاصل کی۔

باوجود کمسنی علمیت و قابلیت

موضع بھوئی کے درس دوران ایک واقعہ پیش آیا جس نے آپ کی علمی قابلیت کو لوگوں پر آشکارا کر دیا، ہوا یوں کہ بھوئی کے قریب ایک گاؤں میں کسی شخص کا انتقال ہو گیا چنانچہ اس کے ایصال ثواب کے لیے حسب دستور ارد گرد کے معززین و عوام، طلباء و اساتذہ کرام کو دعوت دی گئی اسی دوران گڑھی افغاناں اور بھوئی کے طلباء کے درمیان کوئی علمی بحث چھڑ گئی اور دونوں طرف سے سوال و جواب کا سلسلہ زور و شور سے جاری تھا آپ رحمۃ اللہ علیہ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو آپ بھی سننے کے لیے تشریف لے گئے لیکن کم عمر ہونے اور لوگوں کے ہجوم کے سبب اندر داخل نہ ہو سکے بالآخر بعد اصرار ایک شخص نے آپ کو کندھوں پر اٹھا کر اندر پہنچا دیا اس وقت گڑھی افغاناں

کے فارغ التحصیل طلبہ اپنی علمیت وقابلیت کے سبب بھوئی کے طلباء پر حاوی تھے مگر جب آپ رحمۃ اللہ نے ان سے پے در پے سوالات کیے تو ان سوالات کا جواب ان کے پاس نہ تھا چنانچہ اساتذہ کرام نے آپ رحمۃ اللہ کو فاتح قرار دے دیا اور یوں لائق فائق طلباء کو آپ رحمۃ اللہ نے اپنی علمیت وقابلیت کے سبب شکست سے ہمکنار کر دیا۔

موضع دنگہ کے درس میں داخلہ

آپ رحمۃ اللہ نے بھوئی کے درس سے فارغ التحصیل ہو کر گھر کی راہ لی عید الفطر کا دن تھا لوگ نماز کے بعد جمع ہونا شروع ہو گئے تو آپ فرماتے ہیں کہ:

میں نے اپنے دل سے پوچھا کہ عید کی خوشیوں کا منظر دیکھنا چاہتے ہو یا دوست سے ملاقات ،دل نے جواب دیا دوست سے ملاقات چنانچہ موضع دنگہ علاقہ نوشہرہ ضلع شاہ پور کے مشہور و معروف درس میں داخلہ کے خیال سے گھر سے نکلا وہاں میرا بھوئی کا ہم مکتب فقیر نادر دین پہلے ہی داخل ہو چکا تھا۔

چنانچہ آپ رحمۃ اللہ وہاں پہنچ کر اپنے ہم مکتب سے ملے اور انہیں بتایا کہ خود وہ بھی اس درس میں داخل ہونا چاہتے ہیں چنانچہ ان کے ہم مکتب نے اپنے استاد مکرم حضرت سلطان محمود سے آپ رحمۃ اللہ کا تعارف کروایا اور اس طرح وہاں بھی آپ رحمۃ اللہ کی ذہانت وقابلیت نے مختصر عرصہ میں ہی آپ کے اساتذہ کو حیران کر دیا اور ان کے درس میں آپ رحمۃ اللہ نے نمایاں مقام حاصل کر لیا۔

ایثار پسندی

دنگہ میں آپ رحمۃ اللہ گھر سے جو خرچ ماہوار پہنچتا تھا آپ رحمۃ اللہ وہ تمام خرچ نادر طلبا میں تقسیم فرما دیا کرتے اور خود یا تو روزے سے رہتے یا فاقہ سے اور بھوک کی شدت کے باوجود طلبا کے بے حد اصرار پر بھی طلباء کے جمع کردہ ٹکروں میں سے کچھ تناول فرما لیا کرتے تھے اس کم عمری میں بھی آپ رحمۃ اللہ کے اس ایثار وفیاضی ، جود وسخا، ریاضت ومجاہدہ کو دیکھ کر طلباء کرام اور عام لوگ آپ رحمۃ اللہ سے عقیدت ومحبت رکھنے لگے۔

ریاضت ومجاہدات

دنگہ کی آبادی سے قریب ہی کچھ فاصلے پر ایک ویران مسجد تھی جس کے متعلق مشہور تھا کہ یہ

آسیب زدہ ہے اور جنات کے مسکن ہے چناچہ کوئی دلیر سے دلیر شخص بھی اس طرف کا رخ نہ کرتا لیکن آپ رحمۃ اللہ ہمیشہ بعد نماز عشاء وہاں جا کر اپنے اوراد و وظائف ادا فرمایا کرتے آپ کا وہاں جا کر اوراد و وظائف ادا کرنے کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ آپ بعض وظائف بلند آواز سے پڑھا کرتے اور چاہتے تھے کہ لوگ بے آرام نہ ہوں وظائف کی ادائیگی کے بعد آپ واپس آجاتے اور اپنے اسباق کا مطالعہ فرماتے۔

شان جلالت

موضع دنگہ کے نواح میں ایک شخص جو خود کو ''قصیدہ غوثیہ'' شریف کا عامل کہا کرتا تھا اور اس نے لوگوں میں اپنا رعب و وجاہت قائم کر رکھی تھی لوگ اس کی عزت و تکریم کیا کرتے تھے کہ لوگ اس کی تعظیم میں کھڑے ہو جایا کرتے، اس کے ہاتھ چوما کرتے اور اس پر فخر کیا کرتے، چنانچہ ایک روز وہ شخص دنگہ کی مسجد میں آیا تو حسب معمول لوگ اس کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے وہاں حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ بھی موجود تھے لیکن آپ اس کی تعظیم میں کھڑے نہ ہوئے اور اسی طرح بیٹھے رہے یہ دیکھ کر وہ شخص جلال میں آگیا اور برا مانتے ہوئے کہنے لگے اے لڑکے کیا تو مجھے نہیں جانتا؟ کیا پڑھوں قصیدہ ؟ آپ رحمۃ اللہ نے انتہائی جلال وغضب میں فرمایا تم قصیدہ پڑھو میں قصیدے والے کو بلاتا ہوں آپ رحمۃ اللہ کے ان پر جلال الفاظ سے اس شخص پر عجیب وغریب کیفیت طاری ہو گئی اس نے آپ کے قدموں کو چھوا اور معذرت خواہ ہو کر وہاں سے چلا گیا لوگوں نے جب اس عامل کی معذرت دیکھی تو ان پر آپ رحمۃ اللہ کا بلند مقام بخوبی واضح ہو گیا اور لوگوں میں اس واقعہ کا خوب شہرہ ہوا۔

جانوروں پر رحم دلی و شفقت

دنگہ میں دوران تعلیم ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ کے استاد محترم فرزند کے پاؤں میں ورم آگیا اس پر باندھنے کے لیے ارنڈ کے پتے چاہیے تھے چناچہ آپ رحمۃ اللہ یہ پتے لانے کے لیے دنگہ کے قریب ہی پہاڑوں کی طرف گئے اور وہاں سے ارنڈ کے پتے تلاش کیے اور اپنے رومال میں باندھ لیے اور واپس تشریف لا رہے تھے کہ راستے میں دیکھا ایک بھڑیا ایک گدھی پر حملہ آور ہے اور اس گدھی کا ننھا منھا بچہ بے چینی و بے قراری سے اس کے چاروں طرف گھوم رہا ہے آپ رحمۃ اللہ

سے اس گدھی کے ننھے بچے کا کرب واضطراب دیکھا نہ گیا اور آپ رحمۃ اللہ خود بے چین و بے قرار ہو گئے اور بے اختیار اس رومال سے جس میں ارنڈ کے پتے بندھے ہوئے تھے اس بھیڑیے کے منہ پر مارنے لگے قریب ہی موجود لوگوں نے آپ کو روکنا چاہا لیکن آپ رحمۃ اللہ نہ مانے اور اس بھیڑیے کو بھگا کر دم لیا، ان لوگوں نے آپ رحمۃ اللہ سے کہا کہ شکار پر حملہ آور ہوتے وقت بھیڑیا انتہائی خطرناک ہو جاتا ہے آپ ابھی بچے ہیں آپ پھر اس کے قریب کیوں گئے اگر وہ آپ کو نقصان پہنچا دیتا تو کیا ہوتا آپ رحمۃ اللہ نے ادب سے جواب دیا کہ مجھ سے گدھی کے ننھے بچے کی تکلیف و بے قراری نہیں دیکھی جاتی تھی کہ وہ بچہ اپنی ماں کی محبت اور اس کی تکلیف کی خاطر اپنی جان خطرے میں ڈال کر اپنی ماں کے اردگرد ہی چکر لگا رہا تھا اور چاہتا تھا کہ کسی طرح اس ماں بھیڑیے سے نجات پا لے اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ اس گدھی اور اس کے بچے کو رنگہ لے آئے اور تمام واقعہ اپنے استاد محترم کو سنایا جس پر آپ کے استاد محترم آپ کی جانوروں پر رحم دلی وشفقت سے بے حد متاثر ہوئے اور انہیں نہ صرف شاباش دی ان کے اس رحم دلانہ فعل کو سراہا بلکہ اگلے ہی روز جمعہ کی نماز میں لوگوں کے جم غفیر کے درمیان وعظ میں اپنے اسلامی موضوع سے ہٹ کر اپنے ہونہار شاگرد کی بے حد تعریف کی اور لوگوں کو بتایا کہ آپ کے اندر اتنی کم عمری میں ایک جانور پر رحم دلی کا جذبہ اس قدر موجزن ہے کہ بغیر ہتھیار ایک خونخوار جانور سے کس طرح ایک گدھی کو بچایا اور اس کے ننھے بچے کی کرب واضطراب کا خاتمہ کیا۔

عشق الٰہی کا رنگ

آپ رحمۃ اللہ کی طبیعت ومزاج میں شروع سے ہی عشق الٰہی کا رنگ چڑھا ہوا تھا آپ اکثر آبادی چھوڑ کر جنگلوں اور ویرانوں کا رخ فرماتے اور بلند آواز سے انتہائی پرسوز آواز والفاظ کے ساتھ اشعار پڑھا کرتے لوگ آپ کے اس جذب وکیف کی مستی سے بھرپور کیفیت کے منتظر رہتے اور جب آپ پر یہ کیفیت طاری ہوتی تو لوگ آ آ کر اپنی پیاس بجھاتے اور سیراب ہوتے۔

آپ رحمۃ اللہ عام طور پر بھی انتہائی شگفتہ، شیریں لیکن دردانگیز گفتگو فرمایا کرتے اور لوگ آپ کی اس گفتگو سے خوب فیضیاب ہوتے۔

کمال ادب واحترام

آپ رحمۃ اللہ جہاں جہاں حصول تعلیم کی غرض سے گئے وہاں کے تمام لوگوں اور بالخصوص استاد

زادگان کے بے حد ادب واحترام فرمایا کرتے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے استاد محترم حافظ سلطان محمود کے صاحبزادے مولوی شمس الدین صاحب جنہیں آپ خود بخاری شریف کا درس دیا کرتے تھے جب ان کا انتقال ہوا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نہ صرف ان کی تعزیت کے لیے دنگہ تشریف لے گئے بلکہ اپنے پاس سے وسیع پیمانے پر طعام کا انتظام فرمایا اور اسے تقسیم فرمایا، اور ان کے گھر والوں کی خبر گیری فرماتے رہے۔

اگر دنگہ سے کوئی آپ رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے آتا تو اس کے ساتھ بھی کمال ادب کا برتاؤ کرتے اور ان سے محبت وحسن سلوک سے پیش آتے۔

تعلیم وتعلم

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عمر تیرہ یا چودہ سال تھی اس کم عمری میں بھی آپ کو حصول تعلیم کے ساتھ ساتھ تعلم کا شوق تھا لہٰذا دنگہ میں حصول علم کے دوران آپ رحمۃ اللہ علیہ چھوٹے درجے کے طلباء کو اپنے استاد محترم کی اجازت سے تعلیم دیا کرتے اس معاملے میں آپ کا شغف اور انہماک اس درجے کا تھا کہ بعض اوقات تو موسم سرما کی لمبی راتیں تعلیم وتعلم میں ہی گزر جاتیں یہاں تک کہ فجر کا وقت ہو جاتا۔ یہاں تک کہ ایک وقت آیا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس طلباء اتنی کثیر تعداد میں ہو گئے کہ پھر آپ نے رنگہ سے ترک سکونت اختیار فرمائی اور شکر کوٹ میں مقیم ہو گئے۔ دن میں رنگہ میں تعلیم کا حصول ہوتا اور شام کو شکر کوٹ میں طلباء کے درس کا اہتمام فرماتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بے مثال ذہانت علمیت وقابلیت ہی تھی کہ لوگ مشہور ومعروف اساتذہ کو چھوڑ کر آپ کے پاس حصول علم کی غرض سے آتے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ ان طالبان علم کو فیض یاب فرماتے۔

اعلیٰ تعلیم کے حصول کیلئے ہندوستان روانگی

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دنگہ میں تقریباً اڑھائی برس تک تعلیم حاصل کی اور جب درس نظامی میں فلسفہ، ریاضی وفقہ کی آخری کتب اور حدیث شریف میں صحاح ستہ اور تفسیر میں بیضاوی وغیرہ باقی رہ گئیں تو ان کتابوں کی تعلیم کے لئے 1290ھ کے قریب پندرہ سال کی عمر میں ہندوستان روانگی اختیار فرمائی۔

دوران تعلیم آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے بے مثال حافظے ذہانت علمیت وقابلیت عمدہ اخلاق واعلیٰ کردار کے سبب بے حد مقبولیت وعزت وپذیرائی ملی۔ اور وہاں نہ صرف طلباء بلکہ اساتذہ کرام بھی

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے گرویدہ ہو گئے۔

شغف تدریس

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تقریباً اڑھائی برس تعلیم حاصل کی اور اس دوران آپ کا تدریسی شغف برقرار رہا چنانچہ یہاں بھی درس کا سلسلہ جاری فرمایا آپ کی ذہانت اور نکتہ رسی نے یہاں بھی طلباء کا ہجوم آپکے گرد کھڑا کر دیا اور طلباء جوق در جوق آپ سے حصول درس کے لئے جمع ہونا شروع ہو گئے۔ لہٰذا آپ کو یہاں بھی اپنا ایک علیحدہ درس قائم کرنا پڑا۔

یہاں ایک محمود نامی پٹھان طالب علم تھا جس کی علمیت وقابلیت کا بھی بڑا شہرہ تھا اور طلباء آپ رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے اس سے درس لیا کرتے تھے لیکن جب آپ رحمۃ اللہ علیہ نے درس شروع فرمایا تو اس کے شاگرد آپ رحمۃ اللہ علیہ کے درس میں آنے لگے اور اس کے پاس جانا چھوڑ دیا یہاں تک کہ صرف ایک طالب علم باقی رہ گیا جس سے محمود نے کہا کہ اگر تم نے میرا درس چھوڑ کر پیر صاحب کے درس میں شرکت کی تو میں تمہیں جان سے مار دوں گا۔ وہ طالب علم پریشانی کے عالم میں پیر صاحب کے پاس آیا اور کہا میں آپ سے درس لینا چاہتا ہوں پھر ساری بپتا کہہ سنائی آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تم فکر نہ کرو اور درس میں آؤ ان شاء اللہ تمہیں کچھ نہ ہوگا، چنانچہ ایک رات محمود نے اس طالب علم کو پکڑ لیا اور مسجد کے اندر سے کنڈی لگالی اور طالب علم کے سینہ پر چڑھ کر قتل کے درپے ہوا طالب علم نے شور مچا کر مدد کے لئے پکارا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ بمشکل تمام کنڈی کھلوائی اور محمود کو زمین پر پٹخ دیا اور اس کے سینے پر سوار ہو گئے پھر اس سے عہد لیا کہ آئندہ ایسی حرکت نہیں کرے گا پھر اسے چھوڑ دیا۔

حصول سند حدیث

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تقریباً اڑھائی برس تعلیم حاصل کی اور بعد فراغت حصول سند حدیث کے لئے سہارنپور روانہ ہوئے۔ اور وہاں کے شیخ الحدیث کے درس میں داخل ہوئے۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث سہارنپوری کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درس میں شمولیت کی اجازت طلب فرمائی تو انہوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ دوسری جگہ جا کر حدیث پڑھیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر طلباء بھی آپکے اس جواب پر سخت حیران ہوئے کیونکہ آپ سے ایسے جواب کی ہرگز توقع نہ تھی اور یہ جواب آپ کی عادت ومعمول کے خلاف بھی تھا۔ بالآخر تحقیق سے معلوم ہوا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں پہنچنے

سے قبل علی گڑھ والے محمود نے انتقاماً شیخ الحدیث صاحب کو لکھ بھیجا تھا کہ ایک طالبعلم اس نام وحلیے کا آپ کے درس میں داخلہ لینے آنے والا ہے اسے حصول علم کا اتنا شوق نہیں جتنا شر انگیزی اور فتنہ پردازی اور اساتذہ وطلباء کو تنگ کرنے کا شغف ہے جو اس کی طبیعت کا خاصہ ہے۔ اگر انسے داخلہ دے دیا گیا تو درس میں فتنہ فساد کا اندیشہ ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا نے اس اطلاع کو درست جان کر آپ رحمۃ اللہ کو داخلہ دینے سے منع فرما دیا۔ آپ رحمۃ اللہ نے اس اطلاع کی تردید نہ فرمائی اور برابر داخلے کے لئے عرض کرتے رہے بالآخر آپ رحمۃ اللہ کو اجازت مل گئی مگر حضرت مولانا کا طرز عمل یہ رہا کہ وہ آپ رحمۃ اللہ کو سبق پڑھنے کا موقعہ ہی نہ دیتے تا کہ آپ رحمۃ اللہ کسی طرح دلبرداشتہ ہو کر درس میں آنا بند کر دیں مگر آپ رحمۃ اللہ کو حصول علم کا اس قدر ذوق وشوق تھا کہ آپ رحمۃ اللہ بددل ہوئے بغیر صبر واستقلال کا پیکر بنے درس میں شرکت فرماتے رہے یہاں تک کہ اپنے عمدہ اخلاق اعلی کردار اور ذہانت وقابلیت طلباء پر آشکارا ہوگئی اور انہوں نے آپ رحمۃ اللہ کی ان خصوصیات کو حضرت مولانا کی خدمت میں بیان کیا اور کہا کہ ایسا شخص ہرگز ان صفات بد کا حامل نہیں ہوسکتا جن کی اطلاع آپ کو دی گئی ہے۔ بالآخر ایک دن آپ رحمۃ اللہ کو سبق پڑھنے کا موقعہ مل ہی گیا اور آپ کے استاد حضرت مولانا آپ کی ذہانت وعلمیت وقابلیت دیکھ کر ششدر رہ گئے اور انہیں یقین آ گیا کہ وہ اطلاع ہرگز درست نہیں ہوسکتی چنانچہ اس کے بعد سے وہ آپ رحمۃ اللہ پر بے حد توجہ، شفقت فرماتے یہاں تک کہ آپ رحمۃ اللہ سے انہیں بے حد محبت، شفقت وانسیت پیدا ہوگئی۔ تعلیم کا سلسلہ جاری رہا بالآخر استاد محترم حضرت مولانا نے محسوس کیا کہ اب انہیں علوم ظاہری وباطنی اور دین کی خدمت انجام دینی چاہیئے چنانچہ ایک روز آپ رحمۃ اللہ کی اپنے گھر پر دعوت کی اور سند حدیث آپ کے سپرد فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اب آپ کو مزید پڑھنے کی حاجت نہیں آپ وطن جا کر دین کی خدمت کی سعادت حاصل کریں۔

اور یوں 1295ھ میں آپ نے سند حدیث حاصل کی اور تقریباً بیس برس کی عمر میں فارغ التحصیل ہو کر وطن لوٹے۔

بیعت وخلافت

آپ رحمۃ اللہ کی علوم ظاہری کے ساتھ ساتھ روحانی تعلیم کی طرف بھی توجہ تھی آپ رحمۃ اللہ کے والد محترم کے ماموں حضرت پیر سید فضل دین شاہ رحمۃ اللہ سلسلہ قادریہ میں مجاز تھے چنانچہ انہوں

نے آپ رحمۃ اللہ کو سلسلہ قادریہ میں اجازت وخلافت عطافرمائی اور آپ کی روحانی تعلیم وتربیت میں رغبت اور ذوق وشوق اور عشق الٰہی کی تڑپ ملاحظہ فرماتے ہوئے مزید اکتساب فیض حاصل کرنے کے لئے ولی اور شیخ کامل کا بھی دامن تھام لینے اور ان سے حصول فیض پانے کا مشورہ عنایت فرمایا۔ چنانچہ آپ رحمۃ اللہ حصول علم کے ساتھ ساتھ کسی مرشد کامل کی جستجو میں بھی لگے رہے۔ چنانچہ جب آپ رحمۃ اللہ حصول علم کی غرض سے دنگہ میں پہنچے اور اپنے استاد مولانا سلطان محمود کی خدمت میں حاضر ہوئے تو معلوم ہوا کہ ان کے استاد مولانا سلطان محمود حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ کے مرید ہیں۔ اور اپنے پیر ومرشد کی خدمت میں سال میں کئی بار حاضر خدمت ہوا کرتے ہیں چنانچہ آپ رحمۃ اللہ بھی ہمیشہ اپنے استاد محترم کے ہمراہ حاضری کی سعادت پاتے اور حضرت شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ بھی آپ پر بے حد محبت وشفقت اور نظر کرم فرمایا کرتے آپ رحمۃ اللہ حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ کی شخصیت وانداز سے بے حد متاثر ہوئے اور ان کی محبت وعقیدت آپ کے دل میں جاگزیں ہوگئی۔ لیکن فی الوقت آپ رحمۃ اللہ بیعت نہ ہوئے بلکہ حصول تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا بالآخر تحصیل علم کی تکمیل کے بعد آپ رحمۃ اللہ ان کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور بیعت کی سعادت حاصل کی اور راہ سلوک کی منازل طے کرنے لگے۔

آپ کے پیر ومرشد حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ نے اپنے وصال سے کچھ دن قبل آپ رحمۃ اللہ کو خرقہ خلافت عطافرمایا اور خصوصی روحانی توجہات سے مستفید فرمایا اور حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ کی تصانیف فتوحات مکیہ اور فصوص الحکم وغیرہ کے مطالعے کا حکم بھی فرمایا اسکے بعد 24 صفر المظفر 1300ھ کو وصال فرمایا۔

1307ھ میں آپ رحمۃ اللہ نے حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی اور وہاں کے مشائخ عظام وعلماء کرام کی صحبت میں رہ کر اکتساب فیض کیا وہیں مکہ مکرمہ میں آپ رحمۃ اللہ کی ملاقات حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ سے ہوئی آپ نے انکی صحبت کاملہ سے خوب استفادہ کیا اور پھر حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ نے آپ رحمۃ اللہ کو سلسلہ چشتیہ صابریہ میں شامل فرما کر خلافت عطافرمائی اور آپ کی علمی استعداد اور فقہی بصیرت کو دیکھتے ہوئے مکہ مکرمہ کی فتویٰ نویسی آپ کے سپرد فرمانے کے خواہشمند ہوئے لیکن حضرت پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ نے آپکی بزرگی اور مرتبہ کے پاس وادب میں صرف اوراد ووظائف کی تلقین پر ہی اکتفاء فرمایا۔

کھیل تماشوں سے بے رغبتی

آپ رحمۃ اللہ کو شروع ہی سے کھیل تماشوں سے دور رہنا پسند فرماتے اور ان چیزوں سے بے رغبتی محسوس فرماتے۔

آپ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''ایک مرتبہ وائسرائے ہند کی آمد کے سلسلے میں کئی روز تک جلسے تماشے ہوتے رہے لوگ دور دور سے دیکھنے آتے مگر میری طبیعت اس طرف متوجہ نہ ہوتی تھی آخری رات مدرسے کے قریب ہی آتشبازی کا اہتمام تھا میں اپنے بالا خانے والی کھڑکی میں اپنی مستقل نشست سے اگر صرف ایک بالشت ہی آگے سرکتا تو سب کچھ بخوبی دیکھ سکتا تھا مگر اس طرف طبیعت نے کوئی میلان یا رغبت محسوس نہ کی اس لئے اپنی پرانی مستقل نشست پر ہی بیٹھا رہا اور کسی طرف توجہ نہ دی۔''

جسمانی قوت

آپ رحمۃ اللہ بعد عشاء صرف ایک دو لقمے تناول فرماتے تھے مگر اتنی کم خوراکی کے باوجود اللہ تعالیٰ کی عطا سے آپ رحمۃ اللہ نہ صرف ذہنی وروحانی قوتوں کے حامل تھے بلکہ جسمانی قوت سے بھی مالا مال تھے۔ تحصیل علم اور عبادت وریاضت ومجاہدات کے سبب گھڑ سواری کے علاوہ کوئی اور ورزش اختیار نہ کر سکے مگر اس کے باوجود آپکی جسمانی صحت اور مضبوطی اعصاب قابل تعریف تھی اور آپ باقاعدہ ورزش کرنے والوں ہی کی طرح پھرتی اور چستی کے مالک تھے اور ساٹھ برس کی عمر میں بھی یہ حال تھا کہ آپکے بازوؤں کا گوشت چٹکی میں نہ پکڑا جا سکتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک عقیدتمند پہلوان آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر کشتی میں کامیابی کے لئے دعا کا خواستگار ہوا تو آپ رحمۃ اللہ نے فرمایا ذرا ہمارے پاؤں تو دبا ذرا ہم دیکھیں تو کہ تم میں کتنا زور ہے چنانچہ اس نے تھوڑی دیر اپنی پوری قوت سے آپ کے پاؤں دبائے لیکن پھر کچھ ہی دیر بعد پسینہ پسینہ ہوگیا بالآخر آپ رحمۃ اللہ نے تبسم فرمایا اور فرمانے لگے کہ بس اتنی ہی طاقت ہے جس کے بل بوتے پر تم پہلوانی کے دعوے دار ہو مجھے تو لگا ہی نہیں کہ میرے پاؤں دبے ہیں۔ حالانکہ وہ شخص بہت مضبوط اور توانا جسم کا مالک تھا مگر آپ رحمۃ اللہ کے مضبوط وٹھوس جسم کے آگے اس کے سارے دم خم دھرے

رہ گئے ۔آپ کا جسم مبارک اتنا مضبوط تھا کہ چھونے میں فولاد محسوس ہوتا کبھی اتفاقاً آپ کے جسم پر کسی کا ہاتھ لگ جاتا تو اسے معلوم ہوتا کہ لوہے یا پتھر پر پڑا ہے۔

وطن واپسی شادی خانہ آبادی وتدریس وتعلیم

1295ھ بمطابق 1878ء میں آپ رحمۃ اللہ فارغ التحصیل ہوکر وطن واپس لوٹے تو اپنے بزرگوں کے زیر سایہ شادی خانہ آبادی انجام پائی آپ کا نکاح اپنے ننھیال میں سید چراغ علی شاہ کی صاحبزادی سے ہوا۔

آپ رحمۃ اللہ حصول علم کے بعد درس وتدریس میں مشغول ہوگئے ساتھ ساتھ ریاضت ومجاہدات کا سلسلہ بھی جاری رہا ایک اعلیٰ ترین انداز تعلیم ،سہل اور جامع گفتگو، تفہیم کا پر اثر انداز ہی تھا جس کے سبب نہ صرف طلباء بلکہ آپ کے ہم عصر علماء کرام بھی آپکی علمیت وقابلیت اور خداداد صلاحیتوں کے معترف تھے ۔کم استعداد وبے ذوق طالب علم بھی آپ کے درس سے فیضیاب ہوئے بغیر نہ رہتا اور یوں علم ودین کی خدمت میں آپ رحمۃ اللہ کی محنت وجانفشانی کا سلسلہ آخر دم تک جاری رہا۔

حلیہ مبارک

اللہ تعالیٰ نے آپ کو حسن معنوی کے ساتھ ساتھ حسن ظاہری سے بھی وافر حصہ عطا فرمایا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ گندمی رنگ کے مالک تھے پیشانی بلند اور چمکدار اور ناک ستواں تھی۔ آنکھیں خمار آلود اور عجیب رعب آفریں تھیں ۔ابرو گھنے اور کماندار تھے ۔لب مبارک نہ موٹے نہ پتلے بلکہ متوسط اور دانت چمکدار اور جدا جدا ریش مبارک گھنی اور زلفیں خمدار اور کانوں کی لو کو چھوتی ہوئی۔ رخسار پر گوشت کم ،سینہ کشادہ تھا۔مبارک ہتھیلیاں کشادہ اور انگشت پاک پتلی اور ملائم تھیں۔ پاؤں نرم ونازک جسم مضبوط گٹھا ہوا اور متوسط جبکہ قد درمیانہ تھا مگر لوگوں میں بیٹھے ہوتے تو بلند محسوس ہوتے ،اور چال مبارک انتہائی وقار لئے ہوئے تھی۔

لباس

عام طور پر آپ رحمۃ اللہ کا لباس سفید ہوا کرتا تھا لٹھے کی شلوار کھلی آستینوں کا کرتہ اور سفید ململ کا عمامہ شریف آپکے لباس میں شامل تھا جو نوک دار کلاہ پر بندھا ہوتا تھا۔ کرتے کے اوپر واسکٹ

یالمبا چغہ زیب تن فرماتے۔دھوپ میں بعض اوقات دوش مبارک پر چادر ڈال لیا کرتے تھے۔ پاؤں میں طلادار پاپوش استعمال فرماتے جو انتہائی نفیس وعمدہ ہوتی۔ہاتھوں میں ہمیشہ تسبیح لیئے رہتے گھڑسواری کے وقت تسبیح زین کے اٹھے ہوئے "دہتھے" پر ایٹ دیا کرتے تھے۔آپ رحمۃ اللہ کا حلیہ مبارک نظافت ولطافت میں قابل دید ہوا کرتا۔آپ فرمایا کرتے کہ خود کو باجمال رکھنا چاہیئے کیونکہ اللہ صاحب جمال ہے اور جمال کو پسند فرماتا ہے۔

تبرکات

آپ رحمۃ اللہ کے استعمال شدہ تمام تبرکات مثلاً مسواک، کنگھی، تسبیح وغیرہ آپکے حجرہ مبارکہ میں بطور تبرک شیشے کی الماریوں اور میزوں پر رکھی ہوئی ہیں جبکہ آپ رحمۃ اللہ کا بستر بھی اپنے اصلی مقام پر رکھا ہوا ہے ان تمام تبرکات کی زیارت آپ رحمۃ اللہ کے عرس مبارک اور عیدین کے موقعہ پر کروائی جاتی ہے اور عقیدتمند ادب واحترام کے ساتھ ان تبرکات کی زیارت کرتے ہیں اور فیضیاب ہوتے ہیں۔

کرامات

بلاشبہ آپ رحمۃ اللہ ایک صاحب کرامت اور مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔کرامت خرق عادت کا نام ہے یعنی ایسا فعل جو عقل میں نہ آسکے۔اور یہ کرامت ایسے ہی شخص سے ظاہر ہوتی ہے جو صحیح الاعتقاد اور پابند شرع ہو۔حضرت پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ ایسے ہی باکرامت بزرگ ہیں اللہ تعالیٰ نے آپکو کرامات معنویہ سے وافر حصہ عطا فرمایا تھا۔آپ نے 30 برس تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا فرمائی، بعد نماز عشاء مراقبہ کے لئے بیٹھتے تو خفیف سی حرکت بھی بدن پر ظاہر نہ ہوتی۔

فتح کی بشارت

سید طاہر حسین عبداللہ پوری حضرت شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ کے مرید اور خاندان نقشبندیہ کے ایک مقبول درویش تھے۔حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے عرس مبارک کے موقع پر شرکت کی غرض سے گولڑہ شریف حاضر ہوئے ان دنوں آپ رحمۃ اللہ نے ایک خواب دیکھا۔آپ فرماتے ہیں:

"میں نے دیکھا کہ حضرت پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ ایک بلند جگہ پر تشریف فرما ہیں اور

وعظ فرما رہے ہیں آپ ؒ کے برابر پانچ بزرگ قریب قریب جلوہ افروز ہیں اور سامنے مسلمانوں کا جم غفیر ہے اور آپ ؒ کا ہمہ تن گوش ہو کر وعظ سن رہے ہیں اور میں بھی ان سننے والوں میں شامل ہوں آپ ؒ آیت کریمہ سبحان الذی اسرٰی بعبدہ الایۃ کی تفسیر بیان فرما کر یہ کہہ کر ختم سخن فرماتے ہیں کہ انشاء اللہ العزیز اللہ تعالیٰ پاکستان کو فتح عطا فرمائے گا اس دوران ایک شخص مجھے بتاتا ہے کہ یہ پانچ بزرگ جو حضرت کے قریب تشریف فرما ہیں ان میں صدر نشین تو حضور غوث الاعظم دستگیر ؓ ہیں اور انکے گرد حضرت خواجہ غریب نواز، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، خواجہ فرید الدین گنج شکر اور خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی ؒ ہیں۔"

اس مبارک خواب کو بیان کرنے کے کچھ روز بعد یکم ستمبر کو پاکستان و بھارت جنگ چھڑ گئی اور ہر محاذ پر اللہ تعالیٰ نے پاکستانی افواج کو فتح عطا فرمائی حالانکہ پاکستانی افواج تعداد میں کم اسلحہ کی قلت کا شکار تھی اور بھارتیوں کو تقریباً پانچ گنا زیادہ اکثریت حاصل تھی مگر پاکستانی افواج کے مقابلے میں بھارتی فوج کو دس گنا زیادہ جانی و مالی نقصان اٹھا کر شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

خواب میں تشریف لا کر شکریہ ادا کرنا

ایک اور خواب کے ذریعے آپ ؒ کی کرامت کا ظہور ہوا۔ ایک بزرگ حضرت پیر سید عباس علی شاہ بخاری ؒ جنہوں نے نوجوانی ہی سے گمنام رہ کر تلاش حق کی تلاش میں ویرانوں جنگلوں میں ریاضت و مجاہدات کیے اور جن کا مزار پر انوار سانده خورد لاہور میں زیارت گاہ و مرجع خلائق ہے۔ اپنا ایک خواب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

بمبئی میں برسات کی ایک یخ بستہ رات میرے گھر کے دروازے پر دستک ہوئی جا کر دیکھا تو ایک مجذوب شکستہ حال پانی میں شرابور کھڑا کانپ رہا تھا مجھے دیکھ کر کہنے لگا کہ چائے پلاؤ۔ اس وقت تقریباً رات کے دو بجے تھے میں نے چائے بنا کر پیش کی اس مجذوب نے چائے پی اور چلا گیا۔ پھر جیسے ہی میری آنکھ لگی تو خواب میں ایک بزرگ کو دیکھا کہ مجھ سے فرما رہے ہیں "آپ نے تکلیف اٹھا کر میرے فقیر کو چائے پلائی جس کا میں شکریہ ادا کرتا ہوں۔ پھر میری آنکھ کھل گئی دوبارہ سویا تو وہی خواب پھر نظر آیا اور وہی بزرگ ؒ پھر تیسری مرتبہ بھی یہی خواب نظر آیا اور ان

بزرگ رحمۃ اللہ علیہ کا مبارک چہرہ ذہن میں اچھی طرح نقش ہو گیا۔ اب میرا دل ان بزرگ کی زیارت وملاقات کے لئے بے قرار ہو گیا میں نے اس مجذوب کی تلاش شروع کر دی مگر وہ مجھے کہیں نظر نہ آیا اب میری بے تابی پہلے سے شدید ہو گئی اور میں نے مزید علاقوں میں تلاش کرنے کا پختہ عزم کر لیا تا کہ اس مجذوب سے مل کر خواب میں نظر آنے والے ان بزرگ سے ملاقات کی کوئی سبیل ہو سکے۔ چنانچہ میں دکن، بنگال، بہار، یوپی، اجمیر، پنجاب وغیرہ جہاں تک ممکن تھا وہاں جا پہنچا مگر اسے تلاش کرنے میں ناکام رہا۔ اب ہر وقت ان بزرگ سے ملاقات کا تصور میرے دل ودماغ میں چھایا رہتا قریب تھا کہ ان بزرگ سے ملاقات سے مایوس ہو جاتا کہ اتفاق سے ایک صاحب سے ملاقات ہوئی انہیں تمام صورت حال کہہ سنائی جسے سن کر وہ کہنے لگے کہ ''گولڑہ'' گئے ہو۔ میں نے گولڑہ کا نام کبھی نہ سنا تھا چنانچہ پوچھا کہ کہاں ہے تو کہنے لگے راولپنڈی سے اگلا اسٹیشن ہے۔ چنانچہ گولڑہ کا ٹکٹ بنوایا جب صبح وہاں پہنچا تو وہ بزرگ رحمۃ اللہ علیہ مسجد میں مصروف وظائف تھے ابھی میں نے مسجد میں قدم رکھا ہی تھا کہ آواز آئی ''مولانا صاحب آجایئے'' آگے قدم بڑھایا تو وہی آواز دوبارہ آئی ''شاہ صاحب تشریف لایئے'' جب خدمت میں حاضر ہوا تو سامنے وہی گوہر مقصود تھا جسے دیکھنے اور ملنے کے لئے کب سے در بدر شہر کے شہر چھان مارے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اٹھ کر معانقہ فرمایا اور ارشاد فرمایا ''سید صاحب وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' اور میں سخت متعجب ہوا کہ میرے بخارا چھوڑنے کے بعد کسی کو معلوم نہ تھا کہ میں سید ہوں جبکہ آج پہلی بار مجھے سید کہہ کر پکارا گیا اور ایسے بزرگ نے پکارا جن کی مجھ سے پہلی ملاقات تھی۔

گڑھے کی نشاندہی

حاجی محمد ایوب جن کا تعلق پشاور سے ہے ایک واقعہ ذکر کرتے ہیں کہ رات کے وقت ایران میں کسی سفر میں تھے اور نیند کے سبب اونگھ رہے تھے کہ اسی حالت میں خواب میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خواب میں زیارت ہوئی کہ آپ فرما رہے تھے کہ ''لاری روکو آگے گڑھا ہے۔ چنانچہ فوراً آنکھ کھل گئی اور ڈرائیور سے لاری روکنے کو کہا لاری رکی تو اتر کر دیکھا تو واقعی محض چند قدم آگے ہی ایک بہت بڑا گڑھا تھا۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کرامت کے ذریعے خواب میں پہلے ہی گڑھے کی نشاندہی فرمادی اور

جانی نقصان سے بال بال بچالیا۔

سفر پر نہ جانے کی تاکید

آپ رحمۃ اللہ کے چھوٹے بھائی حضرت پیر ملایت شاہ رحمۃ اللہ بیان فرماتے ہیں ایک بار انہیں ایک شادی میں شرکت کے لئے بذریعہ ریل پہنچنا تھا سب تیاری مکمل تھی مگر عین وقت پر آپ رحمۃ اللہ نے انہیں بلوایا اور ارشاد فرمایا کہ اس گاڑی سے مت جاؤ انہوں نے عرض کی کہ حضور شادی کی تقریب ہے اور میرا پہنچنا ضروری اور یہ آخری گاڑی اگر اس گاڑی سے نہ گیا تو وہ لوگ بہت دلبرداشتہ ہونگے اسلئے جانے کی اجازت مرحمت فرمائیں لیکن آپ رحمۃ اللہ نے دوبارہ تاکیداً منع فرمایا لہذا انہیں رکنا پڑا اور جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ جس گاڑی سے انہیں جانا تھا اور آپ رحمۃ اللہ نے انہیں جانے سے منع فرمادیا تھا وہ ٹرین لالہ موسیٰ کے قریب ایک دوسری ٹرین سے ٹکرا گئی اور بے حد جانی نقصان ہوا۔ اور پھر آپ رحمۃ اللہ کے جانے سے ممانعت کی اصل وجہ معلوم ہوئی۔

قتل ہونے سے بچالیا

جناب غلام رسول خان جو ڈی ایس پی مرکزی پولیس برطانوی ہند کے عہدے پر فائز تھے آپ رحمۃ اللہ کے ارادت مندوں اور عقیدتمندوں میں سے تھے۔ ایک مرتبہ سیالکوٹ میں چند سکھوں کے بارے میں تفتیشی معاملات نبٹا رہے تھے ایک رات خواب میں آپ رحمۃ اللہ کی زیارت کی کہ آپ رحمۃ اللہ فرما رہے ہیں کہ ''اپنی حفاظت کرو یہ سکھ تمہیں قتل کرنا چاہتے ہیں'' چنانچہ آنکھ کھلتے ہی بستر سے اٹھے اور صحن میں لگے ایک گھنے درخت پر چڑھ گئے تھوڑی ہی دیر میں چند سکھ برچھیاں کلہاڑیاں لئے انکے بستر پر آئے تا کہ انہیں قتل کر دیں لیکن جب انہیں بستر پر نہ پایا تو مکان کے دوسرے کمروں اور غسل خانہ میں تلاش کیا لیکن انہیں موجود نہ پایا بالآخر مایوس ہو کر چلے گئے۔ غلام رسول اکثر و بیشتر یہ واقعہ بیان کیا کرتے تھے کہ آپ رحمۃ اللہ نے کس طرح اپنی کرامت کے ذریعے مجھے قتل ہونے سے بچالیا۔

بینائی لوٹ آئی

ایک مرتبہ ایک نابینا شخص نے جو آپ رحمۃ اللہ کے ارادتمندوں اور عقیدتمندوں میں سے تھا پاک پتن کے سفر سے قبل آپ رحمۃ اللہ نے اسے دیکھا تو فرمایا کہ تم اپنے شہر جاؤ میں پاک پتن جا رہا ہوں

تمہارے لئے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے گا اس نابینا نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی آواز پہچان لی اور عرض کی حضور آپ عبدالقادر (قادر مطلق کے محبوب بندے) ہیں۔ مجھے بینائی عطا فرمایئے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کارساز اور بینائی عطا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے البتہ وہ کسی کام کا ارادہ فرماتا ہے تو اپنے خاص بندوں کا دل اس طرف متوجہ فرما دیتا ہے۔ یہ ارشاد فرما کر آپ رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے گئے دوسرے روز یہ شخص جب واپس جانے لگا تو راستے میں اسکی بینائی درست ہوگئی اور سب کچھ نظر آنے لگا چنانچہ بیٹے سے کہا مجھے چھوڑ دو کہ میری بینائی لوٹ آئی ہے اور اب میں سب کچھ دیکھ سکتا ہوں۔ اس واقعہ کے چشم دید گواہ کا کہنا ہے کہ میں نے خود اس شخص کو بینائی کے ساتھ واپس آتے دیکھا ہے۔

چوری کی اطلاع

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک ارادتمند بیان کرتے ہیں کہ جب وہ روس میں تھے تو خواب میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت سے مشرف ہوئے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے فرمایا کہ "ہانگ کانگ میں تمہارے گھر چوری ہوگئی ہے" چنانچہ اسی دن سفارت خانے کی معرفت گھر پر رابطہ کیا تو معلوم ہوا کہ واقعی چوری ہوئی ہے مگر کچھ عرصہ بعد جلد ہی سامان برآمد ہوگیا اور سفارت خانے کا عملہ حیران رہ گیا۔

دعا کی قبولیت

گھوٹہ ملتان کا ایک اپاہج شخص آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دعا کے لئے عرض کی چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے خادم سے فرمایا کہ تہجد کے بعد مجھے یاد دلانا تاکہ اس کے لئے دعا کروں۔ چنانچہ تہجد کے بعد اس شخص کے لئے دعا فرمائی اور اللہ عزوجل نے آپکی دعا کو قبول فرمایا اور اس شخص کو صحتیابی مل گئی۔

اپاہج ٹھیک ہوگیا

ایک سید صاحب جن کا تعلق خوشاب سے تھا دونوں پیروں سے معذور تھے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس غرض شفا کے لئے حاضر ہوئے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ عرصہ دم فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ ابھی وقت نہیں آیا آپ واپس چلے جائیں چنانچہ سید صاحب واپس لوٹ گئے کچھ عرصہ بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ سیال شریف عرس میں شرکت کے لئے جا رہے تھے کہ اسٹیشن پر دیکھا کہ وہی سید صاحب اسی اپاہج

ہونے کی حالت میں آپ رحمۃ اللہ کے دیدار کے اشتیاق میں آئے ہوئے ہیں۔ چنانچہ آپ رحمۃ اللہ نے انہیں پہچان لیا اور ارشاد فرمایا کہ وقت آگیا ہے اب میں آپ کے لئے دعا کرتا ہوں چنانچہ اسی وقت دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی تو سید صاحب اسی وقت دیکھتے ہی دیکھتے اپنے دونوں پیروں پر کھڑے ہوگئے اور آپ رحمۃ اللہ کے ساتھ ہی سیال شریف عرس میں شرکت کے لئے روانہ ہوئے اور پورا وقت آپ کے ساتھ ہی رہے۔

پتھری نکل گئی

آپ رحمۃ اللہ کے ایک مرید کا بیان ہے کہ میں کافی عرصہ سے گردہ کے درد میں مبتلا تھا بعض اوقات تکلیف اس قدر بڑھ جاتی کہ ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگتا اور جان کے لالے پڑ جاتے چنانچہ اسی حالت میں ایک روز ملک خدا بخش صاحب کا ایک مقالہ پڑھا جس میں انکی اہلیہ کی آپ رحمۃ اللہ کے ذریعے کراماتی شفایابی کا ذکر تھا میں نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی یااللہ میں بھی تیرے اس ولی کا دامن گرفتہ ہوں مجھے بھی ان کے صدقے اس اذیت ناک مرض سے شفایابی عطا فرمایہ دعا کر کے مجھ پر رقت طاری ہوگئی کچھ دیر بعد مجھے پیشاب کی حاجت ہوئی جس میں ایک بڑی سی پتھری بغیر کسی تکلیف کے خودبخود باہر نکل آئی اور یوں میں مکمل صحتیاب ہوگیا۔

تندرستی مل گئی

آپ رحمۃ اللہ کے وصال کے دو سال بعد آپ کے ایک معتقد ڈبل نمونیے کا شکار ہوگیا یہاں تک کہ ڈاکٹروں نے بھی جان بچ جانے سے مایوسی کا اظہار کیا اسی بیماری کی حالت میں ایک فارسی شعر پڑھا بیٹے نے جوان کا سر گود میں لئے بیٹھا تھا حیران ہوکر پوچھا آپ کیا کہہ رہے ہیں تو کہنے لگے ابھی حضرت صاحب رحمۃ اللہ تشریف لائے تھے اور فرما رہے تھے کہ ابھی آنا چاہتے ہو یا رہنا چاہتے ہو میں نے عرض کیا حضور دو بیٹوں کی شادی کر چکا ہوں اور تیسرے کی خواہش ہے فرمایا یہ شعر پڑھو جب میں نے یہ شعر پڑھا تو آنکھ کھل گئی اسکے بعد وہ بالکل تندرست وتوانا ہو گئے اور حسب خواہش تیسرے بیٹے کی شادی کی اور انکے دو بچوں کو بھی گود کھلایا۔

بچے کی پیدائش

جن دنوں آپ رحمۃ اللہ صاحب فراش تھے ایک پٹھان اور اسکی بیوی جو کہ بے اولاد تھے حاضر

خدمت ہوئے اور کمرے سے باہر دروازے کی دہلیز پر بیٹھ گئے بیوی نے خاوند سے کہا کہ پیر صاحب رحمۃ اللہ سے اولاد کے لئے دعا کروالیں خاوند نے کہا چپ رہ دیکھتی نہیں کہ پیر صاحب بیمار ہیں اور تکلیف میں ہیں اور تو کہتی ہے کہ اولاد کے لئے کہوں۔ آپ رحمۃ اللہ نے آواز سن کر کمزور آواز میں ارشاد فرمایا اس شخص کو بلاؤ جسے میری تکلیف رنج پہنچا رہی ہے چنانچہ آپ رحمۃ اللہ نے اجوائن دم کر کے عنایت فرمائی چنانچہ اگلے سال دونوں پٹھان میاں بیوی گود میں نومولود فرزند کو لے کر حاضر خدمت ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ کی دم کی ہوئی اجوائن کا بہت شہرہ تھا اور لوگ آپکی دم کی اجوائن پر بہت اعتقاد رکھتے تھے۔

خوفناک اژدھا

ایک مرتبہ آپ رحمۃ اللہ کا قیام لاہور کے قریب دریائے راوی کے جنگل میں تھا ان دنوں آپ رحمۃ اللہ پر جذب کی کیفیت طاری تھی چنانچہ ان ہی دنوں ایک سیلابی ریلہ آیا جس میں ایک خوفناک اژدھا بھی بہہ کر اس طرف آگیا اور اس نے آپ رحمۃ اللہ کی ران مبارک سے ایک بوٹی کاٹ کھائی آپ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ کچھ دور جا کر وہ اژدھا واپس پلٹا اور میری طرف دیکھنے لگا میں نے کہا اگر اور خواہش ہے تو ایک بوٹی اور لے جاؤ چنانچہ یہ سن کر وہ آیا اور وہیں سے گوشت کی ایک بوٹی کاٹ کر چلا گیا۔

چائے کی قیمت

حضرت پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ ایک مرتبہ ملتان میں قیام فرما ہوئے وہاں ایک چائے فروش کی دکان پر تشریف لے جاتے اور وہ چائے فروش عقیدتاً آپکی چائے سے تواضع کرتا ایک دن آپ رحمۃ اللہ وہاں چائے نوش فرما رہے تھے کہ اس چائے فروش کے بیٹے کے دل میں یہ خیال آیا کہ میرے والد اپنی خوش اعتقادی کے سبب اس شخص کو مفت چائے پلا دیتے ہیں اور یہ اب تک دس پندرہ روپے کی چائے مفت پی چکا ہوگا۔ آپ رحمۃ اللہ فوراً اسکے دل میں آنے والے خیال سے مطلع ہوگئے اور اسے اپنے پاس بلایا اور ایک تعویذ لکھ کر دیا کہ پرانے قلعہ میں جاؤ اور سب سے پہلے تمہیں جو گڑھا سامنے نظر آئے اس میں یہ تعویذ ڈال دینا اور جو کچھ تمہیں وہاں سے ملے اسے اٹھا لینا چنانچہ لڑکے نے ایسا ہی کیا اسے وہاں سے کپڑے کی ایک پوٹلی ملی جس میں اڑتالیس روپے

تھے۔ اسکے بعد آپ رحمہ اللہ کبھی اس دکان پر تشریف نہ لے گئے۔

بارش ہوگئی

ایک انگریز افسر جو پہلے فوج میں رہ چکا تھا اور ڈپٹی کمشنر کے طور پر راولپنڈی میں تعینات ہوا آپ رحمہ اللہ کا شہرہ اس تک بھی پہنچ چکا تھا۔ ایک مرتبہ شدید گرمی کا موسم تھا اور بارش کی شدید حاجت تھی لیکن دور دور تک بارش کا نام ونشان بھی نہ تھا اس انگریز افسر کی بیٹی آپ رحمہ اللہ کی خدمت میں اس افسر کے ساتھ حاضر خدمت ہوئی اور کہنے لگی کیا آپ اپنے خدا سے جو کچھ بھی مانگیں وہ آپکو دیتا ہے؟ آپ رحمہ اللہ نے فرمایا اگر وہ چیز ہمارے حق میں بہتر ہوتی ہے تو عطا فرماتا ہے اور اگر اس میں ہمارا کوئی نقصان ہو تو پھر عطا نہیں فرماتا۔ انگریز لڑکی کہنے لگی اگر یہ بات ہے تو پھر آپ اپنے خدا سے بارش مانگیں کیونکہ اس وقت بارش ہونا ہم سب کے لئے بہتر معلوم ہوتا ہے آپ رحمہ اللہ نے یہ سن کر دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور بارش کی دعا مانگی آپ رحمہ اللہ کا دعا مانگنا تھا کہ اللہ کے فضل و کرم سے اسی دن خوب زور وشور سے بارش ہوئی اور انگریز آفیسر اور اسکی بیٹی سمیت تمام حاضرین بہت متاثر ہوئے۔

لوہے کا ٹکڑا سونا بن گیا

آپ رحمہ اللہ کے ملتان قیام کے دوران جب آپ کا شہرہ دور دور تک پھیل گیا تو آپ رحمہ اللہ مظفر گڑھ میں قیام فرما ہو گئے اور بستی چمن کے قریب ایک کنوئیں پر قیام فرمایا اس کنوئیں کا مالک اپنے بیوی بچوں کے ساتھ وہیں رہتا اس شخص پر ہندو ساہوکاروں کا کافی قرض چڑھ چکا تھا جس میں اس کا یہ کنواں بھی گروی تھا۔ جب وہ ہندوؤں کو قرض کی ادائیگی مطلوبہ مدت میں نہ کر سکا تو ہندو ساہوکاروں نے اسے بے دخل کرنا چاہا اور اسکے کنوئیں پر بھی قبضہ کرنا چاہا۔ جب آپ رحمہ اللہ کو معلوم ہوا تو آپ نے اس شخص کو لوہے کا ایک ٹکڑا لانے کے لئے فرمایا جب وہ لایا تو آپ رحمہ اللہ نے اپنی چادر مبارک میں اسے لپیٹ دیا اور فرمایا کہ اسے کل صبح سے پہلے نہ کھولنا اور رات آپ رحمہ اللہ خاموشی سے وہاں سے تشریف لے گئے صبح جب اس شخص نے چادر مبارک کھولی تو دیکھ کر حیران رہ گیا کہ لوہے کا وہ ٹکڑا سونا بن چکا ہے چنانچہ اس شخص نے اپنے تمام قرض کی ادائیگی کر دی اور کنواں بھی چھڑا لیا۔

فیصلہ حق میں ہو گیا

سردار اعظم خان گولڑوی آپ رحمۃ اللہ کے زبردست معتقد تھے جب انکے خسر کا انتقال ہوا تو اپنی بیوی کی طرف سے حق وراثت کا دعوٰی کورٹ میں دائر کیا لیکن دعوٰی خارج کر دیا گیا اور جائداد بیوی کو ملنے کے بجائے خسر کے دوسرے قریبی وارثوں میں منتقل ہو گئی۔ یہ وارث موضع نون کے ایک درویش کے معتقد تھے۔ ان درویش نے آپ رحمۃ اللہ کو کہلا بھیجا کہ میں نے لوح محفوظ میں دیکھ لیا ہے کہ یہ جائداد اعظم خان کو نہیں مل سکتی۔ یہ میرے ارادتمندوں کے پاس ہی رہیگی، اسلئے آپ تکلیف نہ اٹھائیں۔ آپ رحمۃ اللہ نے یہ سن کر ارشاد فرمایا "ان درویش کو میرا اسلام کہئے گا اور کہئے گا کہ آپ تو لوح محفوظ پر لکھا ہوا پڑھ سکتے ہیں لیکن ایک بات یاد رکھئے گا کہ جب تک یہ جائداد اعظم خان واہلیہ کو نہ مل جائے گی میں اللہ تعالی کا دامن کرم نہیں چھوڑوں گا چنانچہ جب اعظم خان نے چیف کورٹ میں اپیل دائر کی تو منظور ہو گئی اور فیصلہ اعظم خان کی اہلیہ کے حق میں ہو گیا۔"

حادثہ سے بچالیا

آپ رحمۃ اللہ کے ایک مرید تھے جن کا نام غلام رسول تھا آپ رحمۃ اللہ کی اپنے ان مرید پر خصوصی نظر کرم تھی یہ صاحب ایک مرتبہ بحری جہاز کے ذریعے سفر پر روانہ ہوئے دوران سفر ہی خواب میں آپ رحمۃ اللہ کی زیارت کی سعادت حاصل ہوئی آپ رحمۃ اللہ نے خواب میں ارشاد فرمایا کہ اگلی بندرگاہ پر جہاز سے اتر جانا چنانچہ جب بحری جہاز اگلی بندرگاہ پر کوئلہ لینے کے لئے رکا تو انہوں نے اپنا سامان اٹھا کر جہاز سے باہر نکل آئے۔ پھر جہاز روانہ ہونے کے تقریبا دو گھنٹے بعد بندرگاہ پہ خبر موصول ہوئی کہ جہاز پانی میں ڈوب گیا۔

اعلٰی قسم کے پکوان

آپ رحمۃ اللہ جن دنوں لاہور کی بادشاہی مسجد میں درس فرمایا کرتے تھے تو آپکے درس میں حاضر ہونے والے طالب علموں کو کھانے کی بہت تنگی تھی کئی کئی روز فاقوں میں بسر ہوتے مگر پھر بھی یہ طلب حق کی جستجو انہیں وہاں سے جانے نہ دیتی۔ ایک دن امام مسجد گولڑہ شریف مولوی اسماعیل نے آپکی خدمت میں عرض کی حضور آپ تو اللہ والے ہیں اور اللہ کی طرف سے آپکو ایسی سیرابی عطا ہوئی ہے کہ جسمانی غذا کی حاجت ہی محسوس نہیں ہوتی مگر ہم تو نفسانی لوگ ہیں بغیر غذا

ہمارا گزارا بہت ہی تکلیف کا باعث ہے۔آپ رحمۃ اللہ نے حیران ہو کر فرمایا کہ کیا آپ لوگوں کو یہاں کھانے کے لئے کچھ میسر نہیں؟ انہوں نے عرض کی نہیں، یہ سن کر آپ رحمۃ اللہ خاموش ہو گئے لیکن اسی دن سے لوگوں نے خود بخود طرح طرح کے اعلیٰ وعمدہ کھانے وافر مقدار میں لانا شروع کر دیئے،اور آپ رحمۃ اللہ کی کرامت سے وافر مقدار میں آنے والے کھانوں کے سبب طلباء کی غذائی قلت ختم ہوگئی۔

اقوال زریں

حضرت پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ اپنے علم وفضل میں بلند مقام پر فائز تھے آپ رحمۃ اللہ کے ارشادات عالیہ علم وعرفان کا وہ بحر بیکراں ہیں جو سننے والوں کو درس وعبرت،معرفت وعرفان کے ایسے انمول موتی عطا فرماتا ہے جس کی روشنی میں تلاش حق کے راہی منزل پا لیتے ہیں۔ان گوہر پاروں میں سے چند ایک بطور تبرک پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جاتی ہے۔

- میں فقیر اسے کہتا ہوں کہ جو فقیروں کے سات دریا پی جائے اور ڈکار تک نہ لے۔
- باہم اخلاص ومحبت والفت کا ہونا اہل اسلام کی اعلیٰ صفات میں سے ہیں بلکہ دوستی اور شفقت کے سلسلہ کا قیام سب سے پہلے اسلام میں پیدا ہوا۔
- اے میرے مرید! حدود شرعیہ کی پاسداری کو نگاہ میں رکھنا،نماز پنجگانہ اور وظائف قضا نہ کرنا۔بہت سے لوگ محض اسلیئے خالی اور خشک رہ جاتے ہیں کہ وہ ہر وقت اپنی خودی اور فخر پر نظر رکھتے ہیں۔
- فقیر وہ ہے کہ عرفان کے سات خزانے دامن میں ہوں اور پڑوسی کو خبر تک نہ ہو۔
- سبحان اللہ! کعبۃ اللہ کی کیا عظیم شان ہے کہ وہاں پہنچ کر خواص اولیاء اللہ بھی ایک عام انسان کی طرح نظر آتے ہیں۔جس وقت اولیاء اللہ مکہ مکرمہ کی حدود میں داخل ہوتے ہیں تو کعبۃ اللہ کے جلال اور انوار کی چمک کے باعث انکے انوار اس طرح مدہم پڑ جاتے ہیں ولی اور غیر ولی کی شناخت مشکل ہو جاتی ہے۔
- جب تک تو اپنے سر سے بزرگی کی بو نہیں نکالے گا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں کبھی بھی باریابی حاصل نہ کر سکے گا۔درویش کبھی اپنی ذات میں نظر نہیں کرتے بلکہ ہر کسی کو اپنے سے بہتر سمجھتے ہیں۔

- امت محمدیہ ﷺ میں جو فقیر ہوگا وہ عین مشرب ابراہیمی پر ہوگا اور مشرب ابراہیمی آگ میں بھی نمرود کی مدد قبول نہیں کرتا۔
- ''انسان کے شرف کا اعتبار حسب میں ہے نہ کہ نسب میں''

مراقبہ ذکر وفکر

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی نشست گاہ ایک پتھر کی مصلہ نما سل کی صورت میں تھی جو درختوں کے سائے میں رکھی ہوئی تھی بعد نماز فجر اور وظائف سے فراغت کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ مسجد سے تشریف لاکر اسی پر بیٹھا کرتے آپ رحمۃ اللہ علیہ مراقبہ وذکر وفکر میں مشغول راتیں اسی پتھر کے مصلے پر گزرتیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ جس پہلو پر تشریف فرما ہوتے صبح صادق تک اسی پہلو پر تشریف فرما رہتے نہ ہی پہلو بدلتے نہ ہی جسم مبارک کو ذرہ برابر حرکت دیتے۔ جب موسم سرما کی طویل اور یخ بستہ برفانی راتیں آتیں تو صرف ایک کمبل پر ہی گزارا فرماتے یہاں تک کہ صبح کے وقت کمبل پر برف جمی ہوتی تھی جسے اٹھ کر جھاڑ دیتے۔

ایک موقعہ پر درویشوں سے فرمایا کہ تم لوگ مراقبہ وذکر میں بارہا پہلو بدلتے ہو اور ہم اپنے زمانہ میں دوزانو بیٹھتے تھے تو عشاء سے تہجد اور فجر سے ظہر اسی حالت میں رہتے۔ کثرت مراقبہ وذکر وفکر میں مستقل دوزانو بیٹھے رہنے سے ٹانگیں حرکت سے محروم ہوگئیں تھیں حتیٰ کہ طبیب کے مشورے پر مالش کرنے اور بعد نماز عصر گھڑسواری سے بالآخر افاقہ ہوگیا۔

اسی مراقبے میں عشق الٰہی کی ایسی حدت وحرارت محسوس ہوتی کہ موسم سرما کی سرد ویخ بستہ راتوں میں منجمد تالاب میں برف ہٹا ہٹا کر غوطہ لگاتے اور غسل فرماتے۔

حضور غوث الاعظم دستگیر رضی اللہ عنہ سے محبت وعقیدت

حضرت پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ حضور غوث الاعظم دستگیر رضی اللہ عنہ سے بے انتہا محبت وعقیدت رکھتے تھے، اور کیوں نہ رکھتے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ نسب ۲۵ پچیس واسطوں سے حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ قادریہ میں حضرت پیر فضل دین شاہ رحمۃ اللہ علیہ جو آپ کے والد ماجد کے ماموں تھے کے مرید تھے۔ یہی وجہ تھی کہ اس ظاہری وروحانی رشتہ نے آپ کے دل میں حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ سے ایسی محبت وعقیدت جاگزیں فرمادی کہ جو بیان کرنے سے قاصر ہے۔ آپ

رحمۃ اللہ کا اپنی حیات مبارکہ میں یہ معمول تھا کہ ہر سال حضور غوث الاعظم، حضرت خواجہ معین الدین چشتی رضی اللہ عنہ کا عرس مبارک بے حد تزک واحتشام اور عقیدت واحترام سے منایا کرتے۔
آپ رحمۃ اللہ کا ایک منظوم کلام آپ کی حضور غوث الاعظم دستگیر رضی اللہ عنہ سے عقیدت کو ظاہر کرتا ہے۔

روورو لکھے چٹھیے درداں بھریے پتہ پچھیں بغداد دے واسیاں دا
دیہویں جانیڑا دکھاں بھریاں انہاں اکھیاں درس پیاسیاں دا
آہیں سولاں بھریاں سینے سڑے وحوں نکلن حال ایہہ سدااداسیاں دا
تیرے مدھ قدیم دے بردیاں نوں لوک وسدے خوف چپڑاسیاں دا
دستگیر رضی اللہ عنہ کرمیر نوں مہر علی تے کون باجھ تیرے اللہ داسیاں دا

سلاسل فقر

آپ رحمۃ اللہ کا سلسلہ چشتیہ نظامیہ

سید الکونین ورسول الثقلین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مدینۃ العلوم والمطالب امام المشارق والمغارب امیر المومنین وامام الاشجعین علی ابن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ۔

شیخ المشائخ حضرت خواجہ ابی النصر الحسن البصری۔ رضی اللہ عنہ

شیخ المشائخ حضرت خواجہ ابی الفضل عبد الواحد بن زید۔ رضی اللہ عنہ

شیخ المشائخ حضرت خواجہ ابی الفیض فضیل ابن عیاض۔ رضی اللہ عنہ

شیخ المشائخ امان الارض حضرت خواجہ سلطان ابراہیم ادھم البلخی۔ رضی اللہ عنہ

شیخ المشائخ حضرت خواجہ سدید الدین حذیفۃ المرعشی۔ رضی اللہ عنہ

شیخ المشائخ حضرت خواجہ امین الدین ابی ھبیرۃ البصری۔ رضی اللہ عنہ

شیخ المشائخ حضرت خواجہ ممشاد علو الدینوری۔ رضی اللہ عنہ

شیخ المشائخ سرسلسلہ چشتیان خواجہ خواجگان حضرت خواجہ ابی اسحاق شامی چشتی۔ رضی اللہ عنہ

شیخ المشائخ قدوۃ الحق والدین حضرت خواجہ ابی احمد ابن فرسانہ الچشتی۔ رضی اللہ عنہ

شیخ المشائخ قطب الحق والدین حضرت خواجہ محمد ابن احمد چشتی۔ رضی اللہ عنہ
شیخ المشائخ حضرت خواجہ ناصر الحق والدین ابی یوسف چشتی۔ رضی اللہ عنہ
شیخ المشائخ خواجہ قطب الحق والدین مودود چشتی۔ رضی اللہ عنہ
شیخ المشائخ حضرت خواجہ مخدوم حاجی شریف زندنی۔ رضی اللہ عنہ
شیخ المشائخ مقتدائے اہل عرفان حضرت خواجہ عثمان ھرونی۔ رضی اللہ عنہ
شیخ المشائخ قطب العارفین سند الموحدین حضرت خواجہ بزرگ معین الدین حسن سنجری اجمیری رضی اللہ عنہ
شیخ المشائخ برھان چشتیان شہید المحبۃ حضرت خواجہ قطب الحق والدین بختیار اوشی کا کی۔ رضی اللہ عنہ
شیخ المشائخ حریق المحبۃ امام العارفین سلطان الزاھدین حضرت خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر رضی اللہ عنہ
شیخ المشائخ سلطان العاشقین محب رحمۃ للعالمین محبوب الٰہی حضرت خواجہ نظام الدین محمد ابن احمد بخاری۔ رضی اللہ عنہ
شیخ المشائخ مستغرق بحر الشہود شمس العارفین حضرت خواجہ نصیر الحق والدین محمود چراغ دھلوی چشتی۔ رضی اللہ عنہ
شیخ المشائخ حضرت خواجہ شیخ کمال الحق والدین المشہور بعلامۃ۔ رضی اللہ عنہ
شیخ المشائخ حضرت خواجہ شیخ سراج الحق والدین۔ رضی اللہ عنہ
شیخ المشائخ حضرت خواجہ شیخ علم الحق والدین۔ رضی اللہ عنہ
شیخ المشائخ حضرت خواجہ شیخ محمود بعرف شیخ راجن۔ رضی اللہ عنہ
شیخ المشائخ حضرت خواجہ جمال الحق والدین بعرف شیخ جمن۔ رضی اللہ عنہ
شیخ المشائخ قطب الاولیاء شیخ الاتقیاء حضرت خواجہ شیخ حسن محمد۔ رضی اللہ عنہ
شیخ المشائخ مظہر اللہ الصمد حضرت خواجہ شیخ محمد۔ رضی اللہ عنہ
شیخ المشائخ فرد الحقیقت قطب المدینۃ الشریفۃ حضرت خواجہ شیخ یحی المدنی۔ رضی اللہ عنہ
شیخ المشائخ حضرت خواجہ شیخ کلیم اللہ جہاں آبادی۔ رضی اللہ عنہ
شیخ المشائخ سراج الواصلین فخر العاشقین حضرت خواجہ شیخ نظام الحق والدین اورنگ آبادی رضی اللہ عنہ
شیخ المشائخ فخر الاولین والآخرین محب النبی حضرت خواجہ شیخ فخر الحق والدین محمد۔ رضی اللہ عنہ

شیخ المشائخ قدوۃ السالکین شمس العارفین غریب نواز حضرت خواجہ شیخ نور محمد۔ رضی اللہ عنہ
شیخ المشائخ سلطان العاشقین برہان المعشوقین خواجہ خواجگان حضرت خواجہ شیخ محمد سلیمان رضی اللہ عنہ
شیخ المشائخ علم الحق والدین شمس العارفین والعاشقین کامل و مکمل حضرت خواجہ شیخ شمس الدین رضی اللہ عنہ
شیخ المشائخ سلطان العاشقین مظہر رحمۃ للعالمین محبوب الٰہی حضرت خواجہ السید مہر علی شاہ الجیلانی رضی اللہ عنہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ قادریہ

سید الکونین ورسول الثقلین حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم

مدینۃ العلوم والمطالب امام المشارق والمغارب امیر المومنین وامام الاجمعین علی ابن ابی طالب کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم۔

امیر المومنین حسین شہید۔ رضی اللہ عنہ

امام زین العابدین۔ رضی اللہ عنہ

امام محمد الباقر۔ رضی اللہ عنہ

امام جعفر الصادق۔ رضی اللہ عنہ

امام موسی کاظم۔ رضی اللہ عنہ

امام علی ابن موسی۔ رضی اللہ عنہ

شیخ المشائخ شیخ معروف الکرخی۔ رضی اللہ عنہ

شیخ المشائخ شیخ ابوالحسن سری سقطی۔ رضی اللہ عنہ

شیخ المشائخ الاعظم حضرت شیخ جنید البغدادی۔ رضی اللہ عنہ

شیخ المشائخ ابی بکر محمد الشبلی۔ رضی اللہ عنہ

شیخ المشائخ شیخ ابی الفضل عبدالواحد ابن عبدالعزیز۔ رضی اللہ عنہ

شیخ المشائخ شیخ ابی الفرح الطرطوسی۔ رضی اللہ عنہ

شیخ المشائخ شیخ ابی الحسن علی الھنکاری۔ رضی اللہ عنہ

شیخ المشائخ شیخ ابی سعید علی المبارک المخر دمی۔ رضی اللہ عنہ

شیخ المشائخ حضرت شیخ قطب ربانی غوث صمدانی محبوب سبحانی سلطان سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ

شیخ المشائخ شیخ ضیاء الدین ابی النجیب عبدالقاہر سہروردی۔ رضی اللہ عنہ
شیخ المشائخ شیخ عمار ابن یاسر الاندلسی۔ رضی اللہ عنہ
شیخ المشائخ شیخ نجم الدین الکبری۔ رضی اللہ عنہ
شیخ المشائخ شیخ مجد الدین بغدادی۔ رضی اللہ عنہ
شیخ المشائخ شیخ رضی الدین المعروف بعلی لالا۔ رضی اللہ عنہ
شیخ المشائخ شیخ نور الدین المعروف بالکبریٰ۔ رضی اللہ عنہ
شیخ المشائخ شیخ علاء الدولۃ سمنانی۔ رضی اللہ عنہ
شیخ المشائخ شیخ محمود۔ رضی اللہ عنہ
شیخ المشائخ شیخ قطب الاقطاب علی الھمدانی۔ رضی اللہ عنہ
شیخ المشائخ شیخ اسحٰق ختلانی الحسینی۔ رضی اللہ عنہ
شیخ المشائخ شیخ سید السادات سید محمود نوربخش۔ رضی اللہ عنہ
شیخ المشائخ حضرت شیخ محمد غیاث نوربخش۔ رضی اللہ عنہ
شیخ المشائخ حضرت شیخ مظہر الصمد حضرت شیخ محمد۔ رضی اللہ عنہ
شیخ المشائخ فرد الحقیقۃ قطب المدینۃ الشریفۃ شیخ یحیی المدنی۔ رضی اللہ عنہ
شیخ المشائخ فانی فی اللہ حضرت شیخ کلیم اللہ جہاں آبادی۔ رضی اللہ عنہ
شیخ المشائخ سراج الواصلین فخر العاشقین حضرت شیخ نظام الدین۔ رضی اللہ عنہ
شیخ المشائخ فخر الاولین والآخرین محبّ النبی حضرت فخر الحق والدین محمد اورنگ آبادی۔ رضی اللہ عنہ
شیخ المشائخ محبّ العاشقین محبوب المعشوقین مظہر اللہ الاحد حضرت خواجہ نور محمد۔ رضی اللہ عنہ
شیخ المشائخ سلطان العاشقین برہان المعشوقین خواجہ خواجگان حضرت محمد سلیمان۔ رضی اللہ عنہ
شیخ المشائخ شمس الفلک والملۃ والدین حضرت شیخ شمس الدین۔ رضی اللہ عنہ
شیخ المشائخ سلطان العاشقین مظہر رحمۃ للعالمین محبوب الٰہی حضرت خواجہ السید مہر علی شاہ الجیلانی۔ رضی اللہ عنہ

مسلک وحدت الوجود

آپ رحمۃ اللہ علیہ شیخ اکبر محی الدین عربی رحمۃ اللہ علیہ کے فلسفہ وحدت الوجود پر بے حد مہارت رکھتے تھے

آپ نے نہایت آسان عام فہم طریقے سے طالبین حق تک اسے پہنچایا اور معترضین کا رد فرمایا۔

آپ رحمۃ اللہ کا ایک مرتبہ نقشبندی سلسلہ طریقت کے مشائخ عظام سے مسئلہ وحدت الوجود اور وحدت الشہود کے بارے میں بحث چھڑ گئی اس ضمن میں بعض اعتراضات وسوالات اٹھائے گئے جس کا آپ رحمۃ اللہ نے اس قدر پرزور اور مؤثر دلائل پیش کیے اور ایسے بھرپور اور جامع جوابات دیئے کہ کوئی ان جوابات کو رد نہ کر سکا۔ جب حضرت صاحبزادہ خواجہ محمود تونسی رحمۃ اللہ کو اس مباحثہ کے بارے میں معلوم ہوا تو آپ بے حد خوش ہوئے اور آپ رحمۃ اللہ کی تعریف کے علاوہ ایک خط تحریر فرمایا کہ "شاہ صاحب قصور شہر میں بیٹھ کر مسئلہ وحدت الوجود مخالفین کو تسلیم کروانا آپ ہی کے ذاتی خواص میں سے ہے۔"

آپ اپنے مسلک وحدت الوجود کی پختگی کے بارے میں خود فرماتے ہیں کہ مجھے شروع ہی سے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے تمثل بشری کے واقعہ سے وحدت الوجود کی طرف ذوق گواہی دیتا تھا اور اس مسئلہ پر وحدت الشہود والوں کے اعتراضات اور دلائل بھی میرے پیش نظر تھے بالآخر اپنے مشائخ عظام اور اپنے شیخ طریقت کے روحانی تصرف سے اس عالمگیر مسلک یعنی وحدت الوجود پر ہی طبیعت پختہ ہو گئی یہاں تک کہ ایک مرتبہ اپنے پیر و مرشد حضرت سیالوی رحمۃ اللہ کی خدمت اقدس میں حاضری کا شرف حاصل کیا تو وہاں وحدت الشہود کے مسئلہ پر نہایت مدلل بیان کیا اور وحدت الوجود کے بارے میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ اور حضرت علاء الدولۃ سمنانی رحمۃ اللہ کے اشکالات اور اعتراضات پیش کیے قبلہ حضرت سیالوی رحمۃ اللہ بڑی توجہ اور انہماک سے سماعت فرماتے رہے لیکن قدرے متعجب دکھائی دیتے تھے کیونکہ یہ مسلک آپ کے اور ہمارے مشائخ کے خلاف تھا مگر جب میں نے وحدت الوجود پر ان تمام اعتراضات کے جوابات دینا شروع کیے تو قبلہ حضرت سیالوی رحمۃ اللہ بہت خوش ہوئے اور بار بار ارشاد فرماتے تھے کہ واہ شاہ صاحب واہ۔ پھر پیر و مرشد نے مجھے فتوحات مکیہ کے مطالعہ کی تاکید فرمائی چنانچہ آپ رحمۃ اللہ کی توجہ سے اس مسئلہ کے بہت سے اسرار و رموز مجھ پر منکشف ہوتے چلے گئے۔

وادی حمرا میں زیارت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ عازم مدینہ ہوئے تو دوران سفر وادی حمرا کے مقام پر قیام فرمایا

یہاں ڈاکوؤں کے حملہ کے شدید اندیشہ کے تحت نماز عشاء کی سنتیں ادا نہ کر سکے اور شدید تھکاوٹ کے سبب سونے کے لئے لیٹ گئے اور خواب میں سرور عالم ﷺ کی زیارت باسعادت سے مشرف ہوئے دیکھا کہ حضور پرنور ﷺ ارشاد فرما رہے ہیں کہ آل رسول ﷺ کو سنت ترک نہیں کرنا چاہیئے۔ جب آپ رحمۃ اللہ خواب سے بیدار ہوئے تو اس خواب دلآویز کا اس قدر اثر ہوا کہ عشق رسول ﷺ کے جذبہ سے سرشار ایک نعت شریف حضور پرنور ﷺ کی شان میں کہی جس نے شہرہ آفاق مقبولیت حاصل کی اور مقبول زمانہ ہوئی۔

وادی حمرا کے واقعہ کے متعلق آپ رحمۃ اللہ کی تحریر

''چنانچہ سفر مدینہ طیبہ وادی حمرا کے مقام پر ڈاکون کے حملہ کی پریشانی واضطراب کے باعث مجھ سے معمول کے خلاف عشاء کی سنتیں چھوٹ گئیں۔ مخلصی فی اللہ مولوی محمد غازی مدرسہ صوفیہ میں مصروفیات تعلیم وتدریس چھوڑ کر اور حضرت مولوی رحمت صاحب مرحوم اپنے حسن ظن کے سبب میری خدمت کے لئے اس مقدس سفر میں شریک ہوئے تھے۔ ان رفقاء کی معیت میں قافلہ کے ایک طرف سو گیا خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ سرور دوعالم ﷺ جن پر میری جان قربان سیاہ عربی لباس زیب تن فرمائے اپنے جمال باکمال جہاں آراء سے مجھے نئی زندگی عطا فرماتے ہیں مجھے ایسا لگا جیسے میں ایک مسجد میں مراقبہ کی حالت میں دوزانو بیٹھا ہوں حضور پرنور ﷺ میرے نزدیک تشریف لاکر ارشاد فرماتے ہیں کہ آل رسول ﷺ کو سنت ترک نہیں کرنا چاہیئے۔ میں نے آپ ﷺ کی دونوں مبارک پنڈلیوں کو مضبوطی سے پکڑ لیا جو ریشم سے زیادہ نرم وملائم ولطیف تھیں، نالہ وفغاں میں کرتے ہوئے الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ ﷺ کہتا رہا عالم مدہوشی میں روتے ہوئے عرض کی حضور کون ہیں؟ جواب میں وہی ارشاد ہوا کہ آل رسول ﷺ کو سنت ترک نہیں کرنا چاہیئے تین بار یہی سوال وجواب ہوتے رہے تیسری بار میرے دل میں ڈالا گیا کہ جب آپ ﷺ ندائے یارسول اللہ ﷺ سے منع نہیں فرمارہے تو ظاہر ہے کہ خود آپ ﷺ ہی ہیں اگر کوئی اور بزرگ ہوتے تو اس کلمہ سے منع فرماتے۔ اس حسن

وجمال باکمال کے متعلق کیا کہوں اس ذوق ومستی فیضان وانوار کے بیان سے زبان
وقلم گنگ ہیں البتہ عاشقوں کے لئے ان ابیات سے ایک جرعہ اور اس نافہ مشک سے
ایک نفحہ ڈالنا مناسب لگتا ہے۔"

اس سعادت کو حاصل کرنے کے بعد آپ رحمۃ اللہ نے درج ذیل پنجابی نعت بارگاہ رسالت میں پیش کی جو اپنی اثر انگیزی کے سبب بام عروج کو پہنچی ۔ یہ وہ نعت ہے جو پڑھنے والے اور سننے والے کو اشکبار اور دل کو شدت درد وفراق میں مبتلا کر کے بے قرار کرتی ہے اور محفل پر ایسی نورانی کیفیت وسرور کا ماحول پیدا کرتی ہے جسے بیان کرنا لفظوں میں ممکن نہیں البتہ عشق ومحبت میں مستغرق یہ کیفیت بخوبی محسوس کر سکتے ہیں۔

ڈاکٹر اقبال نے جب یہ نعت شریف سنی اور مقطع میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ کا نام سنا تو کہا کہ اب معلوم ہوا کہ اس کلام میں بے پناہ درد واثر کیوں ہے۔ وہ مشہور زمانہ نعت شریف یہاں تبرکا تحریر کرنے کی سعادت حاصل کی جاتی ہے۔

اج سک متراں دی ودھیری اے
کیوں دلڑی اداس گھنیری اے
لوں لوں وچ شوق چنگیری اے
اج نیناں لائیاں کیوں جھڑیاں
مکھ چند بدر شعشانی اے
متھے چمکے لاٹ نورانی اے
کالی زلف تے اکھ مستانی اے
مخمور اکھیں ہن مدھریاں
دو ابرو قوس مثال دسن
جیں توں نوک مژہ دے تیر چھٹن
لباں سرخ آکھاں کہ لعل یمن
چٹے دند موتی دیاں ہن لڑیاں

اس صورت نوں میں جان آکھاں
جانان کہ جان جہاں آکھاں
سچ آکھاں تے رب دی شان آکھاں
جس شان تھیں شاناں سب بنیاں
ایہہ صورت ہے بے صورت تھیں
بے صورت ظاہر صورت تھیں
بے رنگ دسے اس مورت تھیں
وچ وحدت پھٹیاں جد گھڑیاں
دسے صورت راہ بے صورت دا
توبہ رہ کی عین حقیقت دا
پر کم نہیں بے سود محبت دا
کوئی ورلیاں موتی لے تریاں
ایہا صورت شالا پیش نظر
رہے وقتِ نزع تے روز حشر
وچ قبر تے پل تھیں جد ہوسی گزر
سب کھوٹیاں تھیسن تد کھریاں
یعطیک ربک داس تساں
فترضی تھیں پوری آس اساں
لج پال کریسی پاس اساں
واشفع تشفع صحیح پڑھیاں
لاہو مکھ توں مخطط برد یمن

من بھانوری جھلک دکھاؤ سجن
اوہا مٹھیاں گالیں الاؤ مٹھن
جو حمرا وادی سن کریاں
حجرے توں مسجد آؤ ڈھولن
نوری جھات دے کارن سکن
دو جگ اکھیاں راہ وافرش کرن
سب انس وملک حوراں پریاں
اہناں سکدیاں تے کرلاندیاں تے
شالا آون وت بھی اوہ گھڑیاں
سبحان اللہ ما اجملک
ما احسنك ما اکملك
کتھے مہر علی کتھے تیری ثناء
گستاخ اکھیں کتھے جا لڑیاں

منقبت حضرت علی کرم اللہ وجہہ

کب کر سکے مدح تمام ۔امام ہمام بنام بھلا جگ سارا
جس فاتح خیبر ۔ماہ منور۔شاہ غضنفر دیں کو سنوارا
وہ نبی کے وصی۔اللہ کے ولی۔دو جگ میں بلی بہ خفی وجلی
وہ جب کہ پڑیں للکار امریں کفار ہو دیں ناچار تو ٹے ہنکار سبھی کا
حیدر کے زور پہاڑ گریں کفار مریں در خیبر کو اکھاڑا

منقبت حضرت غوث اعظم عبدالقادر جیلانی

رو رو لکھے چٹھے درد بھریئے پتہ پچھیں بغداد دے واسیاں دا
دیہوین جا سنیہڑا دکھاں بھریا انہاں دکھیاں درس پیاسیاں دا
آہیں سولاں بھریاں سینے سڑے وچوں نکلن حال ایہہ سدا اداسیاں دا
تیرے مڈھ قدیم دے بردیاں نوں لوک دسدے خوف چیڑ اسیان دا
دستگیر کر مہر توں مہر علی تے کون باجھ تیرے اللہ راسیاں دا

السلام اے بدر شمس والسلام

شمس نورانی کہ نور مطلق است
در ہمہ آفاق نورش مطبق است
گشت خورشیدے نہاں در ذرہ
شیر مہر در پوستین برہ
از پئے روپوش عامہ درمیاں
مہر شاہ شد مشتبہ بر ہریسیاں
چونکہ نو را افشاند بر لاہوریاں
ظل مخروطی خفت فی القادیاں
شب زروز وروز از شب شد عیاں
فمحونا آیت اللیل بیان
دین عجب کاں شمس اونور قدیم
ناتواں را بود خود صاحب علم
انت تھدی انت تھل من تشاء

انت تعزز انت تذلل ھر کرا
طرفۃ العینی نہ از ماجدا
بس عجب مز درد ہجراں نالہ ہا
چشم عاشق بہر حجت وجوئے جاں
شد بخاک کوئے تو غوطہ زناں
گر نہ دادے نام پاکت دست را
کس نہ دیدے در جہاں ایں مست را
از مسیحے اسم چوں راند نفس
عالمے راگوش بر بانگ جرس
نام داوی از کر دیوانہ را
نسخہ فیہ الشفاء مستانہ را
نام پاکت ساختہ ورد زباں
مہر تو را در دلش کردہ نہاں
آں مقیماں سر کوئے کسے
واں اسیران خم موئے کسے
راکعیں بر ابروئے کسے
ساجدیں سرشار مد روئے کسے
ہر دو عالم در ہوائش باختہ
پائے از دیدہ براہش ساختہ
سیما آں سر دبستان خدا
شہباز قدس آں شمس العلی

بس کن اے دل قصہ بے انفصام
السلام اے بدر شمسم والسلام

1914ء میں ایک عقیدتمند نے حضرت کی خدمت میں اپنی کسی پریشانی کے متعلق عریضہ ارسال کیا اور عنوان پر یہ مصرعہ لکھا۔

گر چارا میرے زخم جگر کا نہیں کرتے
اچھا یہی کہہ دو کہ ہم اچھا نہیں کرتے

حضرت نے بواپسی اپنے قلم مبارک سے یہ منظوم جواب ارسال فرمایا

اس چشم سیاہ مدبھری پر سحر دفتن سے
سلطاں بھی اگر الجھیں تو اچھا نہیں کرتے
بے ساختہ تھا زخم جگر نوک مژہ سے
پھر شکوہ ہی کیا ہے کہ وہ اچھا نہیں کرتے
کہہ دیوے بھلا کیسے کوئی میر عرب سے
''اچھا یہی کہہ دو کہ ہم اچھا نہیں کرتے''
ہے مہر ووفا طرز وادا آل عبا کی
ہرگز نہ کہیں گے کہ ہم اچھا نہیں کرتے

ایک دفعہ حضرت خواجہ نظام الدین تونسوی نے حضرت کے صاحبزادہ جناب بابو جی کو خط میں یہ اشعار لکھ کر بھیجے

اے وعدہ فراموش کروں کیوں نہ شکایت
تو نے تو یہ وعدہ کیا تھا دم رخصت
بھولوں گا کبھی تجھ کو نہ میں تابہ قیامت
گر یاد تمہیں ہم تھے تو کیوں از رہ الفت
خطے نہ نوشتی ومرا یاد نہ کردی
گاہے بہ زبان قلم شاد نہ کردی

جناب بابو جی نے یہ خط حضرت سیدنا پیر مہر علی شاہ کی خدمت میں پیش کیا تو آپ نے جواب کے لئے یہ اشعار لکھوا دیئے

ہوں وعدے کا پکا نہ کرو میری شکایت
میں نے تو یہ وعدہ کیا تھا دم رخصت
بھولوں گا کبھی تم کو نہ میں تا بہ قیامت
ہے یاد مجھے آپ کی ہر لحظہ بہ الفت
ہے یاد صفت دل کی نہ کاغذ نہ قلم کی
جب یاد ہو دل میں نہیں حاجت ہے رقم کی

قاضی سر بلند خان سے خوش طبعی فرمایا کرتے تھے۔ انہوں نے لکھا کہ آپ کو ہمارا کچھ خیال نہیں مدت ہوئی یاد نہیں فرمایا جواب میں صرف ایک شعر تحریر فرمایا:

خاکساروں سے خاکساری ہے
سر بلندوں سے انکسار نہیں

قاضی صاحب نے جواب دیا

حلقہ بگوشوں میں سر بلند ہے آج
حضرت مہر شاہ کو خیال نہیں

اس کے جواب میں حضرت نے فرمایا:

شاعری میں بھی سر بلندی ہے
قافیہ بھی یہاں بکار نہیں
مہر اور پھر بے مہر کیا معنی ؟
جمع اضداد ناگوار نہیں؟

ایک عاشق اپنے خط میں حضرت کی آنکھ کو نرگس بیمار اور زلف کو زنجیر کی تار سے تشبیہ دیتا ہے۔ جواب میں لکھتے ہیں

حیران ہوئے بہوں پریشان ہوئے اس نرگس بیمار نوں دیکھ کے جی
بن پیتے شراب خراب پھرن اس مست سرشار نوں دیکھ کے جی
بن قید زنجیر ہن پھنس گئے اس زلف دی تار نوں ویکھ کے جی
شالا نرگس مست نوں مہر پوے کرے مہر بیمار نوں دیکھ کے جی

فتنہ قادیانیت کی سرکوبی

آپ رحمۃ اللہ ارشاد فرماتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ نے تاکیدا مجھ سے فرمایا کہ بہت جلد ہندوستان میں ایک فتنہ ظاہر ہوگا لہذا تم اپنے وطن واپس جاؤ اگر بالفرض تم خاموشی کے ساتھ ہندوستان میں بیٹھے بھی رہو تو وہ فتنہ ترقی نہ کر سکے گا اور ملک میں امن وسکون رہے گا آپ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ کا کشف صحیح ہوتا تھا چنانچہ اس کشف سے میں نے فتنہ قادیانی مراد لیا۔

بارگاہ رسالت ﷺ سے فتنہ قادیانیت کی سرکوبی کا حکم

آپ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ اسی دوران میں نے خواب میں حضور پرنور ﷺ کی زیارت باسعادت کا شرف حاصل کیا اور حضور ﷺ نے مجھے اس فتنہ قادیانی کی سرکوبی کا حکم فرمایا۔ آپ رحمۃ اللہ نے مزید ارشاد فرمایا جن دنوں مرزا غلام احمد قادیان نے بظاہر تحقیق حق کی غرض سے اشتہارات کے ذریعے دعوت دی تھی میں اس نعمت عظمیٰ سے مشرف ہوا میں نے اپنے حجرہ میں بحالت بیداری آنکھیں بند کئے بیٹھا تھا کہ میں نے حضور پرنور ﷺ کو دیکھا کہ قعدہ کی حالت میں تشریف فرما ہیں اور یہ گناہ گار بھی چار بالشت کے فاصلہ پر اسی حالت میں باادب تمام شیخ کی خدمت مرید کی حاضری کی طرح بالمقابل بیٹھا ہے جبکہ غلام احمد قادیانی اس جگہ سے دور مشرق کی طرف منہ کئے اور حضور پرنور ﷺ کی طرف پشت کئے بیٹھا ہے۔

چنانچہ 1890ء میں مرزا غلام احمد قادیانی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے اور قرب قیامت میں انکے نازل ہونے کا انکار کرتے ہوئے انکی وفات کا اعلان کیا اور اپنے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کر دیا۔

فتنہ قادیانی کا مختصر تعارف

مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کر کے اس عظیم فتنہ فتنہ قادیانی کی بنیاد ڈالی اور پورے برصغیر میں اس عظیم فتنہ کو پھیلا دیا چنانچہ دیگر علماء و مشائخ کے ساتھ ساتھ حضرت پیر سید مہر علی شاہ ؒ نے بھی اس فتنہ کی سرکوبی میں بھرپور حصہ لیا اور اپنے قلم کے ذریعے بھی قادیانیت کا بھرپور انداز میں رد فرمایا۔ اور ''سیف چشتیائی'' اور ''شمس الہدایت'' جیسی مدلل اور مؤثر کتب تحریر فرما کر لوگوں کے شکوک وشبہات کی دلدل سے نکال کر ان کا ایمان محفوظ فرمایا۔

فتنہ قادیانیت کے لئے کی گئی عظیم کوششیں

آپ ؒ نے جب 1890ء میں حج کی سعادت پا کر وطن واپس تشریف لائے تو اس وقت مرزا غلام احمد قادیانی اپنے مجدد ہونے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے احیائے دین، عروج اسلام اور لوگوں کی ہدایت پر مامور کیے جانے کا دعویٰ کیا۔ اس نے اپنی کتابوں میں باطل عقائد، اپنے مسیح موعود ہونے کا اعلان اور ظلی اور بروزی نبوت کے دعوی تحریر کئے۔ عیسائیوں اور آریوں کے ساتھ مباحثات اور مناظرانہ تحریریں اور اشتہار بازی، پیری مریدی کے ذریعے مقبولیت حاصل کی۔ مشائخ عظام کے ساتھ جھوٹی پیشین گوئیاں منسوب کیں جن میں ان مشائخ عظام کا مرزا غلام احمد قادیانی کے ''مبعوث'' ہونے کے متعلق خبر دی گئی۔ قبلہ عالم پیر مہر علی شاہ ؒ کے ساتھ فرضی پیشن گوئی کی نسبت دیگر مشائخ عظام کے علاوہ مرزا غلام احمد قادیانی کے مرید ڈاکٹر بشارت احمد قادیانی لاہوری نے اپنی کتاب ''مجدد اعظم'' جلد دوم میں ایک فرضی وخود ساختہ پیشن گوئی حضرت سید پیر مہر علی شاہ ؒ کی طرف بھی منسوب کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''ہمارے حضرت (غلام احمد قادیانی) کے ایک مرید نے قادیان پہنچ کر بیان کیا کہ پیر صاحب گولڑہ شریف نے قادیان کی طرف منہ کر کے اپنی قبا کے بند کھول دیے اور فرمایا کہ مجھے قادیان کی طرف سے عشق الٰہی کی ٹھنڈی ہوا آ رہی ہے'' (لعنۃ اللہ علی الکاذبین)

قادیانی دعوت کا انکار

مرزا غلام احمد قادیانی کی طرف سے آپ ؒ کو ایک مطبوعہ دعوت نامہ موصول ہوا جس میں تحریر تھا کہ میں مسیح موعود ہوں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے احیائے دین اور عروج اسلام کے لئے

مامور کیا گیا ہوں، آپ رحمۃ اللہ علیہ اس مشن میں میری اعانت کریں۔ چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے صاف انکار فرماتے ہوئے لکھوایا کہ میں تمہیں ہرگز مسیح موعود اور مامور من اللہ نہیں مانتا۔

شمس الہدایت کی اشاعت

جب فتنہ قادیانیت زور پکڑنے لگا اور سادہ لوح مسلمان اس فتنہ سے متاثر ہونے لگے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرف توجہ فرمائی اور 1317ھ بمطابق 90-1889 ماہ شعبان المکرّم و رمضان المبارک میں اپنی گونہ گوں دینی مشغولیات سے وقت نکال کر ایک رسالہ "شمس الہدایت فی اثبات حیات المسیح" اخبار 'چودھویں صدی' راولپنڈی کو تحریر فرما کر دیا جو اس ماہ مبارک طبع ہو کر ہندوستان میں تقسیم کروایا گیا اور ایک کاپی مرزا غلام احمد قادیانی کو بھی ارسال کی گئی۔

اس کتاب میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن وحدیث کے روشن دلائل کے ساتھ یہ ثابت فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر زندہ اٹھالیا جانا اور قرب قیامت میں زمین پر دوبارہ نازل ہو کر دین اسلام کے عروج کا باعث ہونا حق ہے اور آپ کی وفات اور آپ کی مثل غلام احمد قادیانی کا دنیا میں مسیح موعود بن کر آنے کا دعویٰ محض باطل و غلط ہے۔

اس مدلل و مؤید تصنیف کا منظر عام پر آنا تھا کہ نہ صرف ہندوستان بلکہ قادیان میں تہلکہ مچ گیا اور علمائے اسلام ہی کیا اہل حدیث و دیگر مسلک سے تعلق رکھنے والے بھی اسے پڑھ کر دنگ رہ گئے اور اس کے مطالعے سے بے شمار لوگوں کے اذہان و قلوب پر اثر ہوا اور ان کے عقائد بگڑنے سے بچ گئے۔

"سیف چشتائی" کی اشاعت

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی جب مایہ ناز تصنیف "شمس الہدایت" منظر عام پر آئی جس میں حیات عیسیٰ کو عمدگی کے ساتھ ثابت کیا گیا اور غلام احمد قادیانی کے دعویٰ مسیح موعود کی بنیاد کو جڑ سے اکھیڑ دیا گیا تو قادیانیت پر ایسی کاری ضرب لگی کہ وہ بلبلا اٹھے اور مرزا غلام احمد قادیانی کی طرف سے فوراً اس کا جواب لکھا گیا جو "شمس بازغۃ" کے نام سے شائع ہوا چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے رد میں ایک کتاب "سیف چشتائی" کے نام سے تصنیف فرمائی جس کی اشاعت سے مرزائیوں پر ایک اور کاری ضرب لگی اور قادیانیت کا جنازہ نکل گیا اور مرزائیوں میں ایک کہرام برپا ہو گیا۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی طرف سے مباہلہ کی پیش کش

ایک قادیانی وفد حضرت قبلۂ عالم سید پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ رحمۃ اللہ کو یہ پیش کش کی کہ آپ مرزا صاحب سے مباہلہ کیوں نہیں کر لیتے کہ ایک اندھے اور ایک اپاہج یعنی لنگڑے کے حق میں مرزا صاحب دعا کریں اور اسی طرح ایک اندھے اور اپاہج کے لئے آپ دعا کریں جس کے نتیجے میں حق و باطل کا فیصلہ ہو جائے۔ آپ رحمۃ اللہ نے جواباً فرمایا کہ مرزا سے کہہ دو کہ اگر مُردے بھی زندہ کرنے ہوں تو آ جائیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی طرف سے تحریری مناظرے کی دعوت

مرزا غلام احمد قادیانی نے 22 جولائی 1900 میں ایک اشتہار جاری کروایا جس میں آپ رحمۃ اللہ کو عربی میں تفسیر نویسی کے مقابلہ کا چیلنج دیا اور اس میں یہ بکواس لکھی کہ "پیر مہر علی شاہ گولڑوی جو سخت مکذب ہیں انہوں نے جو دو کتابیں لکھیں ہیں وہ اس بات پر کافی دلیل ہیں کہ وہ علم قرآن سے کیسے بے بہرہ ہیں اور بے نصیب ہیں" پھر لکھا کہ "سو مناسب ہے کہ میں صادق اور کاذب کے پرکھنے کے لئے ایک جلسہ قرار دیا جائے اور اس طرح یہ مجھ سے مباحثہ کریں کہ قرعہ اندازی کے طور پر قرآن شریف کی کوئی سورت نکالیں اور اس میں سے چالیس آیات یا ساری سورت (اگر چالیس سے زیادہ نہ ہوں) لے کر فریقین عربی زبان میں اس کی تفسیر لکھنا شروع کریں اگر میرے خدا نے مجھے اس مباحثے میں غالب کر دیا اور مہر علی شاہ صاحب کی زبان بند ہو گئی نہ وہ فصیح عربی پر قادر ہو سکے اور نہ وہ حقائق و معارف سورۃ قرآنی میں کچھ لکھ سکے تو ان پر واجب ہو گا کہ وہ توبہ کر کے مجھ سے بیعت کریں میں مکرر لکھتا ہوں کہ میرا غالب رہنا اسی صورت میں متصور ہو گا جبکہ مہر علی شاہ صاحب بجز ایک ذلیل اور قابل شرم اور رکیک عبارت اور لغو تحریر کے کچھ بھی نہ لکھ سکیں اور ایسی تحریر کریں جس پر اہل علم تھوکیں اور نفرین کریں۔"

تحریری مناظرے کا جواب

آپ رحمۃ اللہ نے غلام احمد قادیانی کے مناظرہ کی دعوت کو فوری طور پر منظور فرمایا اور پچاس علماء کرام کے ہمراہ لاہور پہنچ کر غلام احمد قادیانی کو اپنی آمد کی اطلاع دی اور ساتھ ہی اس شرط کا اضافہ فرمایا کہ غلام احمد قادیانی مسیحیت و مہدیت و رسالت کے دعوی کو لسانی تقریر سے بمشافہ حضار

جلسہ پایہ ثبوت تک پہنچائیں۔ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ غلام احمد قادیانی خاص طور پر اس بات کا ضرور خیال رکھے کہ اپنی عادت کے مطابق عین وقت پر کسی ایسے الہام کا اظہار نہ کردے کہ بذریعہ الہام مجھے اس مناظرے میں شرکت سے منع کردیا گیا ہے۔الہام کرنے والے سے اس بات کو پہلے ہی طے کرلیا جائے کہ وہ وقت پر الہام کے ذریعے شرکت جلسہ سے روکے گا نہیں ؟وقت پر ایسا الہام قابل پذیرائی نہ ہوگا۔

اسی سلسلے میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ نے ایک بات ارشاد فرمائی جس کا بہت چرچا ہوا آپ رحمۃ اللہ نے غلام قادیانی کی طرف سے تحریری مناظرہ کے چیلنج کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا علمائے اسلام کا اصل مقصود تحقیق حق اور اعلاء کلمۃ اللہ ہوا کرتا ہے،فخر وتعلّی مقصد نہیں ہوتا ورنہ تو نبی کریم ،رؤوف ورحیم ﷺ کی امت میں اس وقت بھی ایسے خادم دین موجود ہیں کہ اگر قلم پر توجہ ڈالیں تو وہ خود بخود کاغذ پر تفسیر قرآن لکھ جائے۔آپ رحمۃ اللہ کا اشارہ اپنی جانب تھا چنانچہ بعد میں اس چیلنج کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ میں نے یہ دعویٰ از خود نہیں کیا تھا بلکہ عالم مکاشفۃ میں نبی کریم، رؤوف ورحیم ﷺ کے جمال باکمال سے میرا دل اس قدر قوی اور مضبوط ہوگیا تھا کہ مجھے یقین کامل تھا کہ اگر اس سے بھی بڑا کوئی دعویٰ کرتا تو اللہ تعالیٰ ضرور مجھے سچا ثابت کرتا۔

غلام احمد قادیانی سے مناظرے کے لئے لاہور روانگی

آپ رحمۃ اللہ نے مناظرہ کی دعوت کو قبول فرمایا اور تقریباً 50 کے قریب علماء کرام کے ہمراہ لاہور تشریف لے گئے۔ 24 اگست 1900 کو مناظرہ کا دن طے پایا اور پورے ملک سے ہزاروں مسلمان اور قادیانیوں کا ایک جم غفیر لاہور پہنچ گیا اس عظیم معرکہ سے چار روز قبل مرزا قادیانی کی طرف سے ایک خط پہنچا جس میں لکھا تھا کہ مرزا قادیانی کو تقریری مقابلہ منظور نہیں اگر تفسیر نویسی میں مقابلہ کرنا ہو تو پیر صاحب آجائیں مرزا قادیانی کا چیلنج ایسا نرالا تھا کہ جس میں سوائے دو مضمون نگاروں کا تفسیر نویسی اور عربی علم وادب میں قابلیت کے جوہر دکھانے کے کچھ نہ تھا جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ ایک دوسرے پر فوقیت پاتا جبکہ آپ رحمۃ اللہ کی تجویز کہ پہلے غلام احمد قادیانی اپنے دعوؤں کو ثابت کرے بعد میں تحریری مناظرہ میں اپنے جوہر دکھائے۔لیکن غلام احمد قادیانی کو معرکہ حق وباطل میں صرف انتشار پھیلانا تھا لہذا تقریری مناظرے سے انکار کہلا بھیجا۔اس

تحریری مباحثہ کا انعقاد شاہی مسجد میں قرار پایا جب آپ رحمۃ اللہ لاہور پہنچے تو سب سے پہلے یہی دریافت فرمایا کہ کیا مرزا غلام احمد قادیانی لاہور پہنچ گیا؟ مگر جواب نفی میں ملا۔ ہزاروں مشتاق آپ رحمۃ اللہ کے استقبال کے لئے لاہور کے ریلوے اسٹیشن پر موجود تھے اور ان کی خواہش تھی کہ آپ رحمۃ اللہ کو ایک عظیم الشان جلوس کی صورت میں لے جایا جائے مگر آپ رحمۃ اللہ نے اسے پسند نہ فرمایا اور اسٹیشن کے سامنے باغ میں بیٹھ کر تمام لوگوں سے مصافحہ فرمایا۔

مقررہ تاریخ آ پہنچی وقت پر وقت گزرتا رہا لیکن غلام قادیانی بحسب عادت نہ پہنچا اور بہانہ یہ بنایا کہ میں کسی قیمت پر لاہور نہیں آؤں گا کیونکہ مولوی لوگ مجھے دعوی نبوت میں کاذب ثابت کرنے کے بہانے قتل کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ اس کا دعوی صرف جھوٹ پر مبنی ہے اور سوائے شکست و ذلت کے اس کا انجام کچھ اور نہیں۔

قبلہ عالم رحمۃ اللہ کی غلام احمد قادیانی کے لئے پیشن گوئی

آپ رحمۃ اللہ نے ایک موقعہ پر غلام قادیانی کے لئے ارشاد فرمایا ''اور ہم پیشگوئی کرتے ہیں کہ مدینہ منورہ زادھا اللہ شرفاً وتعظیما میں حاضر ہوکر سلام عرض کرنے کی اور جواب سلام سے مشرف ہونے کی نعمت مرزا قادیانی کو کبھی نصیب نہ ہوگی'' چنانچہ آپ کی پیشن گوئی حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوئی اور لوگوں نے دیکھا کہ باوجود مال واسباب کی کثرت کے مرزا قادیانی زیارت مدینہ منورہ سے مرتے دم تک محروم رہا۔ جبکہ حدیث مبارکہ کی رو سے حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام کے لئے تو یہ ایک نہایت ہی ضروری اور روشن علامت ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام آسمان سے نازل ہونے کے بعد حج بھی کریں گے اور نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ پاک پر حاضر ہوکر صلوٰۃ وسلام بھی عرض کریں گے اور نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم انہیں قبر مبارک سے سلام کا جواب بھی عنایت فرمائیں گے۔ چنانچہ مرزا قادیانی کا جھوٹے دعوی مسیحیت کا بھانڈا پھوٹ گیا اور مرتے دم تک وہ اس نشانی پر پورا نہ اتر سکا۔

غلام قادیانی کے راہ فرار کے بارے میں قبلہ عالم کا ارشاد

غلام قادیانی نے مباحثے کے لئے آنے سے صاف انکار کردیا چنانچہ آپ رحمۃ اللہ واپس تشریف لے آئے آپ رحمۃ اللہ ارشاد فرماتے ہیں ''خائف وہی ہوتے ہیں جن کو میدان میں سامنے آنا موت نظر آتا ہے جبکہ تحریک مقابلہ بھی پہلے خود ہی کی ہو۔ مامور من اللہ کو تو میدان میں موجود ہونا

نہایت ضروری تھا تا کہ خلق اللہ مامور من اللہ کی غیر حاضری کے باعث اس کو مفتری علی اللہ سمجھ کر صراط مستقیم نہ چھوڑ دیں۔ مخالفین کو للکارنا، انہیں بلانا اور پھر خود گھر سے باہر نہ نکلنا گویا اپنے ہی ہاتھوں دین کی بیخ کنی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو حسب وعدہ قرآن کریم کو تحریف سے بچانا منظور تھا اور امت مرحومہ کو سمجھانا مقصود تھا کہ غلام قادیانی کتاب، سنت اور اجماع کا منحرف ہے اس لئے اس کے ہاتھ سے اشتہار دعوت اور کر و فر کہ ضرور میرا مقابل میرے مقابلہ میں ذلیل ہوگا یہ ہوگا وہ ہوگا روئے زمین پر دلوایا"

مسلمانو! غور سے سوچو یہ اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر تھی جو غلام قادیانی کے مکر کے مقابل تھی۔ مرزا نے تو سوچا تھا کہ کسی کو کیا پڑی ہے جو اس کی دعوت کو قبول کرے گا بس بیٹھے بٹھائے فتح حاصل ہو جائے گی مگر چونکہ اللہ عزوجل کی خفیہ تدبیر غالب رہتی ہے اسی لئے مرزا کے اس کر و فر کے بعد اس کی قلمی اور کلمی طاقتیں ایسی سلب ہوئیں کہ اپنی عدم حاضری کا عذر تک بھی قلم اور منہ سے نہ نکلیں اور جب تقریباً پانچ یا چھ دن کے بعد میرے واپس ہونے کی خبر پہنچی تو لرزتے ہاتھوں سے لکھ ڈالا کہ ہم کو سرحدی لوگوں کا خوف تھا اس لئے نہیں آئے۔ اس عذر پر لوگوں نے ملامت کیا کہ ان الہامات کو بھول گئے تھے جن میں آپ کو غالب رہنے کی تسلی اور بشارت سے نوازا گیا تھا۔

مسلمانوں کا جلسہ

جب غلام احمد قادیانی کی مناظرہ میں نہ آنے کا قطعاً یقین ہوگیا تو ۲۷ اگست کو شاہی مسجد میں مسلمانوں کا ایک عظیم الشان جلسہ منعقد کیا گیا جس میں علمائے کرام نے اس دعوت مناظرہ کی مکمل داستان بیان فرمائی اور قادیانیت کا اصل رخ واضح کر کے لوگوں کے سامنے پیش کیا اور تمام اسلامی رہنماؤں نے منبر پر کھڑے ہو کر ختم نبوت کی صحیح اور اٹل تفسیر بیان فرمائی۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ دنیا میں اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں اور آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہوگا اور جو شخص اس عقیدہ کا انکار کرے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے، چنانچہ یہ حقیقت واضح کر دی گئی کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو تحقیق حق منظور نہیں اور وہ خواہ مخواہ بزرگان دین اور معززین اسلام کو اپنی شہرت کے واسطے مخاطب کر کے دیگر اشخاص کے معارف سے اپنی شہرت اور ناموری چاہتا ہے یہی اس کا اصل مقصود ہے۔ اس کے عقائد قرآن و سنت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عقائد کے بالکل خلاف

محض لغو اور بے بنیاد ہیں۔ وہ نبی آخر الزمان ﷺ کا مخالف اور خود نبوت کا دعوی دار ہے قرآن پاک کی آیات کو اپنے اوپر نازل ہونا بتاتا ہے اور قادیان کو بیت اللہ سے نسبت دیتا ہے اور مسجد قادیان کو مسجد اقصٰی کہتا ہے اور معراج النبی ﷺ کا انکار کرتا ہے۔ حضرت عیسی علیہ السلام اور آپ کی والدہ بی بی مریم رضی اللہ عنہا کی سخت توہین اور دیگر بزرگان دین واولیائے کاملین کے حق میں گستاخی اور ہتک آمیز باتیں کرتا ہے۔ چنانچہ اس کی اسلام مخالفت اور دینی عقائد سے اختلاف کے سبب تمام علمائے ہندوستان اس کے خلاف کفر کا فتوٰی دے چکے ہیں۔ لہٰذا اہل اسلام مرزا قادیانی اور اسکے حواریوں کی کسی تحریر کی نہ ہی پراہ کریں اور نہ ہی ان سے مخاطب ہوں کہ مرزا قادیانی اور اس کے حواریوں پر اتمام حجت ہو چکی۔ اس جلسے کے آخر میں پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے دعائے خیر فرمائی۔

1907 میں ایک مرتبہ پھر قادیانیت کے فتنوں کا رخ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ہوا اور ان کی طرف سے زبانی یا تحریری پیشن گوئی سن کر یا پڑھ کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک پیر بھائی اور محب صادق پریشانی کی حالت میں گولڑہ شریف پہنچ کر حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی کہ حضور مرزا قادیانی کہتا ہے کہ اس آنے والے جیٹھ کے مہینے میں پیر صاحب کا انتقال ہو جائے گا لہٰذا آپ اپنی حفاظت کا انتظام فرمائیں مبادا کوئی حملہ کر دے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ موت تو برحق ہے اس سے فرار ممکن نہیں مگر تسلی رکھیں انشاء اللہ اس جیٹھ میں تو میں نہیں مرتا۔ چنانچہ جب اگلے جیٹھ کا مہینہ آیا تو خود مرزا قادیانی واصل جہنم ہو گیا۔ اس سال سیال شریف کے عرس پر انہی پیر بھائی سے ملاقات ہوئی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جیٹھ جیٹھ سے بدل گیا۔

معرکہ قادیانیت کے متعلق ارشاد گرامی

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ''سیف چشتائی'' جیسی معرکۃ الآراء تصنیف تحریر کرنے کے بعد ایک بیان جاری فرمایا جس میں اس کا تمام پس منظر سننے والے کے سامنے ظاہر ہو جاتا ہے۔ اس بیان کو یہاں تبرکاً نقل کیا جا رہا ہے۔

''اس ہیچمدان، خوشہ چین علماء کرام کو مطابق قول السلامۃ فی وحدۃ گوشہ نشینی پسند رہی ہے۔ تصنیف و تالیف کا شوق نہیں کیونکہ یہ امور یا تو بغرض شہرت و ناموری یا بغرض حصول دولت کے کیے جاتے ہیں۔ سو اس خاکسار کو ان دونوں امور سے نفرت ہے۔ آجکل کے ابنائے زماں ان کمالات کو

پسند کرتے ہیں جو مجمد تعلیمات زیورپ کے ہیں اور جس سے یہ عاجز ناواقف ہے اس طرز قدیم سے جس سے زمانہ سلف کے بزرگان دین تصنیف وتألیف کرتے آئے ہیں اور جس سے ہیچمدان کو قدرے مونست سے نفرت رکھتے ہیں۔ باوجود ان موانعات کے چند احباب کے اصرار پر رسالہ شمس الھدایت لکھا گیا جس سے مراد نہ تو طلب شہرت نہ حصول دولت تھی بلکہ اصل غرض یہ تھی کہ اعلاء کلمۃ الحق میں کوتاہی نہ ہو اور قیامت میں باز پرس سے بچ جاؤں اور عنداللہ مستحق ثواب ٹھہروں۔"

اس رسالہ کے شائع ہونے سے کچھ مدت بعد مرزا قادیانی کے مباحثہ کے لئے اشتہار شائع ہونے شروع ہوئے ہر چند مباحثہ کے لئے کل شرائط مرزا قادیانی نے خود ہی تجویز کی تھیں اس طرف سے نہ تو کوئی شرط پیش ہوئی اور نہ کسی شرط میں ترمیم کی درخواست کی گئی اور یہ خادم الفقراء معہ علمائے کرام اور مشائخ عظام تاریخ مقررہ پر لاہور پہنچ کر کئی روز تک محمڈن ہال انجمن اسلامیہ پنجاب لاہور میں بغرض انتظار مرزا قادیانی ٹھہرا رہا مگر مرزا قادیانی قادیان سے باہر نہ نکلا اس تمام واقعہ کی عوام نے بلا اطلاع میری کے تشہیر کردی تھی اس لئے اب تشریح کی ضرورت نہیں۔ بہت دیر بعد شمس الھدایت کے جواب میں مرزا قادیانی کے امروہی مرید نے شمس بازغہ لکھی اور مرزا قادیانی نے تفسیر فاتحہ چھپوائی تو دوبارہ اہل اسلام اور میرے احباب نے مجھے مجبور کیا کہ اس کے جواب میں قلم فرسائی کروں گو بہت انکار کیا گیا اور کہا گیا کہ

آن کس کہ زقرآں وخبر زد نہ رہی
آں است جوابش کہ جوابش نہ دہی

لیکن پھر بھی سوال پیش آیا کہ مرزا قادیانی اور اس کے مرید سے کیا غرض ہے عوام مسلمانان ہندو پنجاب کے فائدے کے لئے ہی سہی لہذا یہ چند اوراق لکھ کر مولوی محمد غازی صاحب کے حوالہ بغرض طبع کردیئے کہ وہ اسے کتاب کی صورت میں چھپوا کر میرے پاس لائیں تاکہ یہ علمائے کرام اور معززین اسلام میں بدستور مفت تقسیم کی جائے کیونکہ مجھے اس کی اشاعت سے مقصود نفع اہل اسلام ہے نہ کہ تجارت۔

وما علینا الا البلغ

محبّ الفقراء

الغرض آپ ؒ نے فتنہ قادیانیت کے خلاف جس طرح سینہ سپر ہو کر معرکہ آرائی فرمائی وہ تاریخ میں سنہری حروفوں سے قلمبند کی گئی ہے۔

فرقہ مرزائیہ کے آٹھ اہم اشکالات کے جواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

جناب حضرتنا شیخنا سیدنا و مولانا زبدۃ المحققین ورئیس العارفین۔ بعد سلام کے عاجز یوں گزارش کرتا ہے کہ فرقہ باطلہ مرزائیہ کی تائیدی مرزا غلام احمد قادیانی کے ایک معتقد مرزا ابوالعطاء حکیم خدا بخش قادیانی نے ایک ضخیم کتاب ''عسل مصفیٰ'' لکھی ہے۔ اس کتاب میں مرزا موصوف نے اپنے زعم میں وفات مسیح کو جہاں تک ہو سکا ثابت کیا۔ مرزا صاحب قادیانی نے تو ازالہ اوہام مطبع ریاض ہند امرتسر ۱۳۰۸ھ کے صفحہ ۵۹۱ سے تا ۶۲۷ میں ۳۰ آیات قرآنی سے وفات مسیح کا استدلال پکڑا مگر حکیم صاحب اپنے پیر سے بھی بڑھ کر نکلے یعنی انہوں نے ساٹھ آیات قرآنی سے وفات مسیح کا استدلال پکڑا۔ مثل مشہور ہے ''گرو جنہاں دے جاندے ٹپ۔ چیلے جان شڑپ'' راقم الحروف کی اکثر اوقات امرتسر کے مرزائیوں سے گفتگو ہوتی رہتی ہے۔ آپ کی کتاب سیف چشتیائی نے مجھے بڑا فائدہ دیا اور چند ایک مرزائیوں نے اسے پڑھا۔ چنانچہ حکیم الٰہی بخش صاحب مرحوم معہ اپنے لڑکے کے آخر مرزائیت سے توبہ کر گئے اور اسلام پر ہی فوت ہوئے اور باقی مرزائیوں کے دل ویسے ہی سخت رہے۔ سچ ہے کہ

خاک سمجھائے کوئی عشق کے دیوانے کو
زندگی اپنی سمجھتا ہے جو مرجانے کو

میری خود یہ حالت تھی کہ عسل مصفیٰ کو پہلی بار پڑھنے سے دل میں طرح طرح کے شکوک اٹھے اور وفات مسیح پر پورا یقین ہو گیا مگر الحمدللہ کہ آپ کی سیف چشتیائی اور شمس الہدایت نے میرے متذبذب دل پر تسلی بخش امرت ٹپکا۔ امید ہے کئی برگشتہ آدمی اس سے ایمان میں تروتازگی حاصل کریں گے۔ عرصہ ایک سال سے عاجز نے کمربستہ ہو کر یہ ارادہ کر لیا ہے کہ ایک ضخیم کتاب بنا کر

عسل مصفی کی تردید بخوبی کی جائے اور اس کی تمام چالاکیوں کی قلعی کھولی جاوے۔چنانچہ راقم الحروف عسل مصفی کے رد میں ایک کتاب صاعقہ رحمانی بر نخل قادیانی لکھ رہا ہے اور اس کے پانچ باب ترتیب وار باندھے ہیں۔(۱) حیات مسیح ۱۵ فصلوں پر (۲) حقیقت المسیح ۱۵ فصلوں پر (۳) حقیقت النبوۃ ۱۵ فصلوں پر (۴) حقیقت المہدی ۱۲ فصلوں پر (۵) حقیقت الدجال ۸ فصلوں پر۔

مصنف عسل مصفی نے چند ایک اعتراضات حیات مسیح اور رجوع موتی پر کئے ہیں۔عاجز ذیل میں وہ اعتراضات تحریر کر دیتا ہے اور آپ سے کیے سوالات کا خواستگار ہے۔میں نے امرتسر کے چند ایک عالموں مثلاً محمد داؤد بن عبدالجبار مرحوم غزنوی، خیر شاہ صاحب حنفی نقشبندی، ابوالوفاء ثناء اللہ وغیرہ سے ان اعتراضوں کے جواب پوچھے مگر افسوس کہ کسی نے بھی تسلی بخش جواب نہیں دیئے۔اب امید ہے کہ آپ بخیال ثواب دارین ان اعتراضوں کے جواب تحریر فرما کر فرقہ مرزائیہ کے دام مکر سے اہل اسلام کو خلاصی دیں گے۔

اول:(۱) صحیح بخاری مطبع احمدی جلد ۱ صفحہ ۴۸۱ میں ہے:

عن ابن عمر قال قال النبی ﷺ رأیت عیسی و موسی وابراہیم فاما عیسی فاحمر جعد عریض الصدر الخ

(۲) پھر اسی بخاری میں ہے:

حدثنا احمد قال سمعت ابراہیم عن ابیہ قال لا واللہ ما قال النبی ﷺ بعیسی احمر ولکن بینما انا نائم اطوف بالکعبۃ فاذا رجل ادم سبط الشعر یہادی بین رجلین ینطف رأسہ او یہراق

پہلی حدیث میں عیسی مسیح بن مریم ناصری کا حلیہ سرخ رنگ، بال گھونگردار، سینہ چوڑا تھا اور دوسری حدیث میں مسیح موعود کا حلیہ گندم گوں رنگ، بال کندھوں پر لٹکے ہوئے اور سر کے بالوں سے پانی ٹپکتا ہوا ہے پس اس سے ثابت ہے کہ مسیح ناصری اور ہے اور آنے والے مسیح جس نے دجال کو مارنا ہے اور ہے۔

دوسری حدیث میں ہے:

قل ثم اذا برجل جعد قطط اعور العین الیمنی کان عینہ عنبۃ

طافیۃ کاشبہ من رایت من الناس باہن قطن واضعا یدیہ علی منکبی رجلین یطوف بالبیت

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ نے دجال کو بھی کعبہ کا طواف کرتے دیکھا مگر دوسری صحیح حدیثوں سے صاف عیاں ہے کہ دجال پر مکہ ومدینہ حرام کئے گئے ہیں۔ پھر مسیح اور دجال کا طواف کرنا کیا معنی رکھتا ہے۔

دوم: صحیح بخاری میں ہی ہے:

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ تحشرون حفاۃ عراۃ غرلا ثم قرا کما بدأاول خلق نعیدہ وعدا علینا انا کنا فاعلین فاول من یکسی ابراہیم ثم یؤخذ برجال من اصحابی ذات الیمین وذات الشمال فاقول اصحابی فیقال انہم لایزالوامرتدین علی اعقابہم مذ فارقتہم فاقول کماقال العبد الصالح عیسی بن مریم وکنت علیہم شہیدا مادمت فیہم فلماتوفیتنی الخ جزء سورۃ مائدۃ میں ذکر ہے کہ مسیح پر سوال ہونے پر مسیح جواب دیں گے کہ سبحانک مایکون لی ان اقول مالیس لی بحق ان کنت قلتہ فقد علمتہ تعلم مافی نفسی ولااعلم مافی نفسک انک انت العلام الغیوب ماقلت لہم الامامرتنی بہ ان اعبدوااللہ ربی وربکم وکنت علیہم شہیدامادمت فیہم فلماتوفیتنی کنت انت الخ قیامت کی دن رسول اللہ ﷺ یہ آیات اپنے اوپر چسپاں کر کے فرمادیں گے اور اپنے بیان کو عیسی کی طرح بیان فرماویں گے اب یہ بھی ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ فوت ہوشکی ہیںِ پس آنحضرت ﷺ یہی کہیں گے کہ جب تو نے مجھے وفات دی اور کما قال العبد الصالح صاف ظاہر کرتا ہے کہ مسیح بھی یہی کہیں گے جب تو نے وفات دی۔

اب اس سے معنی وفات کے لے کر یہ کہا جائے کہ اس سے مراد وہ موت ہے جو مسیح کو زمین پر آنے کے 45 سال بعد آئے گی تو اس پر یہ اعتراض لازم آئے گا کہ مسیح کے پیر و مسیحی ابھی گمراہ نہیں ہوئے بلکہ مسیح کی وفات کے بعد ہوں گے۔ اور اس جا آئندہ وفات مراد لینا اس وجہ سے بھی غلط ہے کہ خدا تو مسیح کے اس زمانے کی نسبت سوال کر رہا ہے جب کہ مسیح کو بنی اسرائیل کی طرف بھیجا نہ کہ آئندہ زمانہ کی نسبت اور پھر مسیح اتنا زمانہ چھوڑ کر آئندہ موت کی بابت کس طرح گفتگو کرتے اور پھر تفسیر کمالین وحسینی وغیرہ میں ہے فلما توفیتنی کے معنی رفع الی السماء نہ ہوتا۔

اور گذشتہ زمانے میں یہ کہنے پر کہ ''جب تو نے مجھے آسمان پر اٹھالیا'' یہ اعتراض آتا ہے کہ آں حضرت ﷺ پھر کما قال العبد الصالح فرما کر قیامت کو یہ کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ ''جب تو نے مجھے فوت لیا'' ورنہ یوں کہنا چاہئے ''جب تو نے مجھے آسمان پر اٹھالیا'' اور یہ غلط ہے جس حالت میں کہ مسیح کی طرح ہی آنحضرت ﷺ فرمادیں گے تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ مسیح کی بابت تو آسمان پر اٹھایا جانا معنی کریں اور آنحضرت ﷺ کی بابت فوت ہوجانے کے معنی کریں۔ کیونکہ اس سے تو مماثلت درست نہیں رہتی۔

سوم: صحیح بخاری میں کتاب التفسیر میں ہے:

قال ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ متوفیک ممیتک

بعض تفسیروں میں لکھا ہے کہ ابن عباس ایسے معنی کرنے میں آیت

یاعیسی علیہ السلام انی

میں تقدیم وتاخیر کے قائل ہیں اس پر یہ اعتراضات آتے ہیں۔ ا۔ صحیح بخاری سے یہ ثابت نہیں کہ ابن عباس تقدیم وتاخیر کے قائل ہیں کیونکہ کتاب التفسیر میں صرف متوفیک کے معنی ممیتک لکھے ہیں۔

- اگر رافعک کے بعد متوفیک کو رکھیں تو لازم آوے گا کہ مسیح کا رفع تو ہوگیا ہے۔ ومطہرک وجاعل الذین الخ کا وعدہ ابھی پورا نہیں ہوا بلکہ بعد وفات کے ہوگا اور یہ غلط ہے۔
- اگر متوفیک کو مطہرک کے بعد رکھئے تو لازم آوے گا کہ مرفوع ومطہر ہونے کے وعدے تو پورے ہوگئے ہیں مگر مسلمان کافروں پر غالب نہیں بلکہ موت کے بعد ہوں گے حالانکہ یہ غلط ہے۔

- اگر متوفیک کو سب کے آخر رکھیں تو لازم آوے گا کہ قیامت کے دن جب کہ اور لوگ زندہ ہو کر اٹھیں گے مسیح فوت ہو جائیں گے کیونکہ چوتھا وعدہ یہ ہے کہ قیامت تک تیرے پیروؤں کو کافروں پر غالب رکھوں گا۔
- یہ چار وعدے ترتیب وار ہیں اگر واو ترتیب کے لئے نہیں ہے بلکہ قیامت کے پہلے پہلے یہ سب وعدے پورے ہو جانے چاہئیں تو الی یوم القیامۃ کی ضرورت نہ تھی۔ اور اس کی نظیر میں کوئی اور آیت بھی پیش کرنی چاہیے۔

چہارم: بعض مفسرین نے آیت وان من اھل الکتاب الخ کے معنی یہ کئے ہیں کہ مسیح موعود کے وقت میں جتنے اہل کتاب ہوں گے وہ سب مسیح کی موت کے پہلے پہلے اس پر ایمان لائیں گے۔ اس پر عسل مصفی کے یہ اعتراضات ہیں کہ:۔

- آیت وجاعل الذین آیت سے صاف عیاں ہے کہ کافر قیامت تک رہیں گے پھر مسیح کے وقت کس طرح سب مؤمن ہو جائیں گے۔
- مفسرین کے یہ معنی اس آیت کے مخالف ہیں جہاں ارشاد ہے کہ ہم نے یہود و نصاری کے درمیان تا قیامت بغض ڈالا ہے۔
- اور اس آیت کے بھی مخالف ہے جس میں ہے کہ اگر خدا چاہتا تو تمام لوگوں کو ایک ہی امت پیدا کر دیتا مگر یہ سنت اللہ کے خلاف ہے۔
- یہ کہ جب آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک میں تمام اہل کتاب مسلمان نہیں ہوئے تو پھر مسیح کے زمانے کو کیا خصوصیت ہے؟
- دجال یہودی ہوگا اور اس کے ساتھ ۷ ہزار یہودی ہوں گے باوجود اہل کتاب ہونے کے پھر وہ کیسے ایمان لائے بغیر مر جائیں گے۔

پنجم: عسل مصفی لکھنے والے نے مسیح کے معجزات احیائے موتی۔ ابراہیم علیہ السلام کے رب ارنی کیف تحی الموتی۔۔۔ الخ عزیر کے 100 سال بعد زندہ ہو جانے اور بنی اسرائیل کے ۷۰ سرداروں کے زندہ ہو جانے سے صاف انکار کیا ہے اور اسی کی باطل تاویلیں کی ہیں اور عدم رجوع موتی پر یہ آیات قرآنی پیش کئے ہیں:۔

وحرام علی قریة اهلکنها انهم لا یرجعون

الم یرو اکم اهلکنا قبلهم من القرون انهم الیهم لایزجعون حتی اذاجآء احدهم الموت قال رب ارجعون لعلی اعمل صالحا فیماترکت کلاانها کلمة هو قائلها ومن ورآئهم برزخ الی یوم یبعثون

اللّٰه یتوفی الانفس حین موتها والتی لم تمت فی منامها فیمسك التی قضی علیها الموت ویرسل الاخری الی اجل مسمی.

ثم انکم بعد ذالك لمیتون ثم انکم یوم القیامة تبعثون

ششم: جزء ۳ سورۃ البقرۃ میں جہاں ابراہیم علیہ السلام کا ذکر ہے فرمایا کہ رب ارنی کیف الخ اس پر مرزائی کہتے ہیں کہ مفسرین نے قیمہ کرنا اور کوٹنا کس لفظ کے معنی کیے ہیں ۔ گو فصرھن کے معنی کوٹنا بھی ہیں مگر یہاں ایک ایسے معنوں سے روکتا ہے اگر کوٹنا ٹکڑے ٹکڑے کرنا معنی ہوتے تو صرف فصرھن کافی تھا نہ کہ فصرھن الیک اور جز صرف ٹکڑوں کو ہی نہیں کہتے بلکہ ثابت جسم کو بھی کہہ سکتے ہیں جیسے 12 آدمیوں کا جزء 4 آدمی 2 آدمی و آٹھ آدمی و ایک آدمی بھی ہوسکتا ہے ۔ پس اسی طرح ابراہیم علیہ السلام نے چار جانوروں میں سے ایک ایک جانور پہاڑ پر رکھا اور پھر آواز دیکر ان کو اپنے پاس بلالیا۔

ہفتم: قرآن مجید کی بیس سے زیادہ آیتوں میں 'متوفی' کے معنی موت کے آئے ہیں تو پھر یہاں مسیح کی کیا خصوصیت ہے اگر اس سے پورا کر لینے کے معنی لیں تو پھر بھی یہ ایک معما باقی رہتا ہے کہ * کیا عمر کو پورا کرنا * کیا جسم و روح کو پورا کر لینا * یا کوئی اور معنی ۔ اور اگر جسم مع الروح پورا لینا مراد ہے تو باقی آیات میں جہاں توفی وغیرہ ہے تو کیا یہ معنی بنیں گے کہ خدا یا فرشتے لوگوں کو جسم مع الروح اٹھا لیتے ہیں بعض مفسرین نے قبض کرنا کے معانی لئے ہیں اور قبض ہمیشہ روح کا ہوا کرتا ہے۔

ہشتم: جب کہ خدا تعالیٰ فاعل ہو اور کوئی ذی روح مفعول تو متوفی کے معنی ہمیشہ قبض روح کا ہوا کرتے ہیں اور اگر مرزائیوں کے آگے آیات ''توفی کل نفس ۔ ابراہیم الذی وفی'' وغیرہ پیش کی جاتی ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ یہ تو باب تفعل سے نہیں ہیں گو اس کا ماٗ خذ وفا ہی ہے۔

یہ آٹھ سوال گویا تمام عسل مصفی کے اعتراضوں کا خلاصہ ہیں ان کا جواب دینا گویا مشن مرزائیہ کے سر پر آسمانی بجلی گرانا ہے امید ہے کہ آپ ان کے جوابات تسلی بخش تحریر فرماویں گے۔
خادم الاسلام محمد حبیب اللہ کٹڑہ مہاں سنگھ کوچہ ناظر قطب الدین۔ پاس مسجد غزنویاں امرتسر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ وآلہ وصحبہ

(سوال) احمر اور آدم سے مراد ایک ہی شخص ہے کیونکہ درصورت تغائر دوسری حدیث کا جملہ

لا واللہ ماقال النبی ﷺ بعیسی احمر ولکن قال بینما انا نائم اطوف بالکعبۃ فاذا رجل آدم

بے محل اور غیر مربوط ثابت ہوتا ہے۔ اگر احمر و آدم دو شخص ہوتے تو ایک شخص کا سرخ رنگ اور دوسرے کا گندم گوں ہونا ناممکن اور غیر واقعی نہیں مانا جاسکتا تو پھر حلفی نفی کا کیا معنی۔ اس قدر تشدد اور تاکید بالحلف اس صورت میں شایاں ہے کہ ایک ہی شخص کی نسبت حلیہ بیان کیا جاتا ہے۔ اور اسی شخص کو ایک راوی احمر بتاتا ہے اور دوسرا آدم روایت کرتا ہے اور راوی ثانی کو اجتماع بین الحلیتین فی شخص واحد غیر واقعی نظر آتا ہو یا صرف روایت باللفظ اس کا مقصود ہو دراصل بات یہ ہے کہ مسیح ناصری وہی مسیح موعود ہے اور فی الواقع دونوں حدیثیں صحیح مانی جاسکتی ہیں۔ راوی ثانی کا مطلب اور مطمع نظر صرف روایت باللفظ ہے۔ نفیا واثباتا مسیح علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی رنگت میں چونکہ سرخی وسپیدی ملی ہوئی تھی کمافی ابوداؤد وغیر فاذا رأیتموہ فاعرفوہ فانہ رجل مربوع الی الحمرۃ والبیاض الخ۔ ایسی رنگت والے کو اگر سرخ کہا جائے تو بھی اور اگر گندم گوں بتایا جائے تو بھی بجا ہے۔

رہا آنحضرت ﷺ کا مسیح اور دجال دونوں کو بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے دیکھنا سو معلوم ہو کہ خیال منفصل اور عالم رؤیا میں عالم شہادت کے محالات ممکنات دکھائی دیتے ہیں ایسا ہی مجردات مجسم ہو کر چنانچہ حق سبحانہ وتعالی کا بروز محشر ایک صورت میں جلوہ گر ہونا جس کا مؤمنین انکار کریں گے پھر دوسری صورت میں متجلی ہونے پر اقرار ایسا ہی آنحضرت ﷺ کا (علم) کو در صورت لبن مشاہدہ فرمانا اور نیز واضح رہے کہ ہر ایک شخص اپنے خیالات اور اعتقادات واعمال

میں اپنے مرکز استعداد ذاتی کے اردگرد گھومتا رہتا ہے یعنی ان اسماء الٰہیہ کے دائرہ سے باہر نہیں جاسکتا کہ جن اسماء کے لئے اس کا عین ثابت فیض اقدس میں بغیر تخلل جعل مظہر قرار دیا گیا ہے۔ صدیقی عین ثابت ہادی اور ابوجہل کا عین ثابت مضل کے احاطہ سے باہر نہیں جاسکتا ایسا ہی عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا عین ثابت اور دجال کا بھی۔

حدیث کا مطلب۔ آنحضرت ﷺ نے مشاہدہ فرمایا کہ عیسیٰ بن مریم اور دجال دونوں اپنے اپنے بیت اللہ اسمائی کا طواف کر رہے ہیں۔ ایک یھدی من یشاء کے اظہار میں اور دوسرا یضل من یشاء کے اسباب میں سرگرم اور کمربستہ ہے' ہادی' اور 'مضل' کا موصوف چونکہ ذات واحدہ ہے لہٰذا عالم رؤیا میں آنحضرت ﷺ کو ایک ہی بیت اللہ مشہود ہوا یہ ہے مطلب مسیح اور دجال دونوں کے طواف کرنے کا۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

دوسری حدیث جس میں دجال کی عدم رسائی بیت اللہ تک کا ذکر ہے وہ بھی صحیح وبجا ہے ۔ ہمارا ایمان ہے کہ حسب ارشاد نبوی ﷺ دجال کو عالم شہادت میں بیت اللہ تک رسائی نہ ہوگی۔

جواب سوال نمبر ۲ اور ۳۔ توفی کا معنی موت نہیں بلکہ موت ایک نوع ہے معنی توفی کے انواع میں سے توفی کا معنی قبض کر لینا، اٹھالینا، پورا کرنا، سلانا۔ دیکھو لسان العرب قاموس صراح وغیرہا سیف چشتیائی ملاحظہ ہو۔ پھر قبض کر لینا عام ہے ایسا ہی اٹھالینا اگر اس قبض ورفع کا متعلق نفوس وارواح ہوں اور فاعل اللہ تعالیٰ ہو تو اس کے لئے دو صورتیں ہیں ایک موت دوسری نیند پس موت ونیند معنی توفی کے لئے جزئیات ومواد ٹھہرے چنانچہ آیت ذیل سے صاف ظاہر ہے (اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا) یعنی قبض نفوس وارواح کی دو صورتیں ہیں ایک موت دوسری نیند اگر یتوفی کا معنی صرف موت دینا اور مارنے کا لیا جائے تو کلام الٰہی معاذ اللہ بالکل بے معنی ہو جاتا ہے۔ کیونکہ جب توفی کے مفہوم میں موت ہے تو پھر حین موتھا لغو ٹھہرے گا اور والتی لم تمت میں بوجہ عطف کے الانفس پر اجتماع ضدین موت وعدم موت سامنا آئے گا وھو باطل آیت کا مطلب یہ ہوا کہ قبض نفوس دو صورتوں میں یعنی موت ونیند ہوتا ہے مگر در صورت موت نفس مقبوضہ کو چھوڑا نہیں جاتا بخلاف نیند کے کہ اس میں نفس مقبوضہ کو اجل مسمی ومیعاد تک چھوڑ دیا جاتا ہے۔ ساری آیت پڑھو اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا فیمسک التی قضی

علیہا الموت ویرسل الاخری الی اجل مسمی ۔پس ثابت ہوا کہ توفی کا معنی صرف قبض ہے اور مقبوض شدہ شے خواہ نفوس وارواح ہوں اور پھر چھوڑے نہ جائیں ۔جیسے موت کی صورت میں یا پھر چھوڑ دیئے جائیں جیسے بحالت نیند و بیداری یا غیر نفوس ہوں چنانچہ توفیت مالی وغیرہ محاورات عرب کما فی لسان العرب وغیرہ ایسا ہی متوفیک اور فلما توفیتنی خارج ہے موضوع لہ توفی سے کہ المضاف اذا اخذ من حیث انہ مضاف یکون التقیید داخلا والقید خارجا قاعدہ مسلمہ ہے۔

فرض کیا کہ زید مر گیا اور عمرو سو رہا ہے اور دونوں کے متعلقین نے زید کے مرجانے اور عمرو کے سو جانے کے بعد ارتکاب جرائم اعتقادی و عملی کرنا شروع کیا زید و عمرو دونوں سے سوال کرنے میں ایک ہی عبارت کا استعمال بحسب شہادت آیۃ مذکورہ بالا اللہ یتوفی الانفس کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً

أانتما قلتما ان یعتقدوا ویعملوا کذا و کذا

بجواب اس کے دونوں کہہ سکتے ہیں کہ

ما کان لنا ان نقول لھم کذا و کذا الا ما امرتنا وکنا علیھم شھید بن مادمنا فیھم فلما توفیتنا کنت انت الرقیب علیھم وانت علی کل شیء شھید.

یعنی برخلاف ارشاد الٰہی ان کو کہنا ہم کو شایاں نہیں تھا۔ ہم جب تک ان میں موجود تھے ان کو ہدایت کرتے رہے اور فرمان خداوندی پہنچاتے رہے پھر جب تو نے ہمارے ارواح کو قبض کرلیا اور اٹھالیا پھر تو ان پر نگہبان تھا۔ بشہادت آیت مسطورہ بالا و کتب لغت (لسان العرب ،قاموس ،صراح) توفی کا معنی قبض و رفع کا ٹھہرا اور موت و نیند انواع و اقسام ٹھہرے معنی قبض کے لئے ۔اور مسلمہ قاعدہ ہے کہ استعمال کلی کا جزئی میں مجاز ہے نہ حقیقت ۔لہذا اہل لغت نے موت کو معنی مجازی ٹھہرایا ہے توفی کے لئے سیف چشتیائی ملاحظہ ہو۔ ایسا ہی آنحضرت ﷺ اور مسیح بن مریم علیہما السلام بجواب سوال مذکور لفظ فلما توفیتنی استعمال فرما سکتے ہیں یعنی آپ ﷺ بایں معنی (پھر جب قبض کرلیا تو روح میرا) اور مسیح علیہ السلام (پھر جب قبض کرلیا تو نے مجھ کو یعنی میرے جسم کو مع الروح پکڑ لیا اور اٹھالیا) وجہ اس کی وہی ہے کہ توفی کا معنی مطلق قبض و رفع کا ہے اور شیء مقبوض و مرفوع اس کے معنی سے خارج ہے۔ جملہ توفی اللہ زیدا کو تینوں صورتوں میں بول سکتے ہیں ۔اللہ

تعالی نے زید کو مار دیا۔ یعنی اس کی روح کو قبض کرنے کے بعد نہ چھوڑا۔ یا اللہ تعالی نے زید کو سلا دیا یعنی اس کی روح کو بعد قبض چھوڑ دیا یا اللہ تعالی نے زید کو بالکلیہ (جسم مع الروح) قبض کر لیا اور اٹھا لیا۔ تیسری صورت محل نزاع اور پہلی دو صورتیں آیت (اللہ یتوفی الانفس) سے صراحۃً ثابت ہیں۔ بلکہ اس آیت میں یتوفی کے معنی میں غور کرنے پر یہ اشکال جاتا رہتا ہے کہ جسم مع الروح کا اٹھا لینا جملہ مذکورہ سے کیسے مراد ہوسکتا ہے حالانکہ محاورہ قرآنیہ میں جس جگہ توفی کا فاعل اللہ تعالی ہو وہاں معنی موت ہی مراد ہے کیونکہ مطلق قبض ورفع توفی کا معنی ہے نہ خاص موت ہی۔

جو لفظ کہ معنی کلی (مطلق رفع وقبض) کے لئے موضوع بشہادت لغت وقرآن کریم ہے اس لفظ (توفی) کو ایک اس معنی کی جزی کے لئے موضوع سمجھ لینا مثلاً لفظ انسان کو خاص زید کے لئے موضوع قرار دے لینا سراسر جہالت ہے۔

سطحی فرقہ کو دھوکا لگنے کی وجہ علاوہ قلت مبلغ علمی کے یہ بھی ہے کہ معنی کلی توفی کے جزئیات ومواد میں سے موت والا مادہ فی الواقع بھی بہت ہے۔ اور قرآن کریم میں بھی بکثرت وارد ہوا ہے یہاں تک کہ اس کثرت کی وجہ سے عوام نے موت کو معنی حقیقی توفی کے لئے سمجھ رکھا ہے مگر اہل تحقیق واہل بصیرت کی نظر واقعات پر ہوتی ہے مثلاً وہ لوگ دیکھتے ہیں کہ گو قرآن کریم ہی میں خلقت انسان نطفہ سے بتائی گئی ہے اور اس کے نظائر وجزئیات کے لئے اس قدر وسعت وفراخی ہے کہ شمار میں نہیں آسکتے اور انا خلقناہ من نطفۃ اور ایسا ہی خلق من ماء دافق یخرج من بین الصلب والترائب بھی کثرت مذکور پر شاہد ہیں مگر اس سے ہرگز ہرگز یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ لفظ خلق کا معنی یہی قرار دیا جائے کہ نطفہ سے پیدا کرنا بلکہ معنی خلق کا مطلق پیدا کرنا ہے خواہ نطفہ والدین سے۔ چنانچہ کثیر الوقوع ہے یا صرف [illegible] رفع نطفہ والدہ سے چنانچہ مسیح ابن مریم یا جسم انسانی کے پہلو سے چنانچہ حوا علیہا السلام یا مٹی سے چنانچہ آدم [illegible]

لہذا التوفی کا معنی صرف موت بشہادت کثرۃ نظائر قرآنیہ سمجھ لیا گیا ہے۔

یہاں پر بالطبع سوال ذیل پیدا ہوتا ہے کہ

انا خلقناہ من نطفۃ یا خلق من ماء دافق یخرج من بین الصلب والترائب

کے عموم سے نصوص قرآنیہ مثلاً

خلقه من تراب

اور

ان مثل عیسی عند الله الایة

آدم وعیسی علیہما السلام کو استثناء کنندہ موجود ہیں اور عیسی علیہ السلام کو کون سی نص قرآنی کثیرۃ الوقوع جزئیات ومواد سے مستثنی کرتی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آیت وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ عیسی بن مریم کے بتمامہ وزندہ اٹھائے جانے پر نص قطعی ہے۔

پھر یہ سوال کہ

بل رفعه الله اليه

سے مراد رفع درجات واعزاز ہے

کما قال سبحانه ورفع بعضهم فوق بعض درجات

نہ یہ کہ اللہ تعالی نے مسیح ابن مریم علیہ السلام کو زندہ اٹھالیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ

بل رفعه الله اليه

سے رفع درجات مراد لینا بالکل مخالف ہے سیاق کلام الٰہی کے اس لئے کہ ماقبل میں قول یہود کا ذکر ہے کہ

انا قتلنا المسيح عيسى بن مريم رسول الله

یعنی یہود کا یہ خیال تھا کہ ہم نے مسیح علیہ السلام کو بذریعہ صلیب مار ڈالا جس کی تردید میں اللہ تعالی فرماتا ہے کہ مسیح کا بذریعہ صلیب قتل کرنا یہ محض یہود کا غیر واقعی زعم ہے انہوں نے مسیح کو قتل نہیں کیا تھا بلکہ اللہ تعالی نے اسے اٹھالیا یعنی مسیح کو ان کے ہاتھ سے بچالیا چنانچہ دوسری جگہ فرماتا ہے واذ کففت بنی اسرائیل عنک یعنی اے مسیح منجملہ ہمارے انعامات واحسانات کے جو تجھ پر ہم نے کئے ہیں اور جن کا ذکر ماقبل میں ہے مثلاً احیاء موتی وابراء اکمہ وتائید بروح القدس ایک احسان یہ بھی ہے کہ ہم نے تم کو یہود کے ہاتھ سے بچالیا اور ظاہر ہے کہ تردید اسی سورت میں تردید ماقبل یعنی قول یہود کی ہوسکتی ہے کہ رفعہ اللہ الیہ سے رفع جسمانی مراد لیا جائے یعنی اللہ تعالی نے مسیح کے جسم کو اٹھالیا اور یہود کے پنجہ سے بچالیا کما قال واذ کففت بنی اسرائیل عنک اور نیز درصورت

رفع درجات و اعزاز کلمہ بل کے ماقبل اور مابعد یعنی قتل و رفع میں علاوہ مخالفت سیاق کلام کے تضاد بھی نہیں پایا جاتا جو کہ قصر قلب کا مفاد ہوتا ہے چنانچہ کہا جاتا ہے مااھنت زیدا بل اکرمتہ میں نے زید کی اہانت نہیں کی بلکہ اس پر اکرام کیا ہے اور اس کو عزت بخشی ہے اہانت اور اکرام میں تضاد ہے دونوں جمع نہیں ہو سکتے ایسا ہی قتل اور رفع کا بھی اجتماع نہ چاہیئے قتل جسمی اور رفع جسمی کو بے شک تضاد اور عدم اجتماع ہے اور قتل جسمی اور رفع درجات میں تضاد نہیں کیونکہ جو شخص مقتول و شہید ہو اس کے لئے رفع درجات بھی ہوتا ہے لہذا (رفعہ اللہ الیہ) سے رفع جسمی مراد ہے نہ رفع درجات۔

ایک سوال یہ بھی کیا جاتا ہے کہ قتل صلیبی چونکہ حسب تصریح تورات موجب لعن و ملعونیت ہے لہذا ذکر ملزوم و ارادہ لازم کے طریق پر گویا کلام بمنزلہ و ما کان ملعونا بل رفعہ اللہ الیہ کے ٹھہرا اور ملعونیت اور رفع درجات روحی کے مابین تضاد ہے دونوں باہم جمع نہیں ہو سکتے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مقتول صلیبی کا مستوجب لعن ہونا اسی صورت میں ہے جب مقتول مرتکب جرم ہو ورنہ در صورت غیر مجرم ہونے کے مستحق اعزاز و اکرام ہوتا ہے۔ دیکھو تورات کتاب استثناء آیت ۲۲۔۲۳ میں اس امر کی تصریح کر دی گئی ہے جس کو ہم سیف چشتیائی میں تورات سے بعبارتہ نقل کر چکے ہیں (اس وقت یہ قلم برداشتہ لکھ رہا ہوں اور کوئی کتاب سامنے نہیں) آیت بل رفعہ اللہ الیہ میں تحقق ہے اس وعدہ کا جو انی متوفیک و رافعک الی الخ میں دیا گیا تھا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ آیت بل رفعہ اللہ الیہ نص قطعی ہے رفع جسمی و حیات مسیح پر اور تحقق ہے اس وعدہ کے لئے جو کہ متوفیک اور رافعک دونوں سے کیا گیا ہے اور فلما توفیتنی میں وہی مطلق رفع مراد ہے یعنی در جواب سوال خداوندی آنحضرت ﷺ و مسیح علیہ السلام دونوں اسی (توفیتنی) کو استعمال فرمائیں گے۔ جیسا کہ اوپر لکھ چکا ہوں۔ پس ثابت ہوا کہ انی متوفیک اور فلما توفیتنی اور بل رفعہ اللہ الیہ میں رفع جسم والروح مراد ہے۔ واضح ہو کہ ابن عباس و بخاری رضی اللہ عنہما کا مذہب حیات مسیح کا ہے چنانچہ مرویات ابن عباس مندرجہ تفسیر درمنثور و کتب احادیث اور تراجم بخاری سے ظاہر ہے اور حدیث برتملا وصی عیسی ابن مریم سے بھی کل صحابہ علیہم الرضوان کا اجتماعی عقیدہ ثابت ہے۔ سیف چشتیائی ملاحظہ ہو۔ لہذا قول ابن عباس متوفیک ممیتک مندرجہ بخاری سے یہ ثابت نہیں

ہوسکتا کہ ان کا مذہب برخلاف عقیدہ اجماعی کے ہوممکن ہے کہ متوفیک کا معنی ممیتکا متحانا فرمادیا ہو ۔چنانچہ آپ (ابن عباس) مباحثات یومیہ میں جو فیما بین صحابہ آیات قرآنیہ کے متعلق ہوا کرتے تھے اثناء تقریر میں مسح علی الرجلین کو مدلل طور پر امتحانا بپایہ ثبوت پہنچاتے تھے حالانکہ مذہب ان کا

غسلین کا ہے۔اور نیز یہ روایت معارض ہے دوسری روایات ابن عباس سے جن کو در منثور میں باسانید صحیحہ ذکر کیا ہے۔

(جواب) ۴: آیت

وان من اهل الکتا ب الالیؤمنن به قبل موته

(مسیح موعود کے وقت جتنے اہل کتاب ہوں گے وہ سب مسیح کی موت سے پہلے اس پر ایمان لاویں گے۔) مرزائیوں کا اس پر یہ اعتراض ہے کہ یہ آیت مخالف ہے آیت

وجاعل الذین اتبعوك فوق الذین کفروا الی یوم القیامة

کے کیونکہ دوسری آیت سے صاف ظاہر ہے کہ کافر قیامت تک رہیں گے پھر مسیح کے وقت کس طرح سب مومن ہوجائیں گے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ قیامت تک غالب رہنے کا معنی مدت دراز قرب قیامت تک غالب رہنے کا ہے نہ یہ کہ ابتدائے یوم حشر تک عرصہ دراز قرآن کریم میں تعبیر نہ صرف الی یوم القیامۃ کے ساتھ کی گئی ہے بلکہ اس معنی کو (خالدین) کے ساتھ بھی تعبیر کیا گیا ہے۔دیکھو خالدین فیھا مادامت السمٰوٰت والارض الا ماشاء ربک حالانکہ مدت دوام آسمان وزمین دنیویہ معدود ومتناہی ہے نہ بطریق خلود۔اہل عرب کا ایک محاورہ ہے جس میں کہتے ہیں لا آتیک مادامت السمٰوٰت والارض وما اختلف اللیل والنھار جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ میں جب تک زندہ ہوں تیرے پاس نہ آؤں گا اس سے اگر کوئی یہ سمجھ لے کہ قائل لا آتیک تامدت بقاء آسمان وزمین اور تا تعاقب لیل ونہار زندہ رہے گا تو یہ حماقت ہے جس کا منشا بغیر از جہالت اور نہیں۔اسی تقریر سے مطلب آیت والقینا بینھم العداوۃ والبغضآء الی یوم القیامۃ کا بھی معلوم ہوسکتا ہے۔رہی آیت (ولوشآء لھدٰکم اجمعین) سو اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تم سب کو راہ ہدایت پر کردیتا مگر ایسا نہ چاہا یعنی کسی کو کافر کسی کو مومن بنایا اس سے یہ نہیں پایا جاتا کہ اگر مثلاً خطہ عرب کے سارے موجودہ لوگ مشرف

بالایمان بعداز کفروشرک ہوجائیں (چنانچہ ایسا ہوا ہے) تو یہ امر آیت لوشآء لھدٰکم کے خلاف ہوگا ایسا ہی کسی اور شہر یا کسی ملک یا روئے زمین کے مختلف المذاہب باشندے اگر مسلمان ہوجائیں تو آیت مذکورہ کی مخالفت نہیں ایسا ہی اگر مسیح علیہ السلام کے وقت موجود لوگ جو قتل و ہلاکت سے بچ رہے ہوں سارے ہی مسلمان ہوجائیں تو ہوسکتا ہے۔

دجال معہ ستر ہزار یہود اگر بغیر ایمان لانے کے مرجائیں تو اس سے اس کلیہ میں جو مدلول آیت وان من اھل الکتاب الخ کا ہے کوئی خلل نہیں آتا۔ کیونکہ لیؤمنن قضیہ موجبہ ہے اور صدق ایجاب وجود موضوع کا مقتضی ہوتا ہے پس محکوم علیہا وہ افراد ہوں گے جو قتل و ہلاکت سے بچ جائیں گے مثلاً اگر کہا جائے کہ عرب میں سب لوگ مسلمان رہیں گے یا ہوں گے تو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ بعد جہاد و مقابلہ جو بچ رہیں گے وہ مسلمان ہی ہوں گے صدق الایجاب یقتضی وجود الموضوع قضیہ مسلمہ ہے۔

یہ خیال کرنا کہ جب بعہد مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام اہل کتاب مسلمان نہیں ہوئے تو پھر مسیح کے زمانہ کو کیا خصوصیت ہے بالکل بے جا اور جہالت ہے۔

اگر کوئی کہے کہ اہل فارس و روم وغیرہ بعہد نبوی مشرف باسلام نہیں ہوئے تو بعدہ خلیفہ اول یا ثانی یا ثالث یا رابع یا بعہد خلیفہ آخری (مہدی موعود) کیسے مسلمان ہوسکتے ہیں تو ایسے قائل کو جواباً یہی کہا جائے گا کہ خلفاء علیہم الرضوان کی کاروائی چونکہ تاسیس نبوی کی ترقی ہے اور اسی ڈالی ہوئی بنیاد کی تعمیر ہے لہذا بعینہ نبوی کاروائی کہلانے کا استحقاق رکھتی ہے بلکہ آیت لیظہرہ علی الدین کلہ والی پیشین گوئی آخری خلیفہ نبوی کے زمانہ میں بروقت نزول مسیح متحقق ہوگی۔ چنانچہ وعدہ فتوح بلاد شام مندرجہ توراۃ زمانہ موسوی میں ظہور میں نہیں آیا تھا بلکہ بعہد یوشع خلیفہ موسی علی نبینا و علیہ السلام متحقق ہوا۔ ایسا ہی وعدہ لیظہرہ علی الدین کلہ بعہد خلیفہ آخری بروقت نزول عیسی علیہ السلام ظہور میں آئے گا اور یہ سب کمال نبوی ہوگا صلی اللہ علیہ وسلم۔

(جواب) ۵: معجزات کا انکار مرزا اور مرزائیوں سے کوئی نئی بات نہیں۔ فلاسفہ اور معتزلہ ان سے پہلے منکر چلے آئے ہیں اور اہل سنت اپنے تفاسیر و مؤلفات میں جابجا مع مالہا وماعلیہا ان کا ذکر کرتے رہے ہیں۔ آیات خمسہ ذیل میں

وحرام علی قریة اهلکنها انهم لا یرجعون

الم یروا کم اهلکنا قبلهم من القرون انهم الیهم لا یرجعون

حتی اذا جآء احدهم الموت

الله یتوفی الانفس

ثم انکم بعد ذٰلك لمیتون

بیان ہے اکثریہ کا اور انتفاء امر طبعی کا یعنی موتی بحسب الطبع رجوع کو نہیں چاہتے کما قال لا یرجعون اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اگر اللہ تعالی موتی کو اس عالم میں دوبارہ لائے تو بھی ناممکن اور غیر واقع ہے ہاں اس میں شک نہیں کہ خرق عادت ہوگا نہ بروفق عادت۔ اور قولہ تعالی ولن تجد لسنة الله تبدیلا خرق اور وفق دونوں کو شامل ہے۔

جواب ۶: رب ارنی کیف تحی الموتی۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ وہ چار پرندے مار دیئے گئے تھے بعد ازاں زندہ کئے جانے پر ابراہیم علیہ السلام کے پاس دوڑ کر پہنچے قیمہ کوٹنا وغیرہ ہو یا نہ ہو پہلے ان کی موت تو ضروری ٹھہرتی ہے تا کہ احیاء موتی کا معنی متحقق ہو بخلاف اس صورت کے کہ جب چاروں زندہ پہاڑوں پر چھوڑ دئے گئے ہوں اور بعض کو ان میں سے بلایا گیا ہو کیونکہ اس صورت میں احیاء موتی والا معنی جس کو ابراہیم علیہ السلام نے معاینہ کرنا چاہا تھا نہیں پایا جاتا۔ مفسرین علیہم الرضوان کا بیان (قیمہ کوٹنا وغیرہ) بیان تاریخی ہے نہ ترجمہ۔

جواب ۷: قرآن کریم میں بیس کی بجائے اگر لاکھ جگہ بھی متوفی کا معنی موت لیا گیا ہو تو بھی کلیہ اس سے ثابت نہیں ہوسکتا چنانچہ جواب سوال نمبر ۲ میں لکھا گیا ہے۔

جواب ۸: کا جواب بھی سوال نمبر ۲ سے آپ معلوم کر سکتے ہیں۔

والسلام خیر ختام والحمد لله اولا وآخرا والصلوة والسلام منه باطنا علیه ظاهرا۔

العبد الملتجی والمشتکی الی اللہ المدعو بمہر علی شاہ عفی عنہ ربہ بقلم خود از گولڑہ 18 ذوالحجہ 1334۔

اسی مضمون کا ایک اور خط اور اس کا جواب

بحضور فیض گنجور مدظلہ العالی

تسلیم۔ جناب عالی حسبۃ للہ نیازمند کے شبہات ذیل کو رفع فرمائیے۔ نہایت ہی مہربانی ہوگی۔

❁ انبیاء میں سے کسی نبی کی موت قرآن کریم سے ثابت ہے یا نہ۔ اگر ہے تو کس آیت سے؟

❁ لفظ انسان کا اطلاق جسم پر ہے یا روح پر یا دونوں پر؟

❁ عیسیٰ علیہ السلام کی قوم قبل الموت بگڑے گی یا بعد الموت یا ابھی نہیں بگڑی؟

❁ توفی باب تفعل سے ہو یا تفعیل اور افعال اور استفعال سے ہو تو اس کے حقیقی معنی کیا ہوں گے؟

❁ جب عیسیٰ علیہ السلام تشریف لاویں گے تو ان کی شناخت کے واسطے کیا معیار ہوں گے کیونکہ ان کو حیات اولیٰ میں دیکھنے والے تو فوت شدہ ہیں۔ اور مخبر صادق ﷺ نے دو حلیہ بیان کر دیئے ہیں؟

❁ مہدی کے واسطے جو احادیث ہیں وہ بھی مختلف ہیں بعض میں بنی عباس میں سے ہوگا بعض میں بنی فاطمہ سے ہوگا جب مہدی آوے گا تو اس کا معیار کیا ہوگا؟

۷: عیسیٰ علیہ السلام کے واسطے آیت

ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین

اور حضرت جناب رسول اکرم ﷺ کے واسطے

ویمکرون ویمکر اللہ واللہ خیر الماکرین

دونوں پر یکساں منصوبہ ہوا۔ عیسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ تجھ کو اسی جسم عنصری کے ساتھ اپنے پاس اٹھانے والا ہوں اور اس کو اٹھا بھی لیا اور ہمارے حضرت ﷺ کو کہا کہ تجھ کو بچانے والا ہوں غار ثور میں تین دن رہ کر مدینہ طیبہ چلے جانا۔ اب جو نبیوں کے نہ ماننے والا ہو وہ فضیلت کس کو دے گا خاص کر کے جب اس کے ساتھ یہ اجزاء بھی شامل کر دیئے جائیں کہ وہ پرند بھی بنا لیتا تھا مردے بھی بحکم اللہ زندہ کرتا تھا۔ اندھوں، کوڑھیوں کو بھی اچھا کرتا تھا۔ گھر کی خوردہ نہادہ اشیاء سے بھی ان کو خبر کر دیتا تھا۔

۸: عیسیٰ علیہ السلام جب نازل ہوں گے تو صلیبوں کو توڑیں گے اور خنزیروں کو قتل کریں گے تو اسلام

اور اہل اسلام کو اس سے کیا فائدہ متصور ہوگا۔ کیونکہ وہ تو صرف دجال کے واسطے تعینات تھے۔

ما المسیح عیسی ابن مریم الا رسول قد خلت من قبله الرسل وامه صدیقة کانا یاکلن الطعام

خداوند کریم کا اس آیت شریفہ کو قیاس استقرائی کے طور پر لانا کیا حکمت ہے؟

۱۰۔ اس صدی پر جس کو اب پچیس برس ہوئے کوئی مجدد کیوں نہ ہوا۔ اور حدیث

ان اللہ عزوجل یبعث لہذہ الامة علی رأس کل مائة سنة من یجدد لہا دینہا مشکوۃ شریف باب العلم

یہ حدیث صحیح ہے یا وضعی۔

ان کے جوابات جو دل قبول کرلے آیت اور حدیث سے تحریر فرماویں تاکہ نیاز مند کہیں حفرۃ من النار میں نہ گر جائے فقط تلک عشرۃ کاملۃ۔

الجواب ھو الصواب

❁ آیت قد خلت من قبلہ الرسل میں حکمی موت عیسی ابن مریم کی تعطیل از لوازم دنیویہ اور حقیقی موت بمعنی قبض روح وعدم ارسال باقی انبیاء کی علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام ثابت ہے۔ بناء علی ان خلت بمعنی مضت لا بمعنی توفت۔ دیکھو قاموس۔ لسان العرب وغیرہ کتب لغت۔

❁ لفظ انسان کا اطلاق مجموع جسم وروح پر حقیقی اور فقط ایک پر مجازی ہے۔ لما تقرر ان اللفظ الموضوع لکل یستعمل فی کل جزء مجازا۔

❁ عیسی علیہ السلام کی قوم بعد الرفع الی السماء (موت حکمی) بگڑ گئی تھی۔ اور قبل الرفع اطرا جس کو تمہید بگاڑ کہنا چاہیئے شروع ہوگیا تھا۔

❁ توفی باب تفعل سے بمعنی مطلق قبض چنانچہ توفیت مالی ای قبضت یا قبض روح مع الامساک (موت) یا قبض روح مع الارسال (نیند) پڑھو۔ اللہ یتوفی الانفس حین موتہا والتی لم تمت فی منامہا فیمسک التی قضی علیہا الموت ویرسل الاخری الی اجل مسمی۔

❁ عیسی علیہ السلام کی شناخت کا معیار احادیث صحیحہ بخاری ومسلم وسائر صحاح ومسند امام احمد وغیرہم سے

بالتفصیل آپ ملاحظہ فرما سکتے ہیں اگر بآسانی خلاصہ معلوم کرنا ہوتو کتاب سیف چشتیائی کو اول سے ملاحظہ کرو۔

❁ امام مہدی علیہ السلام کی احادیث میں تطابق اور معیار شناخت اسی کتاب سیف چشتیائی میں مفصل لکھا ہوا ہے ملاحظہ کریں۔

❁ آیۃ ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین اور ایسا ہی آیۃ ویمکرون ویمکر اللہ کا مفاد النظم صرف اتنا ہی ہے کہ یہود نے بحق عیسیٰ بن مریم علیہ السلام منصوبہ بنایا اور مشرکین مکہ نے دربارہ سرور عالم ﷺ۔ اب رہا یہ کہ کون سا منصوبہ سو یہ خارج میں معلوم ہوا ہے۔ آپ کا سوال میں یہ کہنا (دونوں پر یکساں منصوبہ الخ) اگر اس سے یہ مطلب ہے کہ دونوں جگہ میں ایک ہی واقعہ ہوا ہے تو یہ مدلول آیت کا نہیں محض افتراء ہے اور اگر یہ مطلب ہے کہ مطلق منصوبہ بازی دونوں جگہ پائی گئی تو ہم بھی اس کے قائل ہیں اور آیت کا بھی صرف اسی قدر مفاد ہے مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ خصوصیات وتشخصیات ہر دو واقعہ کے متحد ہی ہوں۔ ومن ادعی فعلیہ البیان خصوصیت واقعہ رفع وواقعہ غار ثور آیت کا مدلول نہیں احادیث وآثار سے ثابت ہے دیکھو سیف چشتیائی آپ لوگوں کے فہم پر تعجب ہے کہ دونوں آیتوں کے مدلول وضعی کے اتحاد سے اتحاد واقعات سمجھتے ہیں اگر ایسا ہی ہوتا تو چاہیئے کہ بعینہ واقعہ غار ثور وہجرت مبارکہ واقعہ عیسویہ میں بھی ہو۔ کوئی عاقل ایسے جاہلانہ استنباطات کو وقعت کی نظر سے دیکھ سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ تو پھر اہل سنت والجماعت پر انہیں آیتوں کی رو سے کیوں بوجھ ڈالا جاتا ہے۔ چاہیئے کہ آنحضرت ﷺ بھی مرفوع الی السماء بجسدہ العنصری ہوں نہ رونق افزائے مدینہ طیبہ۔ ہاں اگر اس خیال سے مستبعد معلوم ہوتا ہو کہ عیسیٰ ابن مریم کی فضیلت ثابت ہوتی ہے تو جواباً معروض ہے کہ مدار فضیلت آسمانی زمینی ہونے پر نہیں ورنہ کل ملائکہ سماویہ کی فضیلت آنحضرت ﷺ پر لازم آوے گی۔ شاید آپ لوگوں (فرقہ مرزائیہ) کا یہی عقیدہ ہوگا۔ اور بحسب از خود تراشیدہ قوانین کے ایسا ہی ہونا ضروری ہے۔ کوڑھیوں کو باذن اللہ اچھا کرنا یا مردہ کو زندہ کرنا وغیرہ وغیرہ یہ سب فضیلت کا موجب نہیں ہوسکتے۔ مومن کو صرف ایک ہی حدیث شفاعت کبرے میں غور کرنے سے یہ وہم ہی نہیں رہتا جب ایسا ہے تو پھر ہم ماجاء بہ الرسول علیہ السلام من القرآن والسنۃ کے منطوق ومدلوم منصوص کو اپنے جاہلانہ ڈھکوسلوں کی مداخلت

بے جا کے ذریعے کیوں چھوڑ بیٹھیں اور ناری بنیں۔ آج تک کل امت مرحومہ یعنی سواد اعظم کا یہی مسلک چلا آیا ہے۔

❁ اس مقام پر سیف چشتیائی کو ملاحظہ کرو۔

❁ قیاس استقرائی کو بے جا دخل مت دو یوں کہو کہ یاکلان الطعام سے خلاف عقیدہ قائلین برفع جسمانی معلوم ہوتا ہے جواباً معروض ہے کہ شمس الہدایت اور سیف چشتیائی کو ملاحظہ کرو علی رأس کل مائة والی حدیث کا مطلب بھی سیف چشتیائی میں ملاحظہ کرو۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔

اعلیٰ حضرت اور قبلہ عالم

اعلیٰ حضرت کی ولادت دس شوال 1272ھ بمطابق 14 جون 1856

قبلہ عالم کی ولادت یکم رمضان 1275ھ بمطابق 14 اپریل 1859

اعلیٰ حضرت کا وصال 25 صفر 1340ھ بمطابق 28 اکتوبر 1921

قبلہ عالم کا وصال 29 صفر 1356ھ بمطابق 11 مئی 1937

مندرجہ بالا پیش کیے گئے سن پیدائش و سن وصال سے معلوم ہوا کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی امام احمد رضا خاں رحمہ اللہ اور قبلہ عالم حضرت پیر مہر علی شاہ رحمہ اللہ ایک ہی دور کے بزرگ ہیں آپ کے درمیان صرف سن پیدائش و سن وصال ہی ہم آہنگی نہیں رکھتا بلکہ ذہنی طور پر بھی آپ دونوں بزرگوں میں فقہی حوالے سے ذہنی ہم آہنگی پائی جاتی تھی جس کا ثبوت درج ذیل نقل کیے گئے فتاویٰ سے ہوتا ہے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں رحمہ اللہ کے دیے گئے اس فتوی کی تصدیق تقریباً ۷۹ علمائے کرام نے کی جن میں حضرت قبلہ عالم رحمہ اللہ بھی شامل ہیں۔

رسالہ الدلائل القاهرة علی الکفرة النیاشرة

(نیچری کافروں کے خلاف دلائل قاہرہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین پرور و فقہائے نامور (کثرھم اللہ تعالیٰ ونصرھم) اس سوال میں کہ اس ملک کاٹھیاوار میں ایک مجلس بنام "کاٹھیاوار مسلم ایجوکیشنل کانفرنس" اعنی کاٹھیاوار کے

مسلمانوں کی تعلیمی مجلس قائم ہوئی ہے جن کے محرک ومختار متبعین و متعلقین علیگڑھ کالج ہیں ،12 کتوبر 1916ء کو ان کا پہلا جلسہ جونا گڑھ (کاٹھیاوار) مقام پر ہوا جن کا صدر ڈاکٹر ضیاء الدین احمد پروفیسر علیگڑھ کالج وسیکرٹری منشی غلام محمد بیرسٹرایٹ لاء کاٹھیاواری ایجنٹ علیگڑھ کالج ومؤید آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس اور واعظ مولوی سلیمان پھلواروی جان جاناں ندوہ مخذولہ قرار پائے ،اس کانفرنس کا مقصد بھی آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کا ہے جن میں بلا رعایت سنی ہر کلمہ گو رافضی ،وہابی ،نیچری ،قادیانی ،چکڑالوی وغیرہم رکن (ممبر) ہوسکتا ہے ،ایسی مجلس (کانفرنس) کو بعض مسلمان اپنی دینی ودنیوی ترقی کا سبب جان کر جان ومال سے امداد کرتے ہیں اور دینی مفسدہ ومضرت سے آگاہ نہیں ،اور بلا تفریق ورعایت اہل سنت تمام بے دینوں ،مرتدوں ،مدعیان اسلام کو مسلمان سمجھ کر رکن (ممبر) بنائیں ،بلکہ ان کے صدر اور سیکرٹری اور واعظ بنانے میں بھی خوف خدا نہ لائیں ،اور کوئی نصیحت کرے کہ ایسی پچرنگی مسلم کانفرنس خلاف شرع شریف ہے تو یہ بہانا بتائیں کہ یہ دینی کانفرنس کہاں ہے یہ تو دنیوی ترقی کے لئے قائم کی گئی ہے جو ہمارا ملک تعلیم میں سب سے پیچھے ہے، آیا سنیوں کو ایسی کانفرنس کا قائم کرنا ،اور جان ومال سے اس کی مدد کرنا ،اس کے جلسے میں شریک ہونا ،بددین مرتدوں کو مسلمان سمجھنا اور ان سے میل جول پیدا کرنا اور ان سے ترقی کی امید رکھنا شرع شریف میں کیا حکم رکھتا ہے؟ یہ ہمارے ائمہ دین (رحمھم اللہ اجمعین) وضاحت سے بیان کر کے ان سیدھے سادے مسلمانوں کو گمراہی کے گڑھے اور بے دینوں کے ہتھکنڈوں سے بچا کر نعمائے دارین حاصل کریں۔ جواب آنے پر ان شاء اللہ تعالی اس استفتاء کو چھپوا کر اس ملک کاٹھیاوار د گجرات وبرما وغیرہا جگہ پر بغرض اشاعت مسلمانوں میں عام طور سے تقسیم کیا جائے گا۔فقط

تاریخ 12 محرم الحرام 1335 ہجریہ مقدسہ پنجشنبہ

راقم آثم خادم قاسم میاں عفی عنہ

از مقام گونڈل علاقہ کاٹھیاوار

الجواب

(ا) ایسی مجلس مقرر کرنا گمراہی ہے اور اس میں شرکت حرام، اور بد مذہبوں سے میل جول آگ ہے اور اس بڑی آگ کی طرف کھینچ کر لے جانے والا اللہ عزوجل فرماتا ہے:

واما ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظٰلمین

''اور اگر تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آئے پر پاس نہ بیٹھ ظالموں کے۔''①

تفسیرات احمدیہ میں ہے:

دخل فیه الکافر والمبتدع والفاسق والقعود مع کُلّ ممتنع

''اس آیت کے حکم میں ہر کافر ومبتدع وفاسق داخل ہیں ان میں سے کسی کے پاس بیٹھنے کی اجازت نہیں۔''②

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار

''ظالموں کی طرف میل نہ کرو کہ تمہیں آگ چھوئے گی۔''③

صحیح مسلم شریف کی حدیث میں ہے حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں:

ایاکم وایاھم لایضلونکم ولایفتنونکمْ (صحیح مسلم) باب النہی عن الروایة عن الضعفاء

''ان سے دور رہو اور انہیں اپنے سے دور کرو کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔''④

مسلمان کا ایمان ہے کہ اللہ و رسول ﷺ سے زیادہ کوئی ہماری بھلائی چاہنے والا نہیں جس بات کی طرف بلائیں یقیناً ہمارے دونوں جہان کا اس میں بھلا ہے اور جس بات سے منع فرمائیں بلا شبہ سراسر ضرر و بلا ہے، مسلمان صورت میں ظاہر ہو کر جو ان کے حکم کے خلاف کی طرف بلائے

① القرآن الکریم: 6/68.

② التفسیرات الاحمدیة تحت آیة: 6/68 مطبع کریم بمبئی، انڈیا ص: 388.

③ القرآن الکریم: 11/113. ④ قدیمی کتب خانہ کراچی، صفحہ: 1/10.

امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مسجد اقدس نبی ﷺ میں نماز مغرب کے بعد کسی مسافر کو بھوکا پایا اپنے ساتھ کاشانہ خلافت میں لے آئے اس کے لئے کھانا منگایا، جب وہ کھانے بیٹھا کوئی بات بدمذہبی کی اس سے ظاہر ہوئی فوراً حکم ہوا کہ کھانا اٹھالیا جائے اور اسے نکال دیا جائے، سامنے سے کھانا اٹھوالیا اور اسے نکلوادیا۔ سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کسی نے آ کر عرض کی: فلاں شخص نے آپ کو سلام کہا ہے، فرمایا: لاتقرأہ منی السلام فانی سمعت انہ احدث میری طرف سے اسے سلام نہ کہنا کہ میں نے سنا ہے کہ اس نے کچھ بدمذہبی نکالی۔

سیدنا سعید بن جبیر شاگرد عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہم کو راستہ میں ایک بدمذہب ملا، کہا کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں، فرمایا میں سننا نہیں چاہتا، عرض کی ایک کلمہ، اپنا انگوٹھا چھنگلیا کے سرے پر رکھ کر ارشاد فرمایا ولا نصف کلمۃ آدھا لفظ بھی نہیں۔ لوگوں نے عرض کی اس کا کیا سبب ہے، فرمایا از ایشاں منہم ہے۔

امام محمد بن سیرین شاگرد انس رضی اللہ عنہ کے پاس دو بدمذہب آئے، عرض کی کچھ آیات کلام اللہ آپ کو سنائیں، فرمایا میں سننا نہیں چاہتا، عرض کی کچھ احادیث نبی ﷺ سنائیں، فرمایا میں سننا نہیں چاہتا، انہوں نے اصرار کیا، فرمایا تم دونوں اٹھ جاؤ یا میں اٹھ جاتا ہوں۔ آخر وہ خائب وخاسر چلے گئے۔ لوگوں نے عرض کی اے امام! آپ کا کیا حرج تھا اگر وہ کچھ آیتیں یا حدیثیں سناتے، فرمایا میں نے خوف کیا کہ وہ آیات واحادیث کے ساتھ اپنی کچھ تاویلیں لگائیں اور وہ میرے دل میں رہ جائے تو ہلاک ہو جاؤں۔

ائمہ کو یہ خوف تھا اور اب عوام کو یہ جرأت ہے ولاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ اور ایسی جگہ مال دینا وہی پسند کرے گا جو دین نہیں رکھتا جو عقل سے بہرہ ہے، یکے نقصان مایہ دگر شماتت ہمسایہ (ایک تو مال کا نقصان اور دوسرے ہمسایہ کی خوشی۔

(ت) ہمسایہ کون؟ وہ بئس القرین شیطان لعین کیسا خوش ہوگا کہ ایک ہی کرشمے میں دونوں جہان کا نقصان پہنچایا، مال بھی گیا اور آخرت میں عذاب کا بھی مستحق ہوا۔

خسر الدنیا والآخرۃ ذٰلك هو الخسران المبین

''دنیا اور آخرت دونوں کا گھاٹا، یہی ہے صریح نقصان۔''[1]

---

① القرآن الکریم: 11/22۔

دیکھوامان کی راہ وہی ہے جو تمہیں تمہارے پیارے نبی ﷺ نے بتائی:

ایاکم وایاهم لا یضلونکم ولا یفتنونکم

''ان سے دور رہو اور انہیں اپنے سے دور کرو کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔''①

دیکھو نجات کی راہ وہی ہے جو تمہارے رب عزوجل نے بتائی:

فلاتقعد بعدالذکرٰی مع القوم الظالمین

''یاد آنے پر پاس نہ بیٹھ ظالموں کے۔''②

بھولے سے ان میں سے کسی کے پاس بیٹھ گئے ہوتو یاد آنے پر فورا کھڑے ہو جاؤ۔ان مضامین کی تفصیل میں تمام اکابر علمائے حرمین شریفین کا فتوی مسمی بہ فتاوی الحرمین برجف ندوۃ اللعین اور عامہ علمائے دیوبند کا فتوی مسمی بہ فتاوی السنۃ لالجام اھل الفتنۃ اور فتاویٰ القدوۃ اور النذیر الاحمد اور النذیر المبین وغیرہا پچاس سے زائد کتابیں چھپ کر شائع ہو چکیں،اور ہدایت اللہ عزوجل کے ہاتھ۔

واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

''اور اللہ حق فرماتا ہے اور وہی راہ دکھاتا ہے۔''③

وحسبنا اللہ ونعم الوکیل۔

''اللہ ہم کو بس ہے اور کیا اچھا کارساز۔''④

وصلی اللہ تعالی علی سیدنا ومولٰینا محمد وآلہ وصحبہ بالتبجیل

واللہ اعلم بالصواب

فقیر احمد رضا قادری (۲) صح الجواب واللہ تعالی اعلم بالصواب کتبہ محمد حامد رضا القادری البریلوی۔

① صحیح مسلم ،باب النھی عن الروایة عن الضعفاء ،قدیمی کتب خانہ کراچی:10/1۔

② القرآن الكريم: 68/6۔ ③ القرآن الكريم:4/33۔ ④ القرآن الكريم: 173/3۔

(۷۷) تصدیقات علمائے پنجاب

عنایت فرمائے من جناب قاسم میاں صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ! وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ۔ یہاں پر استفسارات کے اجوبہ علمائے کرام مقیمان زیارت شریف لکھتے ہیں۔ آپ کا دعا گو عرصہ ممتدہ سے بوجہ کم فرصتی علیحدہ ہے، آپ کے استفسار کے متعلق جواباً گزارش ہے کہ اہل السنۃ کو اہل ہوا و بدعت کے لئے اشاعت امور ہوائیہ وبدعیہ میں امداد نہ دینی چاہیئے، میں چونکہ مفتی نہیں ہوں لہذا مہر بھی نہیں رکھتا۔

العبد الملتجی والمشتکی الی اللہ المدعو بمہر علیشاہ بقلم خود از گولڑہ

مذکورہ بالا نقل کیا گیا اعلیحضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ اور حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی اس فتوی کی تصدیق سے یہ اور اظہر من الشمس ہوگئی کہ قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے موافق بد مذہبوں سے میل جول، بات چیت لین دین اور رشتہ داریوں کے سخت خلاف تھے اور ان سے سخت نفرت رکھتے تھے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی طرح خود قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی خیال تھا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ برے بد مذہب ہیں کیونکہ خود رب کائنات ان کو دشمن رکھتا ہے اور ان کی کوئی عبادت خواہ فرض ہو نفل قبول نہیں فرماتا یہ جہنم کے کتے ہیں ان کی عزت کرنا، ان کی تعظیم کرنا ان کے ساتھ معاملات کرنا خوش اخلاقی سے پیش آنا مذہب اسلام کو ڈھانے کے مترادف ہے۔ چنانچہ اعلحضرت رحمۃ اللہ علیہ اور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے فیصلے کے مطابق ان کا ہر طرح سے بائیکاٹ کیا جانا چاہیئے ان سے کسی قسم کا دنیاوی یا مذہبی تعلق رکھنا جائز نہ سمجھا جائے ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا کھانا پینا، دوستی رشتہ داری نبھانا اور ان کے یہاں شادی بیاہ کرنا ان کو اپنی مجلسوں، محفلوں میں بلانا ہرگز ہرگز جائز نہیں ان کے ساتھ ایسا سلوک رکھنا بد اخلاقی نہیں بلکہ عین اسلام ہے جیسا کہ پ ۷ ع ۱۴ میں ارشاد ہوتا ہے ''اور اگر شیطان تم کو بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔''

قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ واعلیحضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق بد مذہبوں اور مرتدوں سے دور رہنے اور ان کو اپنے سے دور رکھنے کا حکم اس لئے ہے کہ ان سے میل جول رکھنے اور ان کے پاس اٹھنے بیٹھنے سے کفر کا قوی اندیشہ ہے۔

چنانچہ ایسے لوگوں کے لئے لمحہ فکریہ ہے جو اپنے اسلاف کے فیصلے سے منہ موڑے چند سکوں،

یا سستی شہرت یا شیطان کے بہکائے میں آ کر یا ان بد مذہبوں سے دین اسلام کی مدد لینے کی نیت سے ان سے میل جول، سلام دعا رکھتے ہیں ان کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے کھاتے پیتے ہیں ان کے گھرانوں میں شادی بیاہ کرتے ہیں ان سے دوستی ورشتہ داریاں نبھاتے ہیں لہٰذا اچھا ہے کہ اپنے اسلاف کی اتباع کرتے ہوئے ان کے فیصلوں پر سر تسلیم خم کریں اور گمراہ و بد مذہبوں سے ہر ناطہ توڑ کر اللہ اور اس کے حبیب ﷺ سے ناطہ جوڑ لیں۔

قبلہ عالم رحمۃ اللہ کے عقائد

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ سے جب آپ کے عقائد کے متعلق کسی نے سوال کیا تو آپ نے یہ تحریر لکھ کر عنایت فرمائی:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی ھدانا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہٗ لا شریك له موصوف بما نص علیه فی القرآن المجید بحسب ما اراد وان محمدا ﷺ عبدہٗ ورسولہٗ وان ما جآء به النبی علیہ السلام حق وان خلافة الخلفآء الاربعة علی الترتیب الذی وقع حق فھذہ عقیدتی علی سبیل الاجمال و کفی باللہ شھیدا. انا العبد الملتجی والمشتکیٰ الی اللہ المدعو بمھر علی شاہ عُفاربه عنه.

"سب تعریف خدا تعالیٰ کے لئے ہے جس نے ہمیں ہدایت فرمائی۔ اور اگر وہ ہمیں ہدایت نہ فرماتا تو ہم ہدایت نہ پا سکتے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ بجز اللہ کے کوئی اور عبادت کے لائق نہیں۔ وہ یکتا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور وہ ان صفات سے جو قرآن مجید میں منصوص ہیں ویسا ہی موصوف ہے جس طرح اس نے ارادہ فرمایا اور گواہی دیتا ہوں کہ حضور پرنور جناب محمد ﷺ اس کے بندہ خاص اور رسول ہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ جو کچھ حضور ﷺ خدا کی طرف سے لائے وہ حق ہے۔ اور خلفاء اربعہ کی خلافت، ترتیب واقعی کے مطابق حق ہے۔ پس میرا اجمالی طور پر یہ

عقیدہ ہے۔اور اس پر اللہ تعالی کافی گواہ ہے۔[1]

اس مختصر لیکن جامع تحریر میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے تمام عقائد بیان فرمادیئے حضرت قبلہ عالم دیگر عقائد کی ایک اجمالی جھلک یہاں نقل کی جاتی ہے انسان پر اللہ عزوجل کے بہت سے حقوق ہیں جن میں سب سے اعلیٰ اس کی وحدانیت کا اقرار ہے توحید اللہ عزوجل کی یکتائی پر ایمان کامل رکھنے کا نام ہے جس طرح اس کی ذات یکتا ہے اسی طرح اس کی تمام صفات بھی غیر مخلوق اور ازلی ابدی واجب لذات ہیں کسی نحو وجود میں ذات سے جدا نہیں کہ غیر ذات ہوں نہ خود ذات ہی ہیں کہ عین ذات ہوں بلکہ ذات کے ساتھ قائم اور اس کے لیے واجب ہیں صوفیہ کرام صفات کو عین ذات کہتے ہیں وہ صرف مسلک وحدۃ الوجود کی تفسیر ہے۔

ارکان اسلام از حضرت سید العلماء سراج الاولیاء سید شاہ ال مصطفیٰ سید میاں قدس سرہ

قبلہ عالم کا عقیدہ افضلیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

مولوی فضل احمد صاحب کی کسی صاحب سے حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت پر بحث چلی جب آپ نے اس سلسلے میں قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے رجوع فرمایا تو آپ نے فرمایا:

مخلصی فی اللہ مولوی فضل احمد صاحب

بعد سلام و دعا آنکہ بوجہ علالت طبع بجواب مکتوب توقف ہوا۔مگر ما مسئلہ افضلیت میں حق بجانب آپ ہیں۔جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر مساجد کی افضلیت کا معتقد ہے وہ سراسر لسان شریعت و لسان حقیقت سے بے بہرہ ہے۔فقہاء و محدثین و سائر علماء اسلام کا معتقد بہ و مجمع علیہ یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم افضل المخلوقات ہیں۔حتی کہ مساجد و سماء امکنہ متبرکہ و عرش و کرسی سب سے،اور بحسب لسان حقیقت اعیان و اسماء سب ظہورات ہیں حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے،بناء علیہ افضلیت اس کی سائر صفات پر ٹھہری۔صفت تکوین ہو یا غیر اس کا،لہٰذا واعظ صاحب کو بوجہ عدم رسائی مبنی علیہ دوسرے جملہ افضلیت علی القرآن میں بھی جاہل کہنا نامناسب نہیں۔هذا ماعندی والعلم عند الله والحمد لله اولا وآخرا والصلوة والسلام منه باطنا عليه ظاهرا واله وصحبه.

(دستخط خاص حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ)

---

[1] ماخوذ از فتاویٰ مہریہ۔

(۲۰) قبلہ عالم رحمہ اللہ کی حضور سیدنا غوث اعظم قدس سرہ کے ارشاد گرامی قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ کی تحقیق

آپ کا سچا اور پاک فرمان ذیل کہ ''یہ قدم میرا ہر ولی کی گردن پر ہے''۔ از قبیل شطحیات نہیں جیسا کہ کم ظرف لوگ کم حوصلگی کی وجہ سے ایسے دعاوی کیا کرتے ہیں بلکہ مقام صحو واستقامت وتمکین میں بوجہ مامور ہونے کے ایسا فرمایا گیا ہے بوجوہ متعددہ۔

❁ اگر یہ فرمان امر خداوندی کی تعمیل نہ ہوتا بلکہ معاذ اللہ کم حوصلگی کے باعث صادر ہوتا جیسا کہ موجودہ زمانہ کے بعض متصوفین کا خیال ہے تو پھر آن کا سراصنام غیر وغیریت، آں ناصب خیام وحدت واحدیت، آن مرکز دائرہ پرکار وجود، آں مہبط تجلیات وانوار شہود، آں گوئے از ہمہ بردہ در حق پرستی، آں قطب الوحدۃ خواجہ خواجگان معین الحق والدین چشتی رضی اللہ عنہ بروقت صدور فرمان عالی سب سے پہلے سر تسلیم خم نہ فرماتے،

❁ بوجہ کمال اتباع محمدی صلی اللہ علیہ وسلم مثل قول علیہ السلام انا سید ولد آدم وبیدی لوء الحمد یوم القیامۃ وغیرہ وغیرہ یہ فرمان صادر ہوا۔

❁ آپ ایسے اقوال کے صدور کا منشأ اقوال ذیل سے بیان فرماتے ہیں وما قلت قولی ھذا الا وقد قیل لی یعنی میں از خود ایسی بات نہیں کہتا ہوں بلکہ من جانب اللہ ارشاد ہوتا ہے کہ ایسا کہو۔

❁ رئیس المکاشفین شیخ اکبر قدس سرہ فتوحات کے باب ۷۳ میں بعد ذکر اقسام اولیاء اللہ فرماتے ہیں۔

> ومنھم رضی اللہ عنھم رجل واحدو قدتکون امرء ۃ فی کل زمان ایتہٗ وھوالقاھر فوق عبادہٖ له الاستطالۃ علی کل شیء سوی اللہ شھم شجاع مقدام کثیر الدعوی بحق القول حقا ویحکم عدلا کان صاحب ھذا المقام شیخنا عبد القادر الجیلی ببغداد کانت له الصولۃ والاستطالۃ بحق علی الخلق کا ن کبیر الشان.

یعنی اولیاء میں سے ایک ولی ایسا ہوتا ہے کہ سوائے حق سبحانہ وتعالیٰ کے ہر چیز پر غالب

متصرف رہتا ہے اور پرزور دعاوی کرتا ہے۔ مگر اس کا دعوی اور اس کا بول بالا سچا ہی ہوتا ہے۔ ایسا ہی حکم اس کا بھی عدل وانصاف سے ہوتا ہے۔ اس مقام کے صاحب بغداد میں عالیجناب شیخ ہمارے عبدالقادر جیلی گویا آیت وھوالقاھر فوق عبادہ کا مظہر تھے۔ اسی باب ۳۷ میں لکھتے ہیں کہ محمد اوانی المعروف بابن قائد افراد میں سے تھے۔ اولیاء افراد وہ ہوتے ہیں کہ جو خضر علیہ السلام کی طرح دائرہ قطب سے خارج ہوں عالی جناب غوث پاک قدس سرہ محمد اوانی مذکور کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ اولیاء افراد میں سے ہے اور یہ محمد اوانی غوث پاک کے اصحاب وخدام میں سے تھے۔ حضرت شیخ اکبر رضی اللہ عنہ کی تصریح ہذا سے نتائج ذیل ثابت ہوئے

- عالی جناب نہ صرف مقام غوثیت کے مالک تھے بلکہ اس سے بالاتر تھے۔
- آپ ہر شے پر سوائے خدائے عز وجل کے غالب ومتصرف تھے۔
- ایسا شخص لاف زن وکم ظرف نہیں ہوتا بلکہ سچا اور صاحب تمکین ہوا کرتا ہے۔
- ہر زمانہ میں ایسا ولی ہونا چاہیئے وہ عبارت جس سے یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے اسی باب میں ہے مگر خوف طوالت کی وجہ سے نقل نہیں کی گئی۔
- حضرت شیخ کے زمانے میں اس تصرف کا مالک حسب تصریح شیخ رضی اللہ عنہ ایک ولی تھا مگر اسی باب میں لکھتے ہیں۔ کہ گو یہ ولی مقام وھوالقاھر فوق عبادہ میں ہے لیکن شیخنا عبدالقادر رضی اللہ عنہ میں علاوہ مقام ہذا کے اور وجوہ فضیلت بھی موجود تھے۔ چنانچہ سیدنا عبدالقادر وسیدنا خواجہ نظام الدین ہر دو مقام محبوبیت میں شریک ہیں۔ مگر حسب تصریح حضرت خواجہ نظام الدین اورنگ آبادی حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی دہلوی سیدنا عبدالقادر سے مستفید ہیں۔ (نظام القلوب ملاحظہ ہو) اور نیز محبوبیت قادریہ عالم گیر ہے۔ اور محبوبیت نظامیہ کئی قطعات ارض تک نہیں پہنچی۔ رہا لفظ سبحانی والٰہی سو مقام جذب ومحبوبیت سے جیسا تناسب کہ لفظ سبحان کو ہے لفظ الٰہ کو نہیں۔ کما قال اللہ تعالیٰ سبحان الذی اسرٰی بعبدہ لیلا اور نہ لفظ الٰہ ذات بحت پر دال ہے بلکہ سبحان کہ رتبہ ذات کا نام ہے (فتوحات وشرح فصوص ملاحظہ ہوں) حضرت مجدد الف ثانی دوسری جلد کے آخری مکتوب میں حضور غوث اعظم کے بارے میں فرماتے ہیں:

''وصول فیوض وبرکات دریں راہ بہر کہ باشد از اقطاب ونجبا بتوسط شریف او مفہوم مے شود۔

چہ ایں کہ مرکز غیر اور امیسر نہ شدہ الخ۔“

اس موقعہ پر برائے فائدہ مندرجہ ذیل سوالات وجوابات بھی درج کئے جاتے ہیں:۔

(سوال) لفظ ولی اللہ اصحاب کرام پر بھی بدلیل قولہ تعالیٰ اللہ ولی الذین آمنوا اور سائر آیات قرآنیہ بولا جاسکتا ہے۔تو حسب قول مذکور چاہئے کہ آپ کا قدم اصحاب کرام کی گردن پر بھی ہو حالانکہ یہ امر مسلم ہے کہ کوئی ولی خواہ کیسا ہی کامل ہو صحابہ کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔

(جواب) متاخرین کے عرف ومحاورہ میں ولی اللہ ماسوائے صحابہ پر بولا جاتا ہے۔

(سوال) عبارت فتوحات مسطورہ بالا سے یعنی لہ الاستطالۃ علی کل شیءسوی اللہ پایا جاتا ہے کہ ایسے ولی کا تصرف انبیاء علیہم السلام پر بھی ہوتا ہے۔

(جواب) عالیجناب رضی اللہ عنہ کا زمانہ انبیاء کا زمانہ نہ تھا۔

(سوال) لفظ فی کل زمان مندرج عبارت فتوحات مسطورہ بالا سے پایا جاتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے زمانہ میں بھی ایسے ولی کا ہونا واقعی امر ہے اور نیز اسی باب میں قبل از عبارت مذکور حضرت شیخ تصریح فرماتے ہیں کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چار انبیاء باجسامہم زندہ ہیں۔

(جواب) مفضول کا تصرف فاضل پر مثل تصرف جبرائیلی بر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واقعی اور مسلم شدہ امر ہے کیونکہ بوجہ تخالف فیما بین وجوہ فضیلت استبعاد مندرجہ سوال بخوبی مندفع ہوسکتا ہے۔وہی آخری مکتوب شریف ملاحظہ ہو۔

چنانچہ عالی جناب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خضنا بحرالم یقف علی ساحلہ الانبیاء یعنی ہم ایسے دریا میں ڈوبے ہیں کہ جس کے کنارے پر انبیاء علیہم السلام کو کھڑا ہونا نصیب نہیں ہوا۔بحر ودریا سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔یعنی ہم کو بوجہ کمال اتباع ظاہری وباطنی شریعت وطریقت ذات پاک محمدی میں کامل فنا حاصل ہے بخلاف سائر انبیاء علیہم السلام کہ وہ اپنی اپنی شرائع میں رنگین ہونے کے باعث اس فنا کامل سے عاری ہیں۔

(سوال) عیسیٰ ابن مریم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام جب احادیث صحیحہ بعد النزول شرع محمدی کے پابند ہوں گے لہذا کامل فنا کے مستحق ہوئے اور عالیجناب کے فرمان مذکور لم یقف علی ساحلہ الانبیاء سے سمجھا جاتا ہے کہ کسی پیغمبر کو ذات محمدی میں فناء ظاہری وباطنی نہ ہوگی۔

جواب فرمان مذکور کا مطلب یہ ہے کہ میرے قول ہذا سے پہلے کسی نبی کو بحر ذات محمدی میں فنا کامل واتباع شرع محمدی حاصل نہیں ہوا۔ کیونکہ لم یقف میں کلمہ لم مضارع پر ماضی منفی کا معنی دیتا ہے۔

بنابریں اگر بعد اس فرمان کے قرب قیامت میں عیسی علیہ السلام کو اتباع شرع محمدی میں فنا کامل حاصل ہو تو مخالف قول مذکور نہ ہوگا۔

والحمد للہ اولا و آخرا والصلوٰۃ والسلام علیہ ظاہراً منہ باطنا

العبد مہر ومحبت کا بندہ علی کا نام لیوا شاہ جیلان واجمیر کا حلقہ بگوش از گولڑہ بقلم خود 18۔ صفر 1331ھ۔

متفرقات

بادشاہ کے دربار میں جانے سے انکار

آپ رحمۃ اللہ حکومتی ایوانوں اور درباروں میں جانا اور وہاں پیش ہونے والے امور میں شمولیت کو سخت ناپسند فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ۱۹۱۱ء میں جارج پنجم کے دہلی دربار میں شمولیت کے لئے آپ رحمۃ اللہ کو بھی دعوت پیش کی گئی تو آپ رحمۃ اللہ نے صاف انکار فرماتے ہوئے جواب لکھ دیا کہ مجھے حاضری سے معذور رکھا جائے آپ رحمۃ اللہ کا یہ جواب سیاسی اور انتظامی طور پر حکومت برطانیہ کے لئے خطرہ سمجھا گیا کیونکہ آپ رحمۃ اللہ نہ صرف ہندو پنجاب بلکہ سرحدی پٹھانوں اور آزاد قبائل کے بھی پیرومرشد تھے لہٰذا کمشنر راولپنڈی نے پہلے ایک پٹھان مجسٹریٹ اور پھر آپ کے ایک مخلص ارادت مند کو آپ کی خدمت میں بھیجا جنہوں نے آپ کی خدمت میں انگریز شہنشاہ کے دربار چلنے کی درخواست کی اور عرض کی کہ آپ کے لئے ٹرین کا ایک علیحدہ ڈبہ ریزرو کیا جائے گا تاکہ سفر میں آپ کو کوئی پریشانی اور تکلیف نہ ہو آپ کو صرف دربار میں جا کر ان کے حق میں دعا کرنی ہوگی مگر آپ رحمۃ اللہ پھر بھی راضی نہ ہوئے اور جواب تحریر فرمایا کہ میں ایک درویش ہوں اور درویشوں کی حاضری بادشاہوں کے درباروں میں کبھی مناسب خیال نہیں کی گئی البتہ اس حکومت کے دور میں ہمارے سچے دین اسلام کے ارکان پر کوئی پابندی نہیں لگائی گئی لہٰذا

میں بادشاہ کے حق میں یہیں سے دعا کرتا ہوں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے صاف انکار فرمانے کے بعد برٹش انڈیا گورنمنٹ آپ کو اپنا مخالف تصور کر کے آپ کے خلاف کاروائی پر آمادہ ہوئی مگر آپ رحمۃ اللہ علیہ کا کچھ نہ بگاڑ سکی چنانچہ اسی سلسلے میں جب ایک انگریز ڈسٹرکٹ آفیسر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اپنی گورنمنٹ سے کہہ دو کہ یہ عزت مجھے تم سے نہیں ملی اور جب اس کے دینے والے تم نہیں تو لینے والے بھی تم نہیں ہو سکتے اگر لے گا تو وہی لے گا جس نے دے رکھی ہے اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دن ارشاد فرمایا دربار بغداد شریف کے ایک حاضر باش نے مجھے یہ خوشخبری سنائی ہے کہ حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میرا یہ بیٹا انگریز کی پرواہ نہیں کرتا اور انگریز اس کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے۔

ڈاکو کی نماز جنازہ میں شرکت

سال 1911ء کے دہلی دربار میں شمولیت سے انکار کے ایام میں بعض حاسدین کو حق عداوت ادا کرنے کا موقعہ مل گیا۔ اور ان کی غلط شکایات پر انگریز افسران بھی جذبہ انتقام کی تسکین کے لئے باربار آمادہ ہوتے مگر کچھ کر نہ سکتے تھے۔ آپ پر یہ الزام لگایا گیا کہ آپ مواضعات میرا بادیہ، میرا اکوا اور مضافات گولڑہ کے چوروں اور ڈاکوؤں کے پیر ہیں۔ اور مفرور ڈاکوؤں کے بال بچوں کی پرورش کرتے ہیں۔ ان ہی دنوں جہانداد نامی ڈاکو کو پھانسی کی سزا ملی۔ اور جامع مسجد راولپنڈی میں اس کا جنازہ پڑھا گیا۔ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ اتفاقاً جمعہ کی نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں موجود تھے۔ اور نماز جمعہ کے بعد جنازہ میں شریک ہوئے۔ مخالفین نے اس واقعہ کو اس رنگ میں پیش کیا کہ اس ڈاکو کا جنازہ پڑھنے سے علماء نے انکار کر دیا تھا مگر آپ نے جنازہ پڑھوایا۔ ڈپٹی کمشنر نے اس کے متعلق ایک روبکار کے ذریعہ حضرت سے جواب مانگا۔ آپ کے جواب کے بعض فقرات یہاں بعینہ درج کیے جاتے ہیں۔

- اگر آپ بحیثیت منصب ڈپٹی کمشنری کے چوری یا ڈاکہ یا قتل بے گناہ کو برا مانتے ہیں تو ہم بہ لحاظ ہدایت کتاب آسمانی و عقل، امور مذکورہ بالا کو حرام و ناجائز سمجھتے ہیں۔
- جرائم مذکورہ کا مرتکب یا مجرموں کا معاون وہی شخص ہو سکتا ہے جو اعلیٰ درجہ کا جاہل ہو یا لالچی ہو۔
- پیر کے معنی یہ ہیں کہ ہر ایک کو آسمانی کتاب کے مطابق ہدایت کرے اور مرید کہلانے کا مستحق

وہی شخص ہے جو بحسب ہدایت پیر کے عمل کرے۔ بفضلہ تعالیٰ آباواجداد سے آج تک ہمارا پیشہ یہی چلا آیا ہے کہ مریدوں کو اچھے کاموں کی ہدایت کرتے ہیں اور برے کاموں سے روکتے ہیں جس نے تعمیل نہ کی وہ ہمارا مرید نہیں ہوسکتا، ہاں ایسے لوگ نام کے مرید ہوتے ہیں نہ کام کے۔

❁ ہم کو ہمارا خدائے تعالیٰ بغیر مجرموں کے چونکہ اچھی طرح رزق پہنچاتا ہے اس لئے ہمیں مجرموں کی اعانت اوران سے لالچ رکھنے کی ضرورت کیا ہے۔ کیا ہم بھی پرلے درجے کے جاہل ہیں یالالچی؟

❁ آپ کواپنا منصب اوراپنے اعلیٰ حاکم کمشنر صاحب بہادر یالاٹ صاحب بہادر کا خوف امور بالا کی اجازت نہیں دیتا تو ہم کواپنا منصب یااپنے حاکم حقیقی جل شانہ کا خوف کیسے اجازت دے سکتا ہے؟ اگر ہم ایسے ہی ہیں تو ہزار ہا باخبر، باعلم اور بادیانت لوگ ہم سے علیحدہ کیوں نہیں ہوتے؟ اگر گنہگار ہیں تو ذاتی گناہ کے مرتکب ہوں گے نہ کہ مخلوق خدا کا گلا کاٹنے والوں کے خیر خواہ۔

❁ اس میں شک نہیں کہ مجرموں کے بال بچے یا بیوگان بحالت بے کسی روٹی کھانے کو بھی آجاتے ہیں۔ جب سرکار عالی اُن پر رحم فرما کران کواپنے ملک سے خارج نہیں کرتی تو سرکار کی رعایا سے اگر کسی آسودہ حال کے دروازہ سے روٹی مانگ لیں تو کیا قباحت ہے؟ یہ بھی یعنی ایسی حالت میں آنے کا کبھی سالہاسال گزرنے پر اتفاق ہوتا ہوگا۔

❁ یہ بھی واقعی بات ہے کہ مجرموں کے پس ماندگان اپنے خیال کے مطابق آکر دعا کراتے ہیں جس پران کے لئے یہ دعا کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت کرے اور نیک اعمال کی توفیق بخشے نہ یہ کہ وہ ایسے کام کرتے رہیں اور سزایاب نہ ہوں۔

❁ عیسائی لوگ۔ گر اُ۔ ۔ ،عتقاد کے مطابق اپنے مجرموں کے واسطے اپنے پیر پادری سے دعا کرائیں اور وہ ۔ ا ریں اور دعا بھی یہ کہ خدائے تعالیٰ ان کو راہ راست پر لائے تو کیا پادری صاحبان کو بوجہ اس دعا کرنے کے مجرموں کی تعزیر میں شریک کیا جائے گا؟ عقل وانصاف اس بات کی ہرگز اجازت نہیں دیتے۔

❁ رہا یہ کہ پھر مختلف زبانوں سے جناب کی خدمت میں شکایتیں کیوں ہوئیں۔ جواباً معروض ہے کہ انہوں نے یہ نہیں سوچا کہ واقعی مرید کون ہوتے ہیں اور نام کے کون۔ دوسرے یہ کہ ان کے

اطفال یا پس ماندگان کے آنے جانے کی نسبت سوچتے ہیں کہ یہ اعانت نہیں تو کیا ہے وغیرہ وغیرہ وجوہات جن کا منشا بغیر کم فہمی یا حسد کے عاقل کے نزدیک اور کچھ نہیں۔

❁ ہمارا بھاری عیب یہ ہے کہ تملق اور خوشامد مزاج میں نہیں۔ جس کی وجہ سے خوشامد طلب ناخوش ہو سکتے ہیں اور ناخوش ہو کر خلاف واقعات گوش گزار کرتے ہیں۔

❁ جمعہ کے روز بغرض نماز مسجد میں ہمارا حاضر ہونا ہوا۔ بعد فراغت از نماز حسب عادت مروجہ ملک کہ آؤ جنازہ پڑھ لیا جائے سب لوگ جنازہ پڑھنے لگے ہم بھی شامل ہوئے۔ کیا اس جنازہ پڑھنے سے یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ یہ مردہ ہم سب کے نزدیک نیک چلن تھا اور اس کی بداعمالیوں پر راضی ہیں؟ البتہ یہاں یہ دیکھنا منظور ہے کہ ہمارا مذہب اسلام ایسے شخص پر نماز جنازہ پڑھنے کی اجازت دیتا ہے یا نہ۔ دوسری (یعنی اجازت نہ دینے کی) صورت میں بیشک جنازہ پڑھنے والے کے خلاف مذہب کہلانے کے مستحق ہو سکتے ہیں نہ اس الزام کے کہ یہ لوگ اس میت کے اعمال پر خوش تھے اور اس کے معاون۔ آج تک ایسے لوگوں کا جنازہ پڑھنے والوں پر یہ الزام کبھی نہیں لگایا گیا اور نہ لگایا جا سکتا ہے۔

اسی زمانہ میں ایک مسلمان افسر نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ گو مجھے پہلے سے شرف نیاز حاصل نہیں ہے مگر میں عرصہ سے آپ کا غائبانہ معتقد ہوں اور آج یہ بتانے کو حاضر ہوا ہوں کہ گورنمنٹ کے پاس رپورٹ کی گئی ہے کہ آپ کو اس ملک سے جلاوطن کر دیا جائے۔ حضرت یہ سن کر مسکرا دیئے اور فرمایا کہ جو گورنمنٹ مجھے جلاوطن کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اسے معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے خود اس کے متعلق کیا ارادے ہیں۔ اس کے تھوڑے ہی عرصہ بعد برطانوی حکومت جرمنی کے ساتھ موت و حیات کی جنگ یعنی جنگ عظیم اول 14-1918ء میں مبتلا ہو گئی اور جلاوطنی کی سل دھری کی دھری رہ گئی۔

انداز گفتگو

آپ رحمۃ اللہ علیہ جب کوئی علمی بحث فرماتے تو معترض کو ایسا فی البدیہہ جامع مدلل جواب دیتے کہ اسے کچھ بن نہ پڑتی اور وہ متحیر ہی رہ جاتا اور کبھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سوالات سامنے والے کو ایسا جکڑ لیتے کہ وہ لاجواب ہو جاتا یونہی بعض اوقات وہ سوال کرنے والے کا سوال ہی اس انداز میں اس

پر پلٹا دیتے کہ اسے کوئی جواب نہ بن پڑتا اور وہ لاجواب ہو جاتا۔ اسی طرح آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کردہ مسائل واستفتا اور جوابات بھی اس قدر مدلل، جامع اور تسلی بخش ہوتے کہ سائل مطمئن ہوئے بغیر نہ لوٹتا۔ یونہی جب کوئی مناظرانہ بحث چھڑ جاتی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ پر مناظرانہ رنگ چڑھ جاتا تسبیح ہاتھ سے رکھ دیتے آستین چڑھا لیتے اور پھر جوشِ جذبات کے ساتھ ساتھ دلائل کا سمندر ٹھاٹھیں مارنے لگتا اور علم وحکمت کے وہ موتی نکلتے کہ سعادتمند اپنے دامن میں چن لیتے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عام گفتگو نرم وسلیس ہوتی آواز اتنی بلند ہوتی کہ مجلس میں موجود تمام حاضرین تک بخوبی پہنچ جاتی اور دلکش اتنی کہ کانوں میں نقرئی گھنٹیاں بجتی محسوس ہوتیں۔ الفاظ ٹھہر ٹھہر کر الگ الگ ادا فرماتے اور دورانِ گفتگو چہرے پر ہلکی مسکراہٹ رہتی گویا سنت پاک کی تعمیل دورانِ گفتگو بھی ملحوظِ خاطر رہتی۔

سوالات کے جوابات

ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں سوال عرض کیا گیا کہ صوفیائے کرام اپنے وظائف میں ''الٰہی بحق فلاں'' اور ''الٰہی بحرمت فلاں'' کے کلمات سے دعا کیوں مانگتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ پر کسی کا کوئی حق نہیں ہے؟ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا ''بے شک اللہ سبحانہ پر از خود کسی کا کچھ حق نہیں لیکن اگر وہ تبارک وتعالیٰ خود از راہِ فضل حقا علینا نصر المؤمنین۔ ترجمہ: ہمارے ذمہ کرم پر ہے اہل ایمان کی امداد فرمانا' ارشاد فرما کر کسی کو حق عطا کر دے تو کیا اعتراض باقی رہتا ہے؟'' پھر ارشاد فرمایا ''اگرچہ مشیت حق مخلوق کی آرزوؤں کی پیرو نہیں ہے لیکن مخلوق اپنے خالق کے حضور میں مناجات اور دعائے حاجات کے وقت ایسے الفاظ سے اپنے عجز والحاح کا اظہار کرتی ہے اور اس میں کوئی اعتراض کی بات نہیں۔''

ایک مرتبہ کچھ مکاتبِ فکر کا یہ مقولہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا علم برابر ہے صرف ذاتی وعطائی کا فرق ہے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ارشاد الٰہی ''ولا یحیطون بشیءٍ من علمہ الا بما شآء'' اس کی نفی کر رہا ہے۔

خلفائے راشدین کی ترتیب خلافت

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ یہ آیت کریمہ ''محمد رسول اللّٰہ والذین معہ اشدآء علی

الکفار الخ(سورۃ الفتح)''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے خلفائے اربعہ علیہم الرضوان کی ترتیب خلافت کی طرف واضح اشارہ موجود ہے چنانچہ والذین معہ سے خلیفہ اول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اشداء علی الکفار سے حضرت خلیفہ ثانی عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے حضرت خلیفہ ثالث عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور تراھم رکعا سجدا الی آخرہ سے خلیفہ رابع حضرت علی رضی اللہ عنہ کے صفات مخصوصہ کی طرف اشارہ ہے کیونکہ معیت اور صحبت میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کفار پر شدت میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حلم و کرم میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور عبادت و ریاضت میں حضرت مولا علی مشکل کشا رضی اللہ عنہ خصوصی شان رکھتے ہیں۔

پادری کے اعتراض کا جواب

ایک مرتبہ ایک پادری حاضر خدمت ہوا اور سوال کیا کہ مسلمانوں کا دعویٰ ہے کہ قرآن میں ہر چیز کا ذکر موجود ہے حالانکہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی زندگی میں قرآن چھ برس تک نازل ہوتا رہا مگر ان کا نام تک قرآن میں موجود نہیں حالانکہ انہوں نے تو اسلام کے لئے بڑی قربانی دی ہے ایسے خادم اسلام کا ذکر قرآن میں ضرور ہونا چاہیے تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس پادری سے دریافت فرمایا کیا تم نے قرآن پڑھا ہے؟ وہ کہنے لگا ہاں پڑھا ہے اور اس وقت بھی میری جیب میں موجود ہے فرمایئے کہاں سے پڑھوں؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے علماء کی طرف دیکھا اور مسکراتے ہوئے ارشاد فرمایا سبحان اللہ پادری صاحب کو بھی قرآن دانی کا دعویٰ ہے اور یہاں ع ''عمر گزری ہے اس دشت کی سیاحی میں'' مگر اس دعوے کی مجال نہیں۔ پھر پادری سے مخاطب ہو کر فرمایا ''اچھا قرآن پڑھو اور کہیں سے بھی پڑھو'' وہ پادری بیٹھ گیا اور پڑھنے لگا اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ قبلہ عالم نے اشارہ سے پادری کو روک دیا اور فرمایا کہ بس اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم تو قرآن پاک کا حصہ نہیں البتہ بسم اللہ الرحمن الرحیم ہے اور بقاعدہ ابجد کے اس کے حروف 786 ہیں اب ذرا لکھئے:

امام حسین کے عدد ہیں 210

سن پیدائش کے عدد ہیں 2 ہجری

سن شہادت کے عدد ہیں 21 ہجری

کرب وبلا کے عدد ہیں 361

امام حسن کے عدد ہیں 200

سن شہادت کے عدد ہیں 50

786 میزان

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا! قرآن پاک کی پہلی آیت تم نے پڑھی اس میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا نام، سن پیدائش، سن شہادت ان کے بھائی امام حسن رضی اللہ عنہ کا نام وسن شہادت اور دونوں بھائیوں کے امام ہونے کا ثبوت موجود ہے آگے چلو تو شاید ان کی زندگی کے اور واقعات بھی مل جائیں۔

اس پر پادری نے متاثر ہوتے ہوئے کہا ''عربوں کے علم ہندسہ اور جفر وغیرہ کا ذکر مستشرقین یورپ کی کتابوں میں میری نظر سے گزرا ہے لیکن یہ معلوم نہ تھا کہ مسلمانوں نے ان علوم کے اندر اتنی گہری تحقیق کی ہوئی ہے'' آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''جب مسلمان کہتا ہے کہ قرآن پاک کے اندر ہر چیز کا ذکر موجود ہے تو اس بات کا ایک ظاہری مفہوم یہ ہوتا ہے کہ ہر اس چیز کا ذکر موجود ہے جو مذہب حقہ اسلام کی ضروریات میں داخل ہے لیکن یہ کہنا بھی غلط نہیں کہ ہر وہ چیز جس سے اسلام کا ذرا سا اور دور کا بھی تعلق ہے قرآن پاک میں بیان فرما دی گئی ہے ایسی چیزوں کے لئے اس ایک جلد کے اندر اظہار معنی کے طریقے لامحالہ متصور ہوں گے آپ کو استاد نے بتایا ہوگا کہ حروف مقطعات کے اندر معانی ومطالب کا ایک جہاں پوشیدہ ہے اس قسم کی کیفیت ودیگر حروف والفاظ قرآنی کی بھی ہے اگرچہ ان معانی پر انسان اپنی کوشش اور تحقیق سے پوری طرح مطلع نہیں ہوسکتا قرآن مجید کے باطنی رموز اور معانی پر اطلاع تحقیق اور تفتیش سے زیادہ اللہ تعالی کے فضل اور انسان کے نیک عمل پر موقوف ہے اللہ تعالی جسے چاہتا ہے حسب حکمت ان اسرار پر مطلع فرما دیتا ہے۔''

غیر مقلد نابینا

وزیر آباد کا ایک غیر مقلد مولوی جو نابینا تھا اور علم کا بڑا دعوی رکھتا تھا ایک روز آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ پیر صاحب میرے چند سوال ہیں مگر شرط یہ ہے کہ جواب دیتے

وقت قرآن کے معنی میں تاویل سے کام نہیں لیں گے کیونکہ میں نے سنا ہے کہ آپ آیات کی تاویل کرتے ہیں آپ رحمۃ اللہ نے فرمایا مجھے منظور ہے بشرطیکہ آپ بھی اپنی اس شرط پر قائم رہیں۔ پھر ارشاد فرمایا پہلے ذرا اس آیت کے معنی بیان کردیں ''جو اس دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا اور سخت گمراہ۔''[1]

حافظ صاحب اس بات پر چپ کے چپ رہ گئے اور خاموشی سے واپس چلے گئے اس روز سے ان کا نام ہی حافظ اعمیٰ پڑ گیا۔

قاتلانہ حملہ

آپ رحمۃ اللہ کی علمیت وقابلیت اور ذہانت کا ہر طرف ڈنکا بج رہا تھا اور آپ کو وہ شہرت دوام حاصل ہوئی کہ محبین تو رشک کرنے لگے جبکہ اہل تعصب حسد وجلن کا شکار ہوگئے چنانچہ ایسے ہی حاسدین کے حسد اور ان کے بغض وعداوت نے انہیں اس بات پر ابھارا کہ وہ آپ رحمۃ اللہ کی جان کے درپے ہوگئے۔

اجرتی قاتل

چنانچہ ایک مرتبہ ایک حاسد نے آپ کی جان لینے کے لئے کافی کوششیں کیں پہلے ایک اجرتی قاتل کو آپ کے پیچھے لگا دیا جو موقعہ پا کر آپ رحمۃ اللہ کے پلنگ کے نیچے جا کر چھپ گیا اور گھات لگا کر بیٹھ گیا کہ کب آپ آئیں اور وہ آپ پر حملہ کرے چنانچہ آپ رحمۃ اللہ نماز عشاء ادا فرما کر مسجد سے گھر آئے اور پلنگ پر آکر لیٹ گئے لیکن اس اجرتی قاتل کو اتنی ہمت نہ ہوسکی کہ آپ پر حملہ کرتا اسی دوران آپ رحمۃ اللہ نے پلنگ پر کروٹ بدلی تو آپ رحمۃ اللہ کا ہاتھ لٹک کر اسے جا لگا جس پر وہ پسینہ پسینہ ہوگیا اور ایسی ہیبت اور رعب اس پر طاری ہوا کہ بھاگتے ہی بنی۔ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد وہی شخص کسی اور مقدمہ میں ملوث ہو کر بے قصور قید کردیا گیا وہ اکثر کہتا تھا کہ گو کہ میں اس مقدمہ میں بے قصور ہوں تاہم بے قصور ہونے کے باوجود سزا مجھے اس گناہ کے سبب ملی کہ میں نے حضرت رحمۃ اللہ پر حملہ کرنے کی ناکام جسارت کی۔

---

[1] بنی اسرائیل: 72.

قاتل قدموں سے لپٹ گیا

ایسا ہی ایک اور شخص جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے قتل پر مامور ہوا، برہنہ تلوار لئے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آ کھڑا ہوا آپ رحمۃ اللہ علیہ پر حملہ کرنے کے لئے تلوار اٹھائی مگر وار نہ کر سکا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے کہا رک کیوں گئے اپنا کام کیوں نہیں کرتے یہ سن کر اس نے تلوار پھینک دی اور آپ کے قدموں سے لپٹ کر رونے لگا۔

زہر آلود کھانا

ایک حاسد آپ رحمۃ اللہ علیہ کے لئے ساگ پکا کر لایا اور اس میں زہر ملا دیا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی فراست سے سمجھ لیا کہ اس کھانے میں زہر ملا ہوا ہے مگر اس کا دل رکھنے کے لئے دو تین لقمے تناول فرما لئے جس کی وجہ سے جسم اطہر نے زہر کا ہلکا سا اثر بھی لیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے شبہ ہو گیا تھا کہ اس میں زہر ہے لیکن کھانا نہ کھاتا تو وہ اور اس کے ساتھ کے لوگ شرمندہ ہوتے پھر یہ بھی خیال آیا کہ موت تو مقرر ہے اگر تقدیر میں ابھی وقت نہیں آیا تو اس زہر کا کچھ اثر نہ ہو گا اور کوئی ضرر نہ پہنچے گا۔

کافر کا جادو

ایک مرتبہ آپ رحمۃ اللہ علیہ پر ایک برہمن سے جادو کروایا گیا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ سخت بیمار ہو گئے۔ کبھی بے ہوشی طاری ہو جاتی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ بے حس و حرکت پڑے رہتے اسی کیفیت میں مہینہ ہو چلا دشمن خوش ہو رہا تھا کہ محض دس دن کی اور بات ہے اب انہیں موت آیا ہی چاہتی ہے اور اگر ان کا کام تمام نہ ہوا تو میں ختم ہو جاؤں گا۔ جب یہ بات آپ کے ایک محب کو معلوم ہوئی تو انہوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے کان میں بلند آواز سے کہا کہ آپ پر ایک پنڈت نے جادو کیا ہے اور دشمن خوشیاں منا رہا ہے یہ کہہ کر وہ بے اختیار رونے لگے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جیسے ہی میں نے اس طرح رونا شروع کیا حضرت رحمۃ اللہ علیہ فوراً اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمانے لگے کہ میں سمجھ رہا تھا کہ مرض کا آزار ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہمان بن کر آیا ہے۔ کافر کا جادو مجھے نہیں مار سکتا جاؤ تسلی رکھو۔ کچھ ہی عرصہ بعد وہ کشمیری کافر اپنے جادو کی ناکامی پر دلبرداشتہ ہو کر ہلاک ہو گیا اور جادو کروانے والا بھی زیادہ عرصہ زندہ نہ رہ سکا۔

مجنوں ہوگیا

آپ رحمۃ اللہ جب اپنے اوراد ووظائف کا شغل فرماتے تو اس دوران کسی سے کلام نہ فرماتے اور نہ ہی کسی کو نزدیک آنے کی اجازت تھی کیونکہ بعض وظائف کی نوعیت ایسی ہوتی تھی کہ پاس آنے والے کے مجنوں ہونے کا اندیشہ ہوتا تھا چنانچہ راولپنڈی کے ایک نوجوان کے ساتھ ایسا ہی واقعہ ہوا اسے آپ رحمۃ اللہ نے فرما رکھا تھا کہ وقت بے وقت دیکھ کر آیا کرو مگر وہ حضرت کا کرم دیکھ کر بے تکلف ہوگیا اور ایک رات آپ رحمۃ اللہ کے قریب شغل کی حالت میں چلا گیا آپ نے ہوں ہوں کر کے روکا مگر نہ رکا۔ کمرہ کے اندر قدم رکھتے ہی کسی تجلی کی زد میں آکر دیوانہ ہوگیا پہلے دو روز چپ چاپ روتا رہا کبھی اتنا کہتا کہ ''بھول ہوگئی'' پھر زبان بند ہوگئی دعا بھی کروائی مگر افاقہ نہ ہوا۔

جناب شیخ الجامعہ کی تحریر سے اقتباس

قبلہ عالم رحمۃ اللہ کے اوقات مشاغل اور بعض شمائل وخصائل کی تفصیل

اشغال

ہمیشہ ذکر وشغل اور ارشاد مخلوق میں وقت صرف فرماتے تھے۔ فجر کی نماز سنتیں پڑھ کر حجرہ شریف سے مسجد میں تشریف لاتے۔ مسجد میں امام کا انتظار فرماتے۔ جب کبھی امام صاحب بوجہ بارش یا بیماری کے نہ آسکتے تو کسی دوسرے قابل امامت مخلص کو امام بنا لیتے۔ بعد ادائیگی نماز فرض آیۃ الکرسی اور سبحان اللہ والحمد للہ واللہ اکبر پڑھ کر دعا مانگا کرتے تھے۔ پھر ذکر جہر فرماتے اور تین چار بار کلمہ شریف پڑھ کر دوبارہ دعا فرماتے۔ پھر مکرر ذکر کلمہ شریف بالجہر فرما کر تیسری دفعہ دعا مانگا کرتے تھے۔ اس کے بعد عادت مبارکہ تھی کہ دس بجے تک اوراد ووظائف میں مشغول رہتے۔ کبھی یہ شغل مسجد میں ہی ادا ہوتا اور کبھی حجرہ شریف میں۔ اس شغل کے دوران کسی کے ساتھ کلام نہیں فرماتے تھے۔ ویسے بھی آپ کا قدرتی رعب ایسا تھا کہ کسی کو بے تکلف ہو کر گفتگو کرنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی۔ صبح کے ان اوراد کے دوران خاص طور پر کوئی بغیر اجازت آپ کے نزدیک نہیں جاتا تھا، کیونکہ بعض وظائف کی نوعیت ایسی ہوتی تھی کہ پاس پھٹکنے والے کے مجنوں

ہونے کا اندیشہ تھا۔

ارشاد و تلقین

ساڑھے دس گیارہ بجے دن حجرہ سے باہر دیوان خانہ میں تشریف لاتے۔اس وقت ہر شخص کو اپنے عرائض پیش کرنے کی اجازت ہوتی تھی۔اس دوران ارشاد و تلقین کا سلسلہ بھی جاری رہتا اور مخلصین سے سلسلہ تکلم بھی۔تعویذ اور دم بھی جاری رہتے اور بعض اوقات اسباق کا شغل بھی شروع ہو جاتا۔مثنوی شریف مولائے روم،فتوحات مکیہ،فصوص الحکم،بخاری شریف،شرح چغمینی،یہ مختلف کتابیں میں نے آپ کو اس مجلس میں پڑھاتے دیکھا ہے۔بارہ یا ساڑھے بارہ بجے حجرہ میں تشریف لے جاتے۔کھانا کھا کر قیلولہ فرماتے اور تقریبا ایک گھنٹہ آرام فرما کر اٹھا کرتے۔ضروریات سے فارغ ہو کر وضو کر کے اول وقت نماز ظہر کے لئے مسجد میں تشریف لے جاتے۔ظہر کے بعد حجرہ شریف میں جا کر ذکر الہٰی میں مشغول رہتے مگر اس وقت اگر کوئی آدمی کچھ عرض کرنا چاہتا تو اسے اجازت ہوتی تھی۔بلکہ بعض دفعہ مخصوص لوگوں کی مختصر سی خاص مجلس بھی منعقد ہو جاتی تھی۔پھر اسی وضو سے نماز عصر کے لئے مسجد میں تشریف لے جاتے۔نماز عصر کے بعد اپنے سامنے ختم شریف خواجگان چشتیہ و قادریہ پڑھواتے اور ایصال ثواب کے بعد مسجد سے نکل کر کبھی حجرہ میں چلے جاتے اور کبھی سرائے سے باہر اصطبل کے سامنے والے چبوترے پر جا کر گھوڑے پر سوار ہو کر باہر تین چار میل دور بستی میرا بادیہ تشریف لے جاتے یا کبھی اس سے بھی آگے۔نماز مغرب اور نماز عشاء باہر ہی ادا کرتے اور وہیں ذکر و شغل جاری رہتا۔کافی رات گئے واپس آ کر کھانا تناول فرما کر سو جاتے،تہائی رات باقی رہے پھر بیدار ہو کر تہجد کی تیاری فرماتے اور وضو کے بعد سبز چائے نوش فرماتے۔

رمضان شریف کے اوقات

رمضان شریف میں مغرب اور عشاء کی نماز اپنی مسجد میں ادا فرماتے اور عصر کے وقت سواری کا دستور ترک ہو جاتا۔تراویح میں ہر روز صرف سوا پارہ سنا کرتے۔مقتدیوں کی رعایت مدنظر ہوتی تھی نماز فجر کے بعد اپنے والد ماجد کے مزار پر بیٹھا کرتے اور وہیں واپس جانے والوں کو رخصت فرماتے اسی طرح ظہر کی نماز کے بعد بھی وہیں پر نشست ہوتی۔

تلقین وذکر حسب استعداد فرماتے تھے۔ بعض اشخاص کو بیعت کے بعد دس بار کلمہ شریف، دس دفعہ درود شریف اور دس دفعہ قل ھو اللہ احد پڑھنے کی تلقین فرماتے اور بعض کو صرف پہلے دو امور کا ارشاد فرماتے تھے۔ تلقین نہایت نرمی اور آہستگی سے فرماتے۔ جب دس دفعہ کلمہ شریف کا امر فرماتے تو زبان سے کلمہ شریف لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ بھی پڑھتے تھے۔ درود شریف کا ارشاد ہوتا تو درود شریف پڑھتے اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد وبارک وسلم بعض لوگ عرض کرتے کہ سیدنا محمد پڑھیں یا نہیں ؟ آپ فرماتے کہ مجھے یونہی ارشاد ہوا ہے جیسا میں نے بتایا۔ بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ ناجائز ہے اور سیدنا کا ملانا لازم ہے۔ یہ درحقیقت ان کی ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔ حضرت کا عقیدہ یہ نہیں تھا کہ سیدنا کہنا ممنوع ہے۔ آپ کی غرض یہ تھی کہ مجھے اپنے بزرگوں سے اسی طرح پہنچا ہے۔

جس شخص کو اہل پاتے تھے کچھ دوسرے وظائف اور شغل بھی فرما دیتے۔ ایک دفعہ قاری صاحب حضرت سے بہت سے اوراد ووظائف کی اجازت طلب کر رہے تھے۔ گرمی کا موسم تھا اور رمضان المبارک کا مہینہ۔ میں نے از روئے مذاق کہا کہ قاری صاحب آپ نے اتنے سارے وظائف پڑھنے تو ہیں نہیں، کیوں اس گرمی میں حضرت کو تکلیف دے رہے ہو؟ آپ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا "تکلیف مجھے دے رہا ہے تمہیں تو نہیں دے رہا تم کیوں دخل در معقول دیتے ہو۔"

عادت مبارکہ تھی کہ باتیں بہت کم کرتے تھے۔ مجلس میں بیٹھتے تو بھی ذکر میں مشغول رہتے۔ تلقین وتدریس کے دوران بھی ذکر جاری رہتا تھا۔ کسی نے کوئی عرض کرنا چاہی آپ نے اجازت فرمائی۔ وہ بیان کرتا رہتا آپ سنتے بھی رہتے اور تسبیح بھی چلتی رہتی۔ اس نے عرض ختم کی آپ نے جواب ارشاد فرمایا اور تسبیح پھر شروع ہوگئی۔ خیر الکلام ما قل ودل کا عجیب نمونہ تھا۔ میں آدھ آدھ گھنٹہ ایک بات عرض کرتا رہتا۔ آپ سن کر ایک دو لفظ فرما دیتے جو سب کا جواب ہوتا تھا۔

وصال مبارک

عالم استغراق

آپ رحمۃ اللہ نے اپنے وصال مبارک سے چھ سال قبل سفر کرنا ترک فرما دیا تھا اور مکمل طور پر عالم استغراق کی کیفیت آپ پر طاری ہوگئی تھی۔ بعض وقت دن کے وقت اٹھ کر بیٹھ جاتے اور

لوگوں سے گفتگو فرماتے انکا حال دریافت فرماتے اور ان کے لئے دعا فرماتے۔حاضرین میں سے کوئی سوال کرتا تو اس کا جواب عنایت فرماتے اشعار بھی سماعت فرماتے اور خود بھی پڑھتے پھر شام ہوتے ہوتے وہی استغراق کی کیفیت طاری ہوجاتی۔

شرعی احکام کالحاظ

آپ رحمۃ اللہ کو مستقل طور پر عالم استغراق کی اس کیفیت میں بھی شرعی احکام کا اس قدر لحاظ تھا کہ ایک مرتبہ علمائے کرام کو طلب فرما کر ان سے دریافت فرمایا کہ جس حالت میں میں ہوں اس حالت میں اگر میری ایک انگلی بھی ہل جائے بے ہوشی کی کیفیت طاری ہوجاتی ہے۔چنانچہ ایسی حالت میں نماز کا کیا حکم ہے؟ آپ رحمۃ اللہ کی یہ بات سن کر علمائے کرام نے خاموشی اختیار فرمائی آپ رحمۃ اللہ نے سہ بارہ دریافت فرمایا بالآخر مولانا محمد غازی رحمۃ اللہ نے عرض کی کہ حضور! آپ بخوبی علم رکھتے ہیں کہ بے ہوشی کی حالت میں نماز نہیں آپ رحمۃ اللہ نے ارشاد فرمایا جزاک اللہ۔ آپ رحمۃ اللہ چھ برس تک اس سکر و محویت استغراق کے عالم میں رہے۔

غذا و نیند سے بے نیازی

دائمی ذکر و پاس انفاس اور ریاضت و مجاہدات کے سبب کم خوراکی اور کم خوابی شروع ہی سے آپ رحمۃ اللہ کے معمولات میں شامل رہی۔چنانچہ اسی سبب سے اخیر عمر میں بھی آپ رحمۃ اللہ غذا و نیند سے بے نیاز ہوگئے تھے اور آپ کا معدہ غذا سے نامانوس ہوگیا اور اس نے کام کرنا چھوڑ دیا چنانچہ جسمانی قوت کے تحفظ کے لئے ادویات استعمال کروائی گئیں تو مستقل ہچکی کا مرض پیدا ہوگیا جو اکثر و بیشتر دورہ کرتا اور ہفتوں جاری رہتا۔

ضعف کے آثار

آپ رحمۃ اللہ اکہتر سال تک تندرست و توانا رہے مگر اس کے بعد ضعف کے آثار پیدا ہونے لگے اور جسم مبارک روز بروز کمزور ہوتا چلا گیا ہر ممکن تشخیص و حکمیت کروائی گئی مگر طبیب اس کے علاج سے عاجز آ گئے اور آپ رحمۃ اللہ مستقل طور پر صاحب فراش ہوگئے۔

ارادت مندوں اور زائرین کا تانتا

بیماری کے باوجود آپ رحمۃ اللہ خلق کی دلجوئی کو ہمہ وقت پیش نظر رکھتے۔روزانہ لاتعداد زائرین

دور دراز کا سفر طے کر کے حاضر خدمت ہوتے اور نواحی علاقوں سے بھی تانگوں، سائیکلوں اور موٹر کاروں سے آنے والے ارادت مندوں کا تانتا بندھا رہتا۔ جو بھی اپنی مراد لے کر آستانہ عالیہ پر حاضر ہوتا باریابی کا شرف پا کر واپس جاتا لاتعداد مکتوبات خدمت عالیہ میں پیش کیے جاتے جس میں طرح طرح کے مسائل اور دکھ لکھ کر گوش گزار کیے جاتے اور آپ رحمۃ اللہ فرداً فرداً جوابات و دعائیں عنایت فرماتے اور کسی کو محروم نہ رکھتے۔ زائرین کے دکھ و غم اور مسائل سن کر طبیعت مبارکہ بے چین ہو جاتی اور بے قراری میں بار بار سرد آہیں بھرا کرتے تھے۔ الغرض شدید بیماری و تکلیف میں بھی تمام زائرین معتقدین محبین پر نظر کرم رہتی زائرین کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا گیا حتیٰ کہ ماہ وصال میں یہ تعداد بڑھ کر چھ سات سو یومیہ تک پہنچ گئی۔

بارگارہ رب العزت میں دعا

آپ رحمۃ اللہ اپنے وصال سے تقریباً دو ماہ قبل متعدد بار سورۃ یٰسین، سورۃ یوسف، سورۃ تغابن، سورۃ ملک، سورۃ مزمل، درود کبریت احمر و درود مستغاث، سلسلہ مشائخ کرام، اور دعائے کبر استماع فرما کر حاضرین اور تمام اہل اسلام کے لئے بارگاہ رب العزت میں دعا فرمائی۔

ایک مرتبہ محو کی کیفیت میں آپ رحمۃ اللہ نے سورۃ یوسف کی تلاوت استماع فرمائی اور دوران تلاوت کئی بار اشکبار ہوئے۔

اُسی بیماری کے دنوں میں اکثر وادی احمر میں نبی کریم رؤوف رحیم ﷺ کے اس بالمشافہ تخاطب کو یاد فرماتے کہ جب آپ ﷺ نے آپ رحمۃ اللہ کو ارشاد فرمایا تھا " آل رسول کو میری سنت ترک نہیں کرنا چاہیئے۔"

وجدانی کیفیت

آپ رحمۃ اللہ کی وجدانی کیفیت کی یہ حالت ہوگئی تھی کہ تنہائی میں ہوتے یا مجلس میں یہ وجدانی کیفیت آپ رحمۃ اللہ پر طاری رہتی تھوڑی تھوڑی دیر کے وقفہ سے ایک آہ بھر کر سر مبارک اٹھا لیتے اور چہرہ مبارک کا رنگ کبھی زرد کبھی سبز اور کبھی سرخی مائل ہو جاتا۔

مجلس میں کچھ گھنٹے کے لئے تشریف لاتے اس دوران محفل پر خاموشی طاری رہتی آنے والے زائرین کے لئے چپ چاپ اپنا دست مبارک بڑھا دیتے اور سلام کا جواب عنایت فرماتے۔

حاضر ہونے والوں کی معروضات سن کر ہاتھ اٹھا کر دعا فرما دیا کرتے اور بعض اوقات صاحب خاص مولوی محبوب عالم رحمۃ اللہ عرض کرتے حضور فلاں صاحب اس مقصد کے لئے حاضر ہوئے ہیں یہ کہہ کر خود ہی دعا مانگ کر بلند آواز سے آمین کہتے تو آپ رحمۃ اللہ بھی آمین کہہ دیا کرتے۔

بسا اوقات کوئی اپنی حاجت آپ رحمۃ اللہ کی خدمت میں عرض کرتا تو آپ رحمۃ اللہ اسی جملے کو دہرا دیا کرتے اور اسکی حاجت پوری ہو جاتی۔ چنانچہ ایک شخص کو ناف میں تکلیف تھی اس نے عرض کی حضور تعویذ لکھ دیجئے آپ رحمۃ اللہ نے تین مرتبہ یہی الفاظ دہرائے اور دم فرما دیا تو اس شخص کی فوراً تکلیف جاتی رہی۔ اسی طرح ایک صاحب دانتوں کی تکلیف میں گرفتار تھے حاضر ہو کر عرض کی حضور سخت تکلیف ہے آپ رحمۃ اللہ نے یہی الفاظ تین مرتبہ دہرائے اور دم فرمایا تو تکلیف جاتی رہی۔

بیعت و تلقین

ایک مرتبہ آپ رحمۃ اللہ عالم استغراق کی کیفیت سے باہر تھے اور پہلے کی طرح علمی بحث میں مصروف کتب علم کی عبارتیں پڑھ رہے تھے آپ رحمۃ اللہ کے فرزند حضرت پیر سید غلام محی الدین گیلانی المعروف بابو جی رحمۃ اللہ نے تجدید بیعت کی استدعا کی جسے آپ رحمۃ اللہ نے قبول فرمایا اور کافی دیر تک مختلف زبانوں میں تلقین فرماتے رہے۔ اس کے تھوڑی دیر بعد آپ رحمۃ اللہ پر پھر وہی کیفیت استغراق طاری ہو گئی۔

بشارت

ان ایام میں بعض عارفین کو خواب میں آپ رحمۃ اللہ کی اس کیفیت کے بارے میں تسلی دی گئی چنانچہ ان میں سے ایک کو حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی زیارت باسعادت حاصل ہوئی انہوں نے آپ رحمۃ اللہ کے متعلق فرمایا کہ وہ ایک ایسا مقام طے کر رہے ہیں جہاں مشائخ کی امداد نہیں پہنچتی مگر اس مرحلہ پر بھی ایک ایسا شخص ہے جو برابر انکی مدد اور رہنمائی کر رہا ہے یعنی خود حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ جن کا فرمان مبارک ہے "تمام اولیاء اللہ کی گردنوں پر میرا قدم ہے۔"

پیشن گوئی

آپ رحمۃ اللہ کے فرزند حضرت بابو جی رحمۃ اللہ کے وصال کے متعلق ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ 1929ء میں پہلی مرتبہ جب حج پر گیا تو ایک روز مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک دبلا پتلا شخص عربی

لباس پہنے آ کر مجھے ملا اور میرا ہاتھ پکڑ کر آسمان کی طرف نظر اٹھائی پھر لمبی سانس لے کر کہنے لگا کہ 1937ء میں ایک بہت بڑا انقلاب آئے گا بابو جی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ اس وقت ہی میرے دل میں یہ خیال گزرا کہ غالباً یہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ کے وصال کی طرف اشارہ ہے اور چونکہ اس شخص نے ''بہت'' کے لفظ کو نہایت لمبا کر کے کہا تھا اس لئے میں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ ظاہری اور باطنی انقلاب ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور 11 مئی 1937ء کو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ وصال فرما گئے پھر 14 مئی 1937ء کو جب آپ رحمۃ اللہ کے جسم مبارک کو سپرد مزار کیا جا رہا تھا تو ایڈورڈ ہشتم نے تخت و تاج کو چھوڑ دیا اور اس کی جگہ جارج ششم نے لے لی۔ اور پھر تھوڑا ہی عرصہ بعد دوسری جنگ عظیم اور پھر آزادی وطن وغیرہ کے انقلابات بھی رونما ہوئے۔

بے سایہ ہونے کی خبر

حضرت مولانا غلام محمد صاحب شیخ الجامعہ بہاول پور رحمۃ اللہ نے اپنی یادداشت میں لکھا ہے کہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ کے ابتدائے استغراق کے زمانہ میں ایک روز ایک غیر معروف راستہ سے جامعہ کی طرف جا رہا تھا ایک سنسان گلی میں ایک مجذوب لیٹا ہوا تھا اس نے اچانک سر اٹھا کر مجھے مخاطب کر کے کہا ''مولوی جی تمہارے پیر کا کیا حال ہے؟ میں نے جواب دیا حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ کی طبع مبارک آج کل ناساز ہے تو وہ مجذوب کہنے لگا تیرا پیر مکر کرتا ہے دراصل اس کا سایہ گم ہو گیا ہے اور اس بات کو چھپانے کیلئے وہ چارپائی لے کر حجرہ میں پڑ گیا ہے بیماری وغیرہ کچھ نہیں۔''

بے شک مقام فنا فی الرسول اللہ کا مرتبہ پانے والے کے لئے ایسے آثار کا پایا جانا بعید از قیاس نہیں جیسا کہ ''تفریح الخاطر'' کے مقدمہ میں عاشقان رسول حضرت بلال و حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہما کے بے سایہ ہو جانے کے متعلق بھی ثبوت ملتا ہے۔

کیفیت وصال

صفر المظفر کے مہینہ میں آپ رحمۃ اللہ کو زکام اور پھر بخار کا مرض لاحق ہوا اور افاقہ ہونے کے بجائے شدت مرض میں اضافہ ہوتا چلا گیا یہاں تک کہ وصال سے تقریباً تین روز قبل بار بار آپ رحمۃ اللہ اپنے دست مبارک دعا کے لئے اٹھاتے پھر اپنے چہرہ مبارک کے سامنے تک لیجاتے

اور کبھی انگلیاں روشن پیشانی تک لیجاتے۔ کبھی کبھی نیاز مندوں کی عرض پر چشمان حق وا فرما کر قلوب کو ٹھنڈک پہنچاتے۔

29 صفر المظفر 1354ھ بمطابق 11 مئی 1937ء کی صبح یہ کیفیت تھی کہ دائیں ہاتھ کی نبض رک رک کر چلتی تھی اور بائیں طرف کی نبض حسب معمول جاری تھی اور ٹمپریچر پہلے 95 ہوا پھر 98 ہو گیا تقریباً 11 بجے کے قریب آپ رحمۃ اللہ کو مسند لگا کر تھوڑی دیر کے لئے بٹھالیا گیا پھر دوبارہ لٹا دیا گیا اور حسب معمول چشمان مبارکہ میں سرمہ لگایا گیا۔ عصر کے وقت ساڑھے پانچ بجے کے قریب آپ رحمۃ اللہ نے اپنے دونوں دست مبارک کو اٹھا کر اٹھنے کا اشارہ فرمایا چنانچہ فوراً تعمیل کی گئی اور آپ رحمۃ اللہ کو سہارا دے کر اٹھایا گیا اور آپ رحمۃ اللہ تکیہ کا سہارا لئے بغیر سیدھے بیٹھ گئے اس وقت آپ رحمۃ اللہ نے اپنی گردن مبارک کو ایک طرف خم فرما کر تبسم فرمایا جس سے یوں ظاہر ہوتا تھا کہ اس وقت ملائکہ رحمت اور مشائخ عظام کی ارواح مقدسہ بشارت کا تحفہ عنایت فرما رہے ہیں اور آپ رحمۃ اللہ اظہار مسرت فرما رہے ہیں۔ جیسا کہ آپ رحمۃ اللہ کے ایک دیرینہ مرید حاجی محمد خدا بخش ٹوانہ فرماتے ہیں جو اس وقت خدمت اقدس میں حاضر تھے فرماتے ہیں کہ "میں پلنگ کی پائنتی کی طرف حسرت و یاس میں رخ انور پر نظر جمائے بیٹھا تھا اور درود شریف پڑھ رہا تھا کہ اتنے میں آپ رحمۃ اللہ نے تبسم فرمایا اور میرے قلب و نظر کی گہرائی میں بجلی کوند گئی اس دلنواز اور ایمان افروز تبسم میں مسرت، حیا، اور نیاز کا ایسا حسین امتزاج تھا کہ بے ساختہ زبان پر سبحان اللہ کا ورد جاری ہو گیا اور اس وقت پردہ تصور پر تین مختلف مناظر کے نقوش ابھرے۔ اولاً قرآن مجید کی وہ شہادت:

ان الذی قالوا ربنا اللّٰہُ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملائکة الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنة التی کنتم توعدون نحن اولیٰؤکم فی الحیٰوۃ الدنیا وفی الآخرۃ ولکم فیھا ماتشتھی انفسکم ولکم فیھا ماتدعون نزلا من غفوررحیم

"بے شک جن لوگوں نے کہا اللہ ہمارا پروردگار ہے اور اس بات پر ثابت قدم رہے ان پر ملائکہ نازل ہوتے ہیں جو کہتے ہیں مت خوف کرو اور مت غم کھاؤ اور بشارت سنو اس جنت کی جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ ہم دنیا کی زندگانی میں بھی تمہارے

دوست ہیں اور آخرت میں بھی۔ اور وہاں تمہارے لئے وہ سب کچھ ہے جس کی تمہارے جی خواہش کریں اور جو کچھ تم مانگو اللہ غفور رحیم کی مہمانی ہے۔''[1]

ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس وقت ملائکہ رحمت اور مشائخ عظام کی ارواح طیبہ ارمغان بشارت نچھاور کر رہے ہیں۔ اور آپ کو مسرت ہو رہی ہے۔ ساتھ ہی مثنوی شریف کا وہ سبق یاد آ گیا جب حضرت یہ شعر پڑھتے تھے ؎

اذکروا اللہ کار ہر اوباش نیست
ارجعی بر پائے ہر قلاش نیست

تو ''ہر اوباش'' پر ایک عجیب ادا سے ہاتھ اٹھا کر جھٹک دیتے تھے۔

(ثانیاً) حیا کے ضمن میں یوں محسوس ہوتا تھا جیسے مائیں اور سہیلیاں کسی دلہن کو بنا سجا کر وفور شوق میں بلائیں لے رہی ہوں اور وہ لجا کر مسکرا رہی ہو۔ اور (ثالثاً) نیاز۔ گویا حضور آقائے نامدار ﷺ میرے حضرت کو عالم ناسوت کی کامیاب زندگی پر شاباش اور مبارک باد دے رہے ہیں اور آپ اپنے عجز و نیاز کا تحفہ پیش کر کے عرض گزار ہیں کہ یہ سب حضور ﷺ کا ہی صدقہ ہے۔

ساتھ ہی سبحانہ وتعالیٰ کی بارگاہ میں حضرت کا دائمی عجز و نیاز یاد آ گیا عادت مبارک تھی کہ جب کسی اہل ذکر اور ارادتمند کو سلسلہ شریف کی اجازت عطا فرماتے تو اپنے اسم گرامی کے سامنے اپنے قلم مبارک سے یہ الفاظ تحریر فرما دیتے ''الٰہی بعجز و نیاز مہر علی شاہ عاقبت 'فلاں' محمود گرداں''۔

رؤیائے صادقہ

بعض متعلقین و متوسلین و سعادتمند معتقدین کو رؤیائے صادقہ کے ذریعے مطلع ہوئے کہ آپ رحمہ اللہ وصال فرمانے والے ہیں۔ چنانچہ مزار اقدس کے پہلے مجاور صوفی غلام سرور ساکن ضلع راولپنڈی کو آپ رحمہ اللہ کے وصال سے ایک روز قبل خواب میں زیارت پرانوار ہوئی اور آپ رحمہ اللہ نے خواب میں فرمایا کہ آج ہم بہت خوش ہیں کیونکہ کل بارگاہ رب العزت اور رفیق اعلیٰ کی طرف سفر کر رہے ہیں۔

---

[1] حٰم السجدہ آیات: 30-34۔

فضائے آسمانی پر مخلوق

آپ رحمۃ اللہ کے وصال پر آپ کے مرید خاص بابا غلام فرید رحمۃ اللہ تیسرے روز گولڑہ شریف پہنچے جب ان سے دریافت کیا گیا کہ آپ تو بٹالہ کے مقام پر تھے آپ کو کیسے اطلاع ہوئی فرمایا کہ کل عصر کے وقت میں نے نظر اٹھائی تو اس میدان میں بے شمار لوگ کھڑے نظر آئے اور فضائے آسمانی میں اس سے بھی زیادہ مخلوق نظر آئی جو سب منتظر دکھائی دیتے تھے چنانچہ میں اسی وقت چل پڑا۔ یہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ کی نماز جنازہ کا وقت تھا جس کا بابا غلام فرید رحمۃ اللہ نے بٹالہ میں نظارہ کیا۔

چہرہ مبارکہ پر ناراضگی کا تاثر

آپ رحمۃ اللہ کے جسد اطہر کو غسل مبارک دے کر الوداعی زیارت کے لئے اہل بیت شریف کے پاس پہلے حرم سرائے میں پہنچایا گیا۔ بعض مستورات کا بیان ہے کہ باہر سے آنے والی کچھ مستورات نے حضرت کا دیدار کیا اور حسب عادت بین وواویلا وغیرہ کرنا شروع کر دیا تو آپ رحمۃ اللہ کے چہرہ مبارکہ پر واضح طور پر ناراضگی کا تاثر مشاہدہ کیا گیا اور جب ان مستورات کو بین کرنے سے منع کیا گیا اور واویلا بند کرایا گیا۔ تو یہ ناراضگی کا تاثر مسرت میں تبدیل ہو گیا۔

نماز جنازہ اور تدفین

دوسرے روز یکم ربیع الاول بروز بدھ بمطابق 12 مئی کو آپ رحمۃ اللہ کے جسد مبارک کو آستانہ عالیہ کے مہمان خانے میں ایک اونچے تخت پر رکھ دیا گیا تا کہ زائرین بآسانی جسد پرانوار کی الوداعی زیارت سے مستفیض ہو سکیں۔

بعد نماز عصر تقریباً ساڑھے چھ بجے مولانا مولوی قاری غلام محمد مرحوم خطیب آستانہ نے نماز جنازہ کی امامت فرمائی۔ ایک اندازے کے مطابق نماز جنازہ میں تقریباً پونے دو لاکھ افراد شریک ہوئے۔ اس موقع پر محکمہ ریلوے کی طرف سے اسپیشل ٹرینیں چلائی گئیں جس کے سبب کثیر تعداد نے نماز جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔

تقریباً آٹھ بجے کے قریب آپ رحمۃ اللہ کے جسد اطہر کو حسب خواہش ووصیت مسجد کے جنوبی باغ میں سپرد خاک کیا گیا۔

آپ رحمۃ اللہ عالم استغراق میں اکثر فرمایا کرتے تھے ''مجھے باغ میں لے چلو'' پھر فرماتے

''کب لے چلو گے''اس وقت حاضرین اس پیغام کو سمجھنے سے قاصر رہے۔

روضہ پر انوار

آپ رحمۃ اللہ کے وصال شریف کے بعد آپ کے فرزند ارجمند حضرت بابو جی رحمۃ اللہ نے خدام محبین کی اس خواہش کو پسند فرمایا کہ مدینہ منورہ کے نقشہ پر آپ رحمۃ اللہ کا مزار مبارک مسجد کے متصل بائیں طرف ہو چنانچہ مسجد کے جنوب میں باغ کے نشیبی حصہ پر روضہ شریف کی تعمیر عمل میں آئی اور اس نشیبی حصے کو سطح مسجد کے فرش کے برابر کر دیا گیا اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ نے اپنے متوسلین کے خواب میں آ کر ارشاد فرمایا کہ مجھ پر اس قدر بوجھ کیوں ڈال دیا گیا ہے چنانچہ مشورے کے بعد یہ طے پایا کہ تابوت شریف نکالا جائے اور دوبارہ نئے طریقے سے رکھا جائے کہ گہرائی چھ فٹ سے زیادہ نہ ہو۔ جبکہ موجودہ صورت میں گہرائی بیس فٹ سے بھی زیادہ ہو گئی تھی۔

فضا معطر ہو گئی

آپ رحمۃ اللہ کا تابوت مبارک نکالنے سے پہلے یہ ہی طے پایا تھا کہ یہ مبارک کام راتوں رات ہی مکمل ہو جائے اور کسی باہر والے کو علم نہ ہو ورنہ سینکڑوں زائرین کا ہجوم لگ جاتا اور ہر کوئی اس مبارک تابوت کی زیارت کے لئے سبقت لے جانے کی کوشش کرتا۔ لیکن جب یہ مبارک تابوت باہر نکالا گیا اور حضرت اعلیٰ جی صاحب رحمۃ اللہ (آپ کے والد بزرگوار) کے مزار اقدس کے پاس رکھا گیا تو تابوت مبارک نکلتے ہی ایسی تیز خوشبو پھیلی اور فضا اس قدر معطر و معنبر ہو گئی کہ قصبہ اور نواحی آبادیوں کے مکینوں سے بھی یہ بات پوشیدہ نہ رہ سکی لہٰذا سینکڑوں کی تعداد میں زائرین جمع ہونا شروع ہو گئے اور یوں رات بھر پھر دوسرے روز اور شب مسلسل قرآن خوانی ہوتی رہی اور زائرین آتے چلے گئے حتیٰ کہ ہر طرف ہجوم ہی ہجوم نظر آنے لگا۔

پچاس میل دور سے خوشبو آئی

ابھی تابوت شریف باہر ہی تھا کہ حضرت مولینا جعفر سیال شریف سے گولڑہ شریف پہنچے جو پچاس میل کے فاصلے پر رہتے ہیں جب آپ سے حضرت بابو جی رحمۃ اللہ نے حیرت سے دریافت فرمایا پچاس میل دور سے آپ کو کیسے خبر ہو گئی تو عرض کیا میں تہجد کے لئے بیدار ہوا تو اس طرف سے ایسی خوشبو آئی کہ مجھ سے رہا نہ گیا اور یہاں آ پہنچا۔

گویا ظاہری ہواؤں کے ساتھ ساتھ باطنی فضائیں بھی معطر و معنبر ہوگئی تھی۔

پیشانی سے نور کا ظہور

جب آپ رحمۃ اللہ کا تابوت مبارک شام کے وقت باہر نکالا گیا تو اس میں ایک دراڑ نمایاں ہوئی حضرت بابو جی رحمۃ اللہ اس دعوت نظارہ پر رک نہ سکے اور جھانک کر دیکھا تو آپ رحمۃ اللہ کی پیشانی مبارک سے ایسا نور نکلتا نظر آیا جو دنیاوی روشنی و چمک سے بالکل الگ و منفرد تھی جس کی تمثیل بیان نہیں کی جا سکتی۔کافی عرصہ پہلے کی بات ہے کہ حضرت بابو جی رحمۃ اللہ سے اس شعر کے معنی دریافت کیے تھے۔

بخدا کہ رشکم آید بدو چشم روشن خود
کہ نظر دریغ باشد بچنیں لطیف روئے

"واللہ مجھے اپنی ان دونوں آنکھوں پر رشک آ رہا ہے کہ ایسے حسن لطیف کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا ہی غیرت کا مقام ہے۔"

تو آپ رحمۃ اللہ نے مسکرا کر ارشاد فرمایا تھا کہ ایک وقت آئے گا جب تم پر اس شعر کے معنی خود بخود واضح ہو جائیں گے۔ چنانچہ حضرت بابو جی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ اس نورانی کیفیت کو دیکھ کر اچانک یہ شعر میری زبان پر جاری ہو گیا اور حضرت رحمۃ اللہ کے ارشاد کے انوار دل و دماغ میں کوند گئے۔

روضہ مبارکہ کی تیاری

آپ رحمۃ اللہ کے حسین و دلکش روضہ پاک کی تیاری میں بیس 20 برس لگے یہ سنگ مرمر سے تعمیر کیا گیا یہ سنگ مرمر جودھ پور ریاست میں مکرانہ کی مشہور کان سے منگوایا گیا معمار بھی وہیں سے آئے اور طویل عرصہ تعمیر کے سبب گولڑہ شریف میں ہی رہائش پذیر ہو گئے روضہ مبارک کے اندر اور باہر سیاہ پتھروں آیات و احادیث مبارکہ اور ان کے ہم معنی اشعار خوبصورتی اور عمدگی سے کندہ کیے گئے۔

آپ رحمۃ اللہ کے مزار مبارک کا حسین و دلکش گنبد دور سے ہی عشاق کے دلوں کی دھڑکنوں کو تیز کر دیتا ہے اور وہ اس نورانی دعوت نظارہ سے خوب لطف لیتے ہیں اور اپنی پیاس بجھا کر

سیراب ہوتے ہیں۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

سواد اعظم اہلسنت (بریلوی) کے بارے میں دشمنان اسلام انگریز کی پیداوار فتنہ بازوں فساد پردازوں نے طرح طرح کے پروپیگنڈے کیے ہوئے ہیں جن میں سے ایک پروپیگنڈہ یہ بھی ہے کہ مزارات اولیاء رحمہم اللہ پر شرک و گناہوں کی بھرمار ہوتی ہے چونکہ یہ دشمنان دین اچھی طرح جانتے ہیں کہ جب تک وہ مسلمانوں کو اسلام کے ان چمکتے دمکتے ستاروں رشد و ہدایت کے روشن مناروں اور ولایت کے روشن چراغوں سے دور نہ کردیں گے دین اسلام کو کمزور نہ کرسکیں گے اسی لیے ان کے پروپیگنڈے کا خاص محور مزارات اولیاء ہیں۔

اس حوالہ سے بہت سے پروپیگنڈوں میں سے چند کا ذکر درج ذیل کیا جاتا ہے۔

- مزرات پر شرک ہوتا ہے
- مزارات پر بریلوی سجدے کرتے ہیں
- وہاں چرس اور بھنگ پیتے ہیں
- وہاں مرد و عورتوں کا باہم اختلاط ہوتا ہے
- مزارات کے قریب برائی کے اڈے قائم ہیں
- وہاں ناچ رنگ، ساز و طرب کی محفلیں سجائی جاتی ہیں
- زائرین شراب کے نشے میں دھت پڑے رہتے ہیں
- لوگوں کا مال واسباب لوٹا جاتا ہے جیبیں کاٹی جاتی ہیں وغیرہ وغیرہ

محترم قارئین ان الزامات کو پڑھ کر آپ کو اچھی طرح اندازہ ہو گیا کہ اسلام دشمن انگریز کے ایجنڈوں کو حضرات اولیاء سے شدید بغض و کینہ و عداوت ہے کیونکہ یہ وہ حضرات ہیں جنہوں نے اپنی انتھک محنتوں اور بے مثال کاوشوں سے دین اسلام کی تبلیغ و ترویج کی اور لوگوں کو اپنے پاکیزہ کردار اور حسن اخلاق سے اس حد تک متاثر کیا کہ آج ان کے وصال کے کئی سو برس گزر جانے کے باوجود بھی ان حضرات اولیاء کرام کی محبت و عقیدت مسلمانوں کے قلوب میں انمٹ نقوش بن چکی ہے۔

محترم قارئین یہ حقیقت واضح کرنے کے لیے نہ ہی کسی دلیل کی ضرورت ہے اور نہ ہی کسی

بحث کی حاجت کہ مزارات اولیاء پر کی جانے والی تمام تر مندرجہ بالا خرافات کا تعلق سواد اعظم اہلسنت (بریلوی) سے ہرگز ہرگز تعلق نہیں جیسا کہ مفتی منیب الرحمٰن دامت برکاتھم العالیہ کا یہ فرمان آنکھیں کھولنے کے لیے کافی ہے کہ:۔

شرم آنی چاہیے ان لوگوں کو جو منبر رسول ﷺ پر بیٹھ کر مزاراتِ اولیاء پر کی جانے والی خرافات کو بریلویوں کی طرف منسوب کرتے ہیں حالانکہ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت عظیم المرتبت نے خود ان تمام باتوں کا خوب رد فرمایا اور وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ وہ اکابرین اہلسنت میں سے کسی ایک کا بھی حوالہ پیش نہ کر سکیں گے، تو شرم آنی چاہیے انہیں منبر رسول ﷺ پر بیٹھ کر جھوٹ بولتے ہوئے۔

محترم قارئین ذیل میں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت عظیم المرتبت پروانۂ شمع رسالت مجدد دین وملت الحافظ، القاری الشاہ مفتی احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان کے معرکۃ الآرا مجموعہ فتاوی ''فتاوی رضویہ'' سے چند عبارتیں پیش کی جاتی ہیں جن کے مطالعے سے آپ پر خوب واضح ہو جائے گا کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے مزارات اولیاء پر ہونے والے شرک ودیگر مذکورہ خرافات کا کس قدر سختی سے رد فرمایا ہے لیکن اس سے پہلے یہ بات آپ پر واضح ہونا بہت ضروری ہے کہ پاکستان میں کئی جگہیں بالخصوص کراچی میں اکثر جگہ محکمہ اوقاف کی وساطت سے مزارات اولیاء پر ایسے لوگوں نے قبضہ کیا ہوا ہے جو مزار اور صاحب مزار کے تقدس، اس کی برکتوں اور رحمتوں کے انکاری ہیں اور صاحب مزار کا بعد از وصال کسی قسم کے تصرف واختیار، علم وقدرت کے عقیدے کو شرک اور اس عقیدے کو ماننے والوں کو مشرک قرار دیتے ہیں، لیکن ان کی بے غیرتی ملاحظہ ہو کہ ان مزارات کی مد میں آنے والے پیسے کو یہ حضرات ہڑپ کر جاتے ہیں اور ڈکار بھی نہیں لیتے درحقیقت تو یہی لوگ ہیں جو اسلام کو بدنام کرنے پر تلے ہوئے ہیں اور مزارات پر ہونے والی خرافات اور اکثر جرائم ان کی سرکردگی میں ہی ہوتے ہیں لیکن ان خرافات کو یہ اہلسنت بریلویوں کے کھاتے میں ڈال دیتے ہیں تاکہ ان مزارات کی حاضری سے لوگوں کو متنفر کر دیں اور لوگ بددل ہو کر ان مزارات اور اللہ والوں سے دور ہو جائیں اور گمراہی کے راستے پر چل پڑیں کیونکہ یہ جانتے ہیں کہ اولیاء کرام کی محبت وعقیدت انہیں رب تعالیٰ کے قریب

اور قریب تر کردے گی، کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

اللہ اللہ کرنے سے اللہ نہ ملے
اللہ والے ہیں جو اللہ سے ملادیتے ہیں

طواف و بوسۂ قبر

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت عظیم المرتبت پروانۂ شمع رسالت مجدد دین وملت الحافظ، القاری الشاہ مفتی احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان بوسہ وطواف وسجدہ قبر برائے تعظیم سے متعلق ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:۔

سوال بلاشبہ غیر کعبہ معظمہ کا طواف تعظیمی ناجائز ہے اور غیر خدا کو سجدہ کرنا ہماری شریعت میں حرام ہے اور بوسہ قبر میں علماء کو اختلاف ہے اور احوط منع ہے۔[1]

سوال پیرومرشد کے مزار کا طواف کرنا اور مزار کی چوکھٹ کو بوسہ دینا اور آنکھوں سے لگانا اور مزار سے الٹے پاؤں پیچھے ہٹ کر ہاتھ باندھے ہوئے واپس آنا جائز ہے یا نہیں؟۔

جواب مزار کا طواف کہ محض بہ نیت تعظیم کیا جائے ناجائز ہے کہ تعظیم بالطواف مخصوص بخانہ کعبہ ہے مزار کو بوسہ نہ دینا چاہیے علماء اس میں مختلف ہیں اور بہتر بچنا اور اسی میں ادب زیادہ ہے آستانہ بوسی میں حرج نہیں اور آنکھوں سے لگانا بھی جائز کہ شرع شریف میں ممانعت نہ آئی۔ اور جس چیز نے منع نہ فرمایا منع نہیں ہوسکتی قال اللہ تعالی ان الحکم الا للہ۔

ہاتھ باندھے الٹے پاؤں آنا ایک طرز ادب ہے اور جس ادب سے شرع نے منع نہ فرمایا اس میں حرج نہیں ہاں! اگر اس میں اپنی یا دوسرے کی ایذا کا اندیشہ ہو تو اس سے احتراز کیا جائے واللہ تعالی اعلم۔[2]

حرمت سجدہ تعظیمی

مسلمان! اے مسلمان! اے شریعت مصطفوی کے تابع فرمان! جان اور یقین جان کہ سجدہ حضرت عزت عز جلالہ کے سوا کسی کے لیے نہیں اس کے غیر کو سجدۂ عبادت تو یقیناً اجماعاً شرک مہین

---

① احکام شریعت حصۃ سوم صفحہ: 3۔

② فتاوی رضویہ ج: 4 ص: 8۔

وکفر مبین اور سجدہ تحیت حرام وگناہ کبیرہ بالیقین ۔اس کے کفر ہونے میں اختلاف علمائے دین ،ایک جماعت فقہاء سے تکفیر منقول اور عندالتحقیق کفر صوری پر محمول کما سیاتی بتوفیق المولی سبحانہ وتعالی۔

ہاں مثل صنم وصلیب وشمس وقمر کے لیے سجدے پر مطلقاً اکفار کما فی شرح المواقف وغیرہ من الاسفاران کے سوامثلِ پیر ومزار کے لیے ہرگز ہرگز نا جائز ومباح ،جیسا کہ زید کا ادعاء باطل نہ شرک حقیقی نہ مغفور جیسا کہ وہابیہ کا زعم باطل بلکہ حرام ہے اور کبیرہ وفحشاء فیغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء۔

ابطال شرک کے لیے تو وہی واقعہ حضرت آدم اور مشہور جمہور پر واقعہ حضرت یوسف علیہما الصلوۃ والسلام بھی دلیل کافی ۔محال ہے کہ اللہ عزوجل کبھی کسی مخلوق کو اپنا شریک کرنے کا حکم دے اگرچہ پھر اسے منسوخ بھی فرمائے ۔اور محال ہے کہ ملائکہ وانبیاء علیہم الصلوۃ والسلام میں سے کوئی کسی کو ایک آن کے لیے شریک خدا بنائے یا اسے روا ٹھہرائے۔[1]

تو قرآن عظیم نے ثابت فرمایا کہ سجدہ تحیت ایسا سخت حرام ہے کہ مشابہ کفر ہے والعیاذ باللہ تعالی۔صحابہ کرام نے حضور کو سجدۂ تحیت کی اجازت چاہی اس پر ارشاد ہوا کیا تمہیں کفر کا حکم دیں۔معلوم ہوا کہ سجدۂ تحیتا ایسی قبیح چیز ہے۔جسے کفر سے تعبیر فرمایا جب خود حضور اقدس ﷺ کے لیے سجدۂ تحیت کا یہ حکم ہے پھر اوروں کا کیا ذکر؟[2]

عورتوں کی زیارت قبور

عورتوں کو زیارت قبور منع ہے حدیث میں لعن اللہ زائرات القبور ،اللہ کی لعنت ان عورتوں پر جو قبروں کی زیارت کو جائیں ،مجاور مردوں کو ہونا چاہیے عورت مجاور بن کر بیٹھے اور آنے جانے والوں سے اختلاط کرے یہ سخت بد ہے عورت گوشہ نشینی کا حکم ہے نہ کہ یوں مردوں کے ساتھ اختلاط کا۔جس میں بعض اوقات مردوں کے ساتھ اسے تنہائی بھی ہوگی اور یہ حرام ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم ۔[3]

عورتوں کے واسطے زیارت قبور درست ہے یا نہیں؟اس سوال کے جواب میں لکھتے ہیں۔

الجواب :۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں لعن اللہ زوارات القبور ،اور فرماتے ہیں ﷺ کنت نھیتکم عن زیارۃ القبور الافزوروھا ،علماء کو اختلاف ہوا کہ آیا اس اجازت بعد النہی میں عورات

---

[1] الزبدۃ الزکیہ لتحریم سجود التحیۃ کتب خانہ سمنانی میرٹھ۔

[2] الزبدۃ الزکیہ لتحریم سجود التحیۃ کتب خانہ سمنانی میرٹھ صفحہ:10۔

[3] فتاوی رضویہ چہارم ص:165۔

بھی داخل ہوئیں یا نہیں ؟ اصح یہ ہے کہ داخل ہیں کما فی بحر الرائق ۔ مگر جوائیں ممنوع ہیں جیسے مساجد سے اگر تجدید حزن مقصود ہو تو مطلقا حرام۔

اقول ۔۔۔۔۔۔قبور اقرباء پر خصوصا بحال قرب عہد ممات تجدید حزن لازم نساء ہے اور مزارات اولیاء کرام پر حاضری میں احدی الشناعتین کا اندیشہ، یا ترک ادب یا ادب میں افراط ناجائز۔ تو سبیل اطلاق منع ہے ولہذا غنیتہ میں کراہت پر جزم فرمایا۔ البتہ حاضری وخاکبوسی آستان عرش نشان سرکار اعظم ﷺ اعظم المند وبات بلکہ قریب واجبات ہے، اس سے نہ روکیں گے اور تعدیل ادب سکھائیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ [1]

مسئلہ

بزرگوں کے مزار پر عرسوں میں یا اس کے علاوہ عورتیں جاتی ہیں پاکی یا ناپاکی کی حالت میں بھلائی کی طلب وحاجت برآئی کے لیے اور وہاں بیٹھتی ہیں تو اس قبرستان میں ان کا ٹھہرنا جائز ہے یا نہیں اگر یہ باتیں بری ہیں تو اس بزرگ میں تصرف وقوت اس کے روکنے کی ہے یا نہیں اور یہ کہا جاتا ہے کہ دربار بزرگان میں آنے والے ان کے مہمان ہیں یہ صحیح ہے یا نہیں اور جو بعض لوگ کہتے ہیں کہ بزرگ لوگ اپنے مزار سے تصرف نہیں کر سکتے ہیں اور یہ دلیل لاتے ہیں کہ اگر وہ لوگ تصرف کر سکتے ہیں تو وہاں رنڈیاں گاتی بجاتی ناچتی ہیں، عورتیں غیر محرم رہتی ہیں ان کے بچے پیشاب وغیرہ کرتے ہیں تو کیوں نہیں روکتے یہ کہنا ان کا اور ان لوگوں کی یہ دلیل صحیح ہے یا نہیں اور اس کا کیا جواب ہے؟ بینوا

الجواب

عورتوں کو مزارات اولیاء مقابر عوام دونوں پر جانے کی ممانعت ہے۔ اولیاء کرام کا مزارات سے تصرف کرنا بیشک حق ہے اور وہ بیہودہ دلیل محض باطل ۔ اصحاب مزارات دائرہ تکالیف میں نہیں وہ اس وقت محض احکام تکوینیہ کے تابع ہیں سیکڑوں ناجفاظیاں لوگ مسجد میں کرتے ہیں، اللہ عزوجل تو قادر مطلق ہے کیوں نہیں روکتا؟ حاضران مہمان ہوتے ہیں مگر عورتیں ناخواندہ مہمان ہیں۔ [2]

سوال عورتوں کو قبروں پر فاتحہ کو جانا درست ہے یا نادرست؟

---

[1] فتاوی رضویہ چہارم ص:165. [2] احکام شریعت دوم ص: 18.

(جواب) اصل یہ ہے کہ عورتوں کو قبروں پر جانے کی اجازت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم[1]

عورتوں کے لیے زیارت قبور کو جانے کی جواجازت بحرالرائق وتصحیح المسائل میں ہے۔اس سلسلے میں ایک سائل کو جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"میں اس رخصت کو جو بحرالرائق میں لکھی ہے مان کر نظر بحالات نساء سوائے حاضری روضۂ انور کہ واجب یا قریب بہ واجب ہے۔ مزارات اولیاء یا دیگر قبور کی زیارت کو عورتوں کا جانا باتباع غنیۃ علامہ محقق ابراہیم حلبی ہرگز پسند نہیں کرتا۔ خصوصاً اس طوفان بے تمیزی رقص ومزامیر وسرود میں جو آج کل جہال نے اعراس طیبہ میں برپا کر رکھا ہے اس کی شرکت تو میں عوام رجال کو بھی پسند نہیں رکھتا۔ نہ کہ وہ جن کے انجشہ رضی اللہ عنہ کی حدی خوانی بالحان خوش پر عورتوں کے سامنے ممانعت فرما کر انہیں نازک شیشیاں فرمایا۔[2]

عرض

حضور اجمیر شریف میں خواجہ صاحب کے مزار پر عورتوں کا جانا جائز ہے یا نہیں ؟

ارشاد

غنیّۃ میں ہے یہ نہ پوچھو کہ عورتوں کا مزارات پر جانا جائز ہے یا نہیں بلکہ یہ پوچھو کہ اس عورت پر کس قدر لعنت ہوتی ہے اللہ کی طرف سے ،اور کس قدر صاحب قبر کی جانب سے جس وقت وہ گھر سے ارادہ کرتی ہے لعنت شروع ہوجاتی ہے اور جب تک واپس آتی ہے ملائکہ لعنت کرتے رہتے ہیں۔

سوائے روضہ انور کے کسی مزار پر جانے کی اجازت نہیں ،وہاں کی حاضری البتہ سنت جلیلہ عظیمہ قریب بواجبات ہے اور قرآن عظیم نے اسے مغفرت ذنوب کا تریاق بتایا۔

لوانهم اذ ظلموا انفسهم جائوك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما

"اگر وہ جب اپنی جانوں پر ظلم کریں تمہارے حضور حاضر ہوں ،پھر اللہ سے معافی

---

① فتاوی رضویہ چهارم ص: 165. ② فتاوی رضویہ چهارم ص: 166.

چاہیں اور رسول ان کے لیے معافی مانگے تو ضرور اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔''

خود حدیث میں ارشاد ہوا

- من زار قبری وجبت له شفاعتی

''جو میرے مزار کریم کی زیارت کو حاضر ہوا اس کے لیے میری شفاعت واجب ہوگئی۔''

دوسری حدیث میں ہے

من حج ولم یزرنی فقد جفانی

''جس نے حج کیا اور میری زیارت کو نہ آیا بیشک اس نے مجھ پر جفا کی''

ایک تو یہ ادائے واجب دوسرے قبول توبہ تیسرے دولت شفاعت حاصل ہونا چوتھے سرکار کے ساتھ معاذ اللہ جفا سے بچنا۔ یہ عظیم اہم امور ایسے ہیں جنہوں نے سب سرکاری غلاموں اور سرکاری کنیزوں پر خاک بوسی آستان عرش نشان لازم کردی۔

بخلاف دیگر قبور ومزارات کے کہ وہاں ایسی تاکیدیں مفقود اور احتمال مفسدہ موجود۔ اگر عزیزوں کے قبریں ہیں بے صبری کرے گی، اولیاء کے مزار ہیں تو محتمل کے بے تمیزی سے بے ادبی کرے، یا جہالت سے تعظیم میں افراط، جیسا کہ معلوم ومشاہد ہے، لہذا ان کے لیے طریقہ اسلم احتراز ہی ہے۔

بدر یادر منافع بے شمار است
اگر خواہی سلامت برکنا راست

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں

لعن اللہ زوارات القبور

''اللہ کی لعنت ان عورتوں پر کہ زیارت قبور بکثرت کریں۔''

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں

لعن اللہ زائرات القبور

''ان عورتوں پر لعنت جو زیارت قبور کو جائیں۔''

اور فرماتے ہیں ﷺ

کنت نہیتکم عن زیارۃ القبور الا فزوروھا

''میں تمہیں زیارت قبور سے منع کرتا تھا سنتے ہو ان کی زیارت کرو۔''

علماء کو اختلاف ہوا کہ آیا اس اجازت بعد النہی میں عورات بھی داخل ہیں یا نہیں؟ اصح یہ کہ داخل ہیں کما فی البحر الرائق مگر جو انہیں ممنوع ہیں جیسے مساجد سے اور اگر تجدید حزن منظور ہو تو مطلقاً حرام۔

اقول: حدیث میں بالتخصیص عورتوں سے خطاب اس بات پر دلیل ہے کہ ان کے لیے تکثیر زیارت قبور میں حرج کثیر ہے اور اس خصوص پر نسخ ثابت نہیں پھر قبور اقرباء پر خصوصاً بحال قرب عہد ممات تجدید حزن لازم نساء ہے۔ اور مزارات اولیائے کرام پر حاضری میں احدی الشناعتین یا ترک ادب یا ادب میں افراط ناجائز تو سبیل اطلاق منع ہے، ولہذا غنیۃ میں کراہت پر جزم فرمایا۔

کفایہ شعبی پھر تاتارخانیہ میں ہے امام قاضی سے سوال ہو کہ کیا عورتوں کا قبرستان کو جانا جائز ہے؟ فرمایا ایسی بات میں جائز و ناجائز نہیں پوچھتے یہ پوچھو کہ جائے گی تو اس پر کتنی لعنت ہو گی خبردار جب وہ جانے کا ارادہ کرتی ہے اللہ اور فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں اور جب گھر سے چلتی ہے سب طرف سے شیطان اسے گھیر لیتے ہیں اور جب قبر پر آتی ہے میت کی روح اسے لعنت کرتی ہے اور جب پلٹتی ہے اللہ تعالیٰ کی لعنت کے ساتھ پھرتی ہے۔

البتہ حاضری و خاکبوسی آستان عرش نشان سرکار اعظم ﷺ اعظم المندوبات بلکہ قریب واجبات ہے اس سے نہ روکیں گے، تعدیل ادب سکھائیں گے الخ ملخصاً۔[1]

اندھوں سے پردہ

نامحرم عورتوں کو اندھے سے پردہ کرنا لازم ہے اس زمانہ میں یا نہیں اور مقتضی احتیاط کیا ہے؟

---

[1] فتاوی افریقہ ص: 66-68۔

الجواب

اندھے سے پردہ ویسا ہی ہے جیسا کہ آنکھ والے سے اور اس کا گھر میں جانا، عورت کے پاس بیٹھنا ویسا ہی ہے جیسا آنکھ والے کا حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا افعمیا وان انت ما۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔[1]

پیر سے پردہ

سوال: پیر سے پردہ ہے یا نہیں؟

سوال: ایک بزرگ عورتوں سے بے حجاب کے حلقہ کراتے ہیں اور حلقہ کے بیچ میں خود بزرگ صاحب بیٹھتے ہیں توجہ ایسی دیتے ہیں کہ عورتیں بے ہوش ہو جاتی ہیں اچھلتی کودتی ہیں اور ان کی آواز مکان سے باہر دور سنائی دیتی ہے ایسی بیعت ہونا کیسا ہے؟

جواب: پیر سے پردہ واجب ہے جب کہ محرم نہ ہو واللہ تعالیٰ اعلم

جواب: یہ صورت محض خلاف شرع و خلاف حیا ہے ایسے پیر سے بیعت نہ چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔[2]

❁❁❁

---

[1] احکام شریعت سوم ص: 10.

[2] احکام شریعت دوم کتب خانہ سمنانی میرٹھ۔